آیات الرحمان
فی
کشف الکتمان

اس کتاب میں یہودی اور حربی کافروں کیلیئے جاسوسی کا
کردار ادا کرنیوالے گروہ کی قرآن کے دیئے ہوئے
سبق کی روشنی میں نقاب کشائی کی گئی ہے

ابوالحسن غفرلہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

”انتساب“

مادیت کے اس جہاں میں کچھ بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو اللہ جل شانہ نے صرف اپنے دین کیلئے پیدا کیا ہوا ہے، جن کے ارمان، نوکری اور چھوکری کے فرسودہ تصورات سے بہت پاک ہوتے ہیں ایسے لوگوں میں ہی علی، واسع دو بھائی ہیں جن کا دینی درد قابل رشک اور فکر و نظر لائق تقلید ہے، میں اپنی اس کاوش کو امت اسلام کے اِن دونوں پیاروں کے نام کرتا ہوں اس دعا کے ساتھ کہ رب کریم ہم سب کو دین حق کی نوکری کیلئے قبول فرمائے۔

بسم الله الرحمن الرحیم

اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّدٍ

وّعلیٰ آلِ محمّدٍ کما صلّیت

علیٰ اِبراھیمَ وعلیٰ آلِ اِبراھیمَ

اِنّکَ حمیدٌ مّجیدٌ ہ

اَللّٰھمّ بارک علیٰ محمّدٍ وّعلیٰ

آلِ محمّدٍ کما بارکتَ علیٰ

اِبراھیمَ وعلیٰ آلِ اِبراھیمَ

اِنّکَ حمیدٌ مّجیدٌ ہ

عنوانات	صفحہ
مقدمہ	13
اسلام کا تجربہ کار دشمن	14
دین اسلام کا وصف امتیاز	15
حزب الشیطان کی بدترین شکست اور طریقہ واردات میں خطرناک تبدیلی	17
ا۔ جاسوسی کرنا	17
۲۔ دین کے مقابلے میں ایک دین کی وضع	17
دشمنان دین کی عداوت اسلام اور ماضی کا فرعون	18
خدائے لم یزل کا امت مرحومہ پر احسان عظیم	20
دور حاضر اور امت مرحومہ کی ذمہ داری	22
امریکی اسلام بمقابلہ حقیقی اسلام	23
حقیقی اسلام کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں	25
بدا کی تعریف	26
امامیہ دین کی ٹوٹل اساس	28
ولایت علی قرآن سے نکال دی گئی	30
رسولوں کا ولایت علی پر ایمان لانا	31
بعض نبیوں نے ولایت علی کو نہ مانا	33
علی، مرتبہ ومقام میں خاتم المرسلین کے برابر ہیں	35
عذاب صرف انکار ولایت پر	36
منصب ولایۃً کی پرواز	37

ہر کمال کا مالک اور بہادری کی مثال	38
امامیہ دین کی تقسیم اور صحابہ کرام	39
اس جماعت کے بارے میں سانپ کا زہر	40
عرش الٰہی کو ہلا دینے والا کفر	42
صحابہ مرتد ہو گئے	44
دنیا کی بدترین مخلوق کون؟	47
دشمن اسلام کا زہر آلود حملہ	49
مراکز اسلام کے بارے میں امامیہ دین کیا کہتا ہے؟	49
بدترین دشمنوں کی بدترین چال	50
ارشاد الٰہی کی روشنی میں جاسوسوں کی تلاش	52
اسلام کے خلاف جاسوسی کرنے والوں کی تلاش	53
اسلام کی صفوں میں گھسے جاسوس اور اہل علم کے ارشادات	55
چند اردو تفاسیر کے اقتباسات	66
سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۴۷ اور دشمنان اسلام کا جاسوسی ونگ	73
خلاصہ بحث	84
اردو کی مطبوعہ چند تفاسیر سے اقتباسات	85
چوتھی آیت اور امام قرطبی کی تفسیر	91
اللہ اور اس کے رسول سے خیانت نہ کرنے کا حکم	92
اللہ کا حکم، منافق تمہارے دشمن ہیں ان سے بچو	99
سورۃ بقرہ کا دوسرا رکوع اور اہل علم کے ارشادات	104

صدائے قرآن اور صدائے حسینؓ	107
امامیہ دین اور قرآن کا سبق	112
کچھ کتاب کے بارے میں	115
اس رکوع کی تفسیر میں چند اہل علم کے ارشادات	117
تفسیری ماجدی	120
آسان ترجمہ قرآن	124
تفسیر محمود	124
تفسیر عثمانی	124
تفسیر جمالین شرح جلالین	125
تفسیر ابن کثیر مترجم اردو	125
بعض منافقوں کو اچھی طرح جاننے کے باوجود پھر بھی قتل نہ کرنے کی وجہ	126
تفسیر السعدی	127
تفسیر تیسر الرحمٰن	129
کتاب اللہ کی مذکورہ آیات اور مفسرین کے ارشادات سے حاصل شدہ چند فوائد	131

باب ۱

بالاتفاق یہ آیات منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں	133
فصل ۱۔ شان نزول	133
فصل ۲۔ منافق کس کو کہتے ہیں؟	134
فصل ۳۔ منافقین کی دور اسلام میں ابتدا	135
فصل ۴۔ صحرائے کفر میں اس صنف ثالب کا مقام ومرتبہ	136

باب ۲

کیا ہر وہ شخص مؤمن ہے جو مؤمن ہونے کا دعویٰ کرے؟	140
فصل ۱۔ اسلام ایک جامع مانع دین ہے	140
دین اعتدال اور اس کی خوبی	142
فصل ۲۔ کافر کو مؤمن ماننا بھی غلط ہے	143
وحی ربانی کا امت کے لئے اہم پیغام	144
فصل ۳۔ اس گروہ کے بارے میں خدائی فتوی	145
ارشادات مفسرین کا خلاصہ	147
قرآنی حکم اور غلط فہمی پیدا کرنے والوں کا رویہ	148
کتاب الٰہی تو روشن چراغ ہے	149
فصل ۳۔ ایمان کے جھوٹے دعویداروں کی پہچان انکی عادات و اصاف سے ہوگی	150
ان کفار سے غفلت بڑے فتنے و فساد کا باعث ہے	152

باب ۳

ایمان کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے گروہ کی پہلی علامت	154
صحابہ کرام کا کمال ایمان اور اسلام کی جامعیت	155
فصل ۱۔ حقیقی ایمان حضور اکرم ﷺ پر نازل ہونے والی تمام احکام پر ایمان لانا ہے	156
جھوٹے مؤمنوں کی تلاش، پہلی علامت کی روشنی میں	157
۱۔ انبیاء میں تفریق	157
انبیاء کو اماموں کی ولایت پر ایمان لانے کا زوردار حکم	158
امامیہ دین کی حضرت آدمؑ سے ناراضگی	160

حضرت یونسؑ وایوبؑ اور امامیہ دین	160
فصل ۲۔ عقیدہ ولایت نے فرشتوں کو بھی دو حصوں میں بانٹ دیا	162
تقسیم انسانیت کا خدائی معیار اور امامیہ دین	164
فصل ۳۔ نبی رحمت ﷺ کے ساتھ امامیہ دین کا رویہ	165
ا۔ قرآن میں تفریق	166
نبی کی اولاد میں تفریق	168
اہلبیت میں تقسیم وتفریق	168
ضروری وضاحت	169
آل رسول میں تفریق	170
پہچان فرمائیں	172
اللہ کی نظر میں دین میں تفریق وتقسیم کرنے والے کون؟	173
إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعا“ کے بارے میں اہل علم کے بیانات	174
فصل ۴۔ روافض ”نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ“ کے عادی ہیں	176

باب ۴

وہ دھوکے باز ہیں ”یخادعون اللہ والذین امنوا“	178
اردو تفاسیر میں الخداع کی وضاحت	179
یہ دھوکہ باز کون؟	180
خداع اور تقیہ کا باہمی جوڑ	181
امام وقت کی تربیت تفسیر قرآن کے سائے میں	192
قسمیں کھا کر دھوکہ دینے کا ریکارڈ	194

195	دھوکہ دینے پر اجر عظیم کا بیان امام وقت کی زبانی

باب ۵

197	وہ لوگ جن کے دل بیمار ہیں
197	ا۔ تیسری علامت ''فی قلوبھم مرض''
199	کن کے دلوں میں مرض ہے؟
202	تشکیک دین کے سوداگر لکھاری
203	دین میں شبھات پیدا کرنے والے کون

باب ٦

206	چوتھی علامت، وہ جھوٹ کہتے ہیں
209	''یکذبون '' سے مراد تقیہ ہے
209	فیصلہ کن اتفاقی امر یہ بھی ہے
210	تقیہ کرنے والے ایمان کے جھوٹے دعویدار
218	تقیہ کرنا کس کا شعار
218	تقیہ بازوں کے دل میں کیا تھا؟
223	دلوں کے راز جاننے والا بتاتا ہے کہ وہ ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتی
224	خود کو مؤمن کہنے والے تقیہ کے سوداگر
228	اردو تفاسیر اور تقیہ کرنے والوں کا تعارف
230	عذاب الیم کی سزا کن کیلئے؟
231	دھوکے بازوں کی فریب کاریاں اور ان کا جواب
234	دعوت انصاف

باب ۷

فساد کرنے والوں کی پہچان	236
زمین میں فساد پھیلانے والوں کی تلاش	236
فساد کیا ہے؟	237
جوڑنے کا دینی معیار یہ ہے	243

باب ۸

جو فساد کو اصلاح کہتے ہیں	247
قلب حقیقت کے فن کار	247
فساد کو اصلاح کہنے والے کون؟	248
اللہ تعالیٰ کا جواب	250

باب ۹

ان کی ساتویں نشانی صحابہ کرام پر تبرا کرنا ہے	253
وہ صحابہ پر طعن کرنے والے کون؟	255
قرآن پاک کی روشنی میں چھپے دھوکے بازوں کی تلاش	258
تبرا کے چند نمونے کتب اربعہ سے	261

باب ۱۰

کفار کے ساتھ خفیہ تعلقات	263
آٹھویں علامت۔ پردہ کے پیچھے وہ کیا ہیں؟	263
قرآن کی روشنی میں تلاش حقیقت	271
ایران کی طالبان حکومت ختم کرنے میں امریکہ سے انڈرسٹینڈنگ	272

ماضی قریب کے چند واقعات پر ایک نظر	274
ایران اور امریکہ	278
عراق پر مسلط جنگ اور ایرانی کردار	280

باب ۱۱

نویں علامت: ہدایت کے بدلے گمراہی کے خریدار	284

باب ۱۲

وہ جو گونگے، بہرے اور اندھے ہو گئے	292
دسویں علامت: محروم الھد ایت گروہ	292
یہ دین غلط فہمی کی بنا پر نہیں بنا	300
گزارش نمبر۱	300
ضرار والوں کا رویہ	300
جھوٹوں کا اعلان "ان اردنی الاالحسنی"	302
گزارش نمبر۲	305
گزارش نمبر۳	306

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''مقدمہ''

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے پیارے حبیب ﷺ پر سلسلہ نبوت کو ختم فرما کر اپنے سچے دین کو اکمل فرمایا محبوب کی امت پر نعمت کی تکمیل فرمائی اوران کے لئے دین اسلام پر راضی ہوگیا۔''اسلام'' جس کے اکمال کو تکمیل نعمت اور جس کی اساس قرآن کریم کو بنایا گیا وہ اپنے پیارے محبوب کی اعتدال پر قائم امت کو عطاء فرما کر ارشاد فرمایا''اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ترجمہ: ہم نے ہی قرآن کواتارا ہےاور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

آیت کا حاصل یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ پر نازل ہونے والے قرآن کو محبوب کائنات کی پاکیزہ جماعت کے حوالے فرما کراس کی حفاظت ونگہبانی کا ذمہ خود لے لیا پھر اُس ماخذ دین کی حفاظت کے لئے اُسی امت کو ہی ذریعہ بنایا، اس طرح کہ کسی سینہ میں اپنی کتاب کے الفاظ نقش فرمائے تو کسی قلب وجگر کو اسکے علوم ومعارف کا معدن قرار دیا کوئی لہجہ قرآن کا محافظ تو کوئی قرات مختلفہ کا حافظ بنا الغرض خالق لم یزل نے اپنی قدرت کاملہ کا مظہر امت مرحومہ کو بنا کر گذشتہ تقریباً ساڑھے چودہ سو سال کے ہر دور میں سو دو سو نہیں بلا مبالغہ ہزاروں لاکھوں بندگانِ حق کو فقط اِس پاک کتاب کی حفاظت وخدمت پر متعین فرمایا صرف عرب نہیں عجم کو، صرف قرآن کی عربی زبان جاننے والے نہیں، دنیا میں بولی جانے والی ہر زبان والے کو اس کتاب کی خدمت کا موقع دیا،، ہر رنگ ونسل سے ہر صنف وقسم سے اپنی کتاب کے خادم چنے، صرف مرد نہیں عورتیں بھی، صرف جوان نہیں بوڑھے اور بچے بھی، مال دار اور غریب بھی، تاجر وملازم، حاکم ومحکوم گویا ہر طبقہ زندگی میں کلام اعجاز کا سلسلہ حفاظت وخدمت جاری فرما کر اس امت وسط پر لازوال احسان فرمایا کہ نگران مالک ارض وسماء ہے مگر نگرانی افراد امت سے کرواتا ہے۔ یہی اللہ جل شانہ کا حیرت انگیز نظام حفاظت ہے کہ ہر طرف سے، ہر جنس اور ہر طرح کے کفار نے جدا جدا اور اکٹھے مل کر ہر طرح سے اسلام پر حملہ کیا، اسلامی سرحدوں پر بھی اور علمی سلطنت پر بھی، عقائد پر بھی اور اعمال پر بھی، دوست کے روپ میں بھی اور دشمن کے رنگ میں بھی، سازشیں اور مکروحیلوں سے بھی اور طاقت وبارود کی آگ سلگا کر بھی، مگر روز اول سے تاہنوز اس خدائی حفاظت سے ٹکرا کر دشمن اسلام ہمیشہ پاش پاش ہوتا رہا ہے۔

"اسلام کا تجربہ کار دشمن"

منقلب زمانہ میں انسانی تاریخ ہزاروں قسم کے نشیب وفراز سے مرکب ہے، ادیان کی دنیا میں جتنی بڑی تعداد میں اسلام کے دشمن پیدا ہوئے ہیں اتنی بڑی تعداد اور سخت دشمنوں سے کسی بھی دین کو سابقہ نہیں پڑا، ملاحظہ فرمایا جائے محبوب کائنات ﷺ نے پوری محنت شاقہ سے ایک مختصر جماعت تیار فرمائی تو مقابلے میں بھر پور طاقت کے ساتھ حزب الشیطان میدان میں کود پڑا جن کی براہِ راست کمان وہ دشمن خدا کر رہا تھا جو روز اول سے حکم الٰہی کو توڑنے اور افضل الخلائق سے مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں اترا تھا یہی وہ ابلیس ہے جس نے اکیلے حضرت آدمؑ کو جنت سے نکلوادیا پھر اللہ کے بندے تو آتے جاتے رہے مگر حکم الٰہی کا دشمن اللہ کے بندوں سے دشمنی میں سابقہ تجربات دھراتا اور مزید نئے نئے گر تلاش کرتا رہا جال، شکاری اور طریقہ ہائے شکار میں اسکا تجربہ کتنا ہے؟ عالم تصور میں جھانک کر معمولی سا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے معصومین اور ان کی قوموں سے وہ نبرد آزما ہوا جو دین اللہ کے آنے والے نبی قوموں کے سامنے پیش کرتے بھرپور محنت سے کچھ افراد کو راہِ حق پر گامزن کرتے تو یہ تجربہ کار کھلاڑی ایسے طریقے سے اُن کی آنکھوں میں دھول جھونکتا اور گمراہی کو ایسا خوبصورت بنا کر ان کے سامنے پیش کرتا کہ عین کفر اور کھلے ہوئے دجل کو وہ انبیاء پر ایمان لانے والے لوگ دین کے نام سے قبول کر لیتے اور نبی کی تعلیم کو بھول جاتے، یوں ابلیس نے کوئی دین بھی اپنی اصلی وحقیقی شکل میں باقی نہ رہنے دیا حتی کہ سیکڑوں خدائی صحیفے جو اللہ جل شانہ نے اپنے رسولوں پر اتارے تھے ان کی حالت اس نے اپنے چیلوں کے ذریعے کیا سے کیا کر دی صرف اسی پر بس نہیں اللہ جل شانہ نے اپنے پیاروں پر کتابوں کو اتارا، زبور نازل ہوئی اِس نے وہ اپنی اصلی حالت میں باقی نہ رہنے دی، تورات نازل فرمائی گئی تو اس شکاری نے اس کا حال تک بدل دیا انجیل کو رب ذوالجلال نے روح اللہ حضرت عیسیٰؑ پر نازل کیا تو اس تجربہ کار نے بس ایک چیلے کو ہی معمولی محنت پر لگایا اور دنیائے عیسائیت اناجیل اربعہ میں گم ہو کر رہ گئی نہ کتاب کی اصل زبان کو باقی رہنے دیا اور نہ فرمان خدا کی درست حالت کو، پس ہزار ہا انبیاء اللہ سے مقابلہ کرنے والا اور ہزاروں قوموں کو انگلیوں کے اشاروں پر نچانے والا ابلیس جو ہزار ہا سال سے میدان مقابلہ میں سینہ تان کر کھڑا ہوا تھا رحمت عالم ﷺ کے اعلان نبوت سے اس کی آتش غضب پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی اور وہ آگ بگولہ ہو کر اسلام کے مقابلہ میں آ کھڑا ہوا، اس دشمن کی حالت کا اندازہ لگانے کیلئے خود ہی غور فرمائیے کہ جب انبیاء کے سرتاج حضرت محمد ﷺ تاج ختم نبوت سجائے تشریف لائے تب تک قوموں سے لڑنے، دین حق سے ٹکرانے اور دینی نظریات مسخ کرنے کا اُس

کو کتنا تجربہ ہو چکا ہوگا؟؟؟

پس اِس مقدس دین کا نگران کل جہاں کا مالک ہے تو دوسری طرف اس مقدس دین کا مقابلہ کرنے جو نکلا ہے وہ بھی خطرناک، منہ زور، ماہر تلبیس اور ہزاروں سالہ تجربہ کار دشمن اور نت نئے جال بچھا کر امتوں کو شکار کرنے کا عادی مجرم ہے لہٰذا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جس نے اللہ کے پہلے خلیفہ کو جنت میں نہ چھوڑا اور ایسا دھوکہ دیا کہ کائنات ورطہ حیرت میں ڈوب گئی وہ خدا کے اکمل دین اور خیر امت پر حملہ کرنے میں کتنا بے جگر اور سخت جان واقع ہوا ہوگا؟

”دین اسلام کا وصف امتیاز“

ایسا تو ہوا کہ رسالت مآب ﷺ کے اعلان حق سے ابلیسی غرور پیوند خاک ہو گیا، دشمن خدا تڑپ کر رہ گیا مگر ایسا نہیں کہ وہ میدان کارزار سے فرار ہو گیا اور حزب الشیطان کی کمان کرنے سے باز آ گیا، نہیں بلکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ سخت طریقے سے حملہ آور ہوا اپنے خطرناک حربے اور آزمائے ہوئے گر استعمال کرنے میں اُس نے کوئی کمی نہیں کی، وہ بذات خود عداوت اسلام پارٹی کے قومی سطح پر انعقاد پذیر خصوصی اجلاسوں میں بھی شریک ہوا میدان کارزار میں اپنی پارٹی کو تھپکیاں بھی دیں انکو خود داد دینے کے علاوہ جوش حرب وضرب کو بڑہانے کا آخری تیر بھی ترکش سے نکال ڈالا، قرآن کریم گواہ ہے کہ وہ میدان میں کھڑا کہہ رہا تھا

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ ج فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّیْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ط وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (انفال/۴۸)

”(ترجمہ) اور وہ وقت (بھی قابل ذکر ہے) جب شیطان نے ان کافروں کے اعمال ان کے لئے مزین کر دیے اور کہا کہ آج لوگوں میں سے کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں پھر جب وہ دونوں لشکر آمنے سامنے آئے تو وہ ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹا اور کہنے لگا میں تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں لے سکتا میں جو دیکھ رہا ہوں وہ تمہیں نظر نہیں آ رہا بے شک مجھے اللہ سے ڈر لگ رہا ہے اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے“۔

سورۃ انفال کی اس آیت میں معرکہ بدر کی منظر کشی فرماتے ہوئے ایک طرف شیطان کا کردار واضح فرمایا ہے تو دوسری

طرف مسلمانوں کیلئے اترتی نصرت کا تذکرہ بھی ہے۔

پندرہ سولہ سال تک خاتم المعصومین ﷺ کے پیغام رسالت کو مٹانے کی ہر تدبیر ابلیس نے کر ڈالی فاراں کی چوٹی پر جو اعلان حق کی صدا گونجی تو ساتھ ہی فضاء میں پتھر لہرا کر دھمکیوں کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا پھر کیا تھا، کبھی راستے میں کانٹے تو کبھی راہ گزرتے مجسمہ خوشبوں پر کوڑا کرکٹ کی برسات، کوئی شاعر و کاھن کہتا تو کوئی دیوانہ و مجنون، کبھی صحن حرم میں گلے کے اندر چادر ڈال کر گھسیٹا گیا تو کبھی عین حالت سجدہ میں اونٹ کی غلاظت بھری اوجڑی لا کر گردن پر ڈال دی گئی کبھی ظلم کے بازار گرم کئے گئے تو کبھی زن و زر کے لالچ اور سرداری و اقتدار کے سبز باغ دکھائے گئے کبھی بیٹیوں کی طلاق کا صدمہ تو کبھی شعب ابی طالب کی قید اور طائف کی وادیوں میں نرم و نازک جسدِ اطہر پر پتھروں کی بارش، الغرض دشمن خدا نے کوئی لمحہ خطاء کئے بغیر دشمنی کا ہر طریقہ آزمایا ظلم کا ہر حربہ استعمال کیا جبر و استبداد کی ہر تدبیر پر عمل کیا، بلآخر جب کفر آسمانوں سے باتیں کرنے لگا تو رب کریم نے کفر کے غرور کو پیوند خاک کر دینے کا فیصلہ فرمایا اور اپنے محبوب کے چنے ہوئے محبوبوں کو مدینہ سے ایسے طور پر باہر نکالا کہ وہ پوری طرح بے سروسامان تھے نہ سامان حرب و ضرب تھا اور نہ ہی سامان سفر: تیر تھا تو کمان نہیں تلوار تھی تو ڈھال نہیں، تعداد صرف ۳۱۳ اور ان میں بھی کچھ بوڑھے تو کچھ بچے، عالم اسباب میں تو دونوں لشکروں کا موازنہ بنتا ہی نہیں، پر خدائے واحد مادیت و اسباب کو خدا ماننے والوں کو دکھانا چاہتا تھا کہ اللہ کون ہے؟

یہی وہ موقع تھا جب ابلیس بذات خود لشکر میں کھڑا کفار سرداروں کو پٹیاں پڑھا رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر آسمان سے اترتی مدد پر پڑی اور پھر دم دبا کر بھاگا خوف و ڈر کا عالم یہ تھا کہ جن سرداروں کو وہ ”و انی جار لکم“ (میں تمہارے ساتھ ہوں) کہہ رہا تھا اسے بھاگتا دیکھ کر جو انہوں نے پیچھے سے آواز لگائی اور بلایا کہ کہاں جاتا ہے، تو پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا اور پیچھے والے تو بس اس کے گوز مارنے (ہوا آواز سے خارج ہونے) کی آوازیں ہی سنتے رہے، بدر میں کیا منظر رب کریم نے دکھایا؟ مسلمان اور غیر اس مشہور واقعہ سے کسی نہ کسی حد تک تو واقف ہیں ہی، یہاں تو صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اپنے چیلوں کو تیار کر کے میدان جنگ تک لانے والا اللہ کی مدد کو دیکھ کر کیسے اپنے چیلوں کو چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔

”حزب الشیطان کی بدترین شکست اور طریقہ واردات میں خطرناک تبدیلی“

ضرب بدر سے کھائے زخم چاٹ کر بھی وہ باز نہ آیا بلکہ طریقہ واردات کو بدل کر خطرناک حد تک جاتے ہوئے اپنی فوج کو مسجد نبوی کے بلکل داخلی مرکز تک لے آیا، یہ خطرناک طریقہ واردات جاسوسی ونگ کی ایجاد تھا مگر عام طریقہ جاسوسی سے بہت ہی مختلف، ابلیس نے جو جدید حزب (لشکر) تیار کیا اس پر ظاہر کا رنگ وروپ فی الوقت بالکل وہی تھا جو داعی حق نے امت اسلام پر پیش فرمایا تھا دیکھنے میں وہ مسلمان ہوگئے باقاعدہ اسلام کی عبادات ادا کرنے لگے، دکھانے کو نماز کے علاوہ صدقہ بھی دیتے اور اپنا مسلمان ہونا بیان کرتے تھے بلکہ اپنے مسلمان ہونے پر خوب مبالغہ کرتے حتی کہ قسمیں تک کھا جاتے تھے مگر نبی رحمت ﷺ کی مسجد میں نماز ادا کرنے اور بظاہر اسلامی عبادات کا روپ دھارنے کے باوجود جو عداوت اسلام ان کے دل میں آگ کی طرح بھڑک رہی تھی وہ بدر میں مارے جانے والے کافروں سے کم تو کیا اُن سے کہیں بڑھ کر تھی چنانچہ لباس خضری میں رہزنوں کا حزب الشیطان اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسجد نبوی کے اندر گھس آیا اور انتہائی خطرناک طریقہ سے اسلام پر حملہ آور ہوا، جو خطرناک کھیل اس حزب الشیطان نے اسلامی صفوں میں گھس کر شروع کئے ان میں دو بنیادی کام یہ تھے

۱۔ جاسوسی کرنا

قرآن کریم میں بہت سارے مقامات پر کافروں کے جھوٹے دعویٰ ایمان کی یہ وجہ بیان فرمائی ہے، ”**سماعون لقوم آخـــریـــن**“ (المائدہ) ”دوسری قوم کیلئے جاسوسی کرنے والے“ یعنی دشمن قوم کو مسلمانوں کے راز سے مطلع کرنے والے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ جاسوسی کیلئے بھیس بدلنا ضروری ہوتا ہے لہٰذا باوجود یہ کہ وہ ”حزب الشیطان“ تھے مگر تقیہ کا روپ دھار کر اپنے آپ کو وہ ایسے زوردار طریقے سے ”حزب اللہ“ کہتے کہ سادہ لوح مسلمان اسی ”حزب الشیطان“ کو ”حزب اللہ“ سمجھنے لگے اور ایسا آخر کیوں نہ ہوتا کہ یہ حزب الشیطان اسی شیطان کے تربیت یافتہ تھے جس نے حضرت آدمؑ کو جنت کے اندر ایسے طریقے سے دھوکہ دیا اور تقیہ کے روپ میں وہ رنگ بازی کی کہ انسان اول نے اس جھوٹے کے جھوٹ کو سچ مان کر اس درخت سے کھا لیا جس کے کھانے سے اللہ کریم نے روکا تھا۔

۲۔ دین کے مقابلے میں ایک دین کی وضع

حزب الشیطان جو رات دن اجلاس در اجلاس جاری رکھے ہوئے تھا یہود و نصاری و مشرک وغیرہ اقوام متحدہ سر جوڑ کر اس

نکتہ پر بطور خاص غور کر رہی تھی کہ اسلام کا متبادل اسلام کے نام سے تیار کیا جانا چاہیے تا کہ آنے والی نسلیں تشکیک و ریب کے ایسے اندھے گڑھے میں غرق کر دی جائیں کہ وہ اس سچے دین کو تلاش نہ کر سکیں جس کو ان اقوام کا صدر برداشت نہیں کرتا بلکہ عیسائیت کی طرح یہ امت بھی اپنے اصلی دین کی تلاش میں ٹکریں مارتی پھرے، اس پر عملی اقدام کرتے ہوئے فیصلہ کیا کہ مسجد کی طرح سے ایک مسجد بنائی جائے اور وہاں پر اپنا متبادل دین وضع کر کے چلایا جائے چنانچہ جو کچھ انہوں نے اپنی اقوام متحدہ میں پاس کیا اس پر عملی جامہ بھی پہنا دیا اور مسجد قباء کے قریب ایک الگ باڑہ بنایا جس کی کچھ وضاحت آپ آگے سورۃ التوبہ کی آیت میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

یوں بدر کی شکست نے حزب الشیطان کو پہلے سے بڑھ کر خطرناک حملہ کرنے کی سمجھائی اور اسلام کے داخلی نظام میں گھسنے کے لئے انہوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا اور پہلے سے بڑھ کر سخت اور خطرناک بلکہ تابڑ توڑ حملے کیے۔

مدینہ میں اُتری تقریباً اکثر سورتیں شاہد عدل ہیں کہ وحی الٰہی کا جاری سلسلہ نہ ہوتا تو اِس دشمن خدا کے سخت ترین حملوں کی تاب لانا بہت ہی دشوار تھا، یہ تو خدائی حفاظت کا عدیم المثال نمونہ تھا جو بروقت چھپے دشمنوں کے نرالے وار بروقت بے نقاب کر کے ان کو ایسا رسوا کیا کہ منہ دیکھانے کے رہے نہ منہ چھپانے کے۔

مگر حیران کن امر یہ ہے کہ ''ضراری'' حزب الشیطان کے باڑے کو اللہ کے نبی ﷺ نے سر عام نذر آتش کروا دیا تب بھی وہ یہی کہہ رہے تھے

وَلَيَحۡلِفُنَّ اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّا الۡحُسۡنٰى (التوبہ/۱۰۷)

''اور یہ ضرور قسمیں کھالیں گے کہ بھلائی کے سوا ہماری کوئی اور نیت نہیں ہے''

''دشمنان دین کی عداوت اسلام اور ماضی کا فرعون''

اسلام کے متوازی ایک الگ اسلام وضع کرنے اور مسلمانوں کی جاسی کیلئے ابلیس نے جو حزب الشیطان تیار کیا یہ اسلام پر ایک ایسا حملہ تھا جس کی تاب نہ لا کر کوئی دوسرا مذہب اپنا وجود باقی نہیں رکھ سکتا تھا، اس حملہ کی سختی وشدت کا اندازہ لگانے کے لئے بس اتنی بات کافی ہے کہ ''فرعون'' جس کے ظلم و جبر کی مثالیں آج تک عوام وخواص کی زبانوں پر ہیں حتی کہ کسی کو آخری درجے کا ظالم قرار دینا ہو تو اس کو بس فرعون کہہ دینا کافی ہے۔

ظلم و جبر کی اِس آخری حد تک پہنچ جانے والے ظالم کو رب کریم نے پیغام ہدایت پہچانے کا فیصلہ فرمایا تو اپنے کلیم علیہا

لسلام اوران کے بھائی کوان کی جانب روانہ فرمایا اور یہ ہدایت فرمائی

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى (طٰہٰ/۴۴)

''آپ دونوں اس کے ساتھ نرمی سے بات کرنا شائد وہ اس پر غور وفکر کرے یا وہ ڈر جائے''

لیکن جب عداوت اسلام کی ابلیسی تحریک میدان کارزار میں آتی ہے تب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کوفرمایا ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰٮهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (التحریم/۹)

''اے نبی کفار اور منافقین کے خلاف جہاد کرو اور اُن پر سختی کرو، اور انکا ٹھکانہ جہنم ہے وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے''

وہاں کا ایک فرعون تھا جس کے مظالم کہاں سے کہاں تک پہنچے ہوئے تھے مگر اُن سب مظالم کے باوجود کلیم اللہ کوفرمایا گیا کہ اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا مگر یہاں تو کفار اور منافقین جمع کے صیغے ہیں ان کی صحیح تعداد تو خدا کو ہی معلوم ہے پھر ان کے لئے جو حبیب اللہ کوفرمایا گیا کہ یہ قول لین (یعنی نرمی) کے مستحق نہیں بلکہ ''**واغلظ علیھم**'' (ان پر سختی کرو) تو آپ ہی اندازہ فرمایئے کہ عداوت اسلام اور اللہ کریم سے ان کی دشمنی کی حد کیا ہوگی؟

مذید غور فرمایئے

کہ اسلام سے دشمنی کے لئے وہ ایک شیطان کیا کم تھا جس نے دھوکہ وفریب کی کوئی حد ہی نہ چھوڑی یہاں تک کہ

وَقَاسَمَهُمَاۤ اِنِّىْ لَـكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ. فَدَلّٰٮهُمَا بِغُرُوْرٍ (الاعراف/۲۱۔۲۲)

''اوران کے سامنے وہ قسمیں کھا گیا کہ یقین مانو میں تمہارے خیر خواہوں میں سے ہوں، اس طرح اس نے دونوں کو دھوکہ دیکر نیچے اتار ہی لیا''

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ (البقرہ/۳۶)

''پھر ہوا یہ کہ شیطان نے ان دونوں کو وہاں سے ڈگمگا دیا اور جس عیش میں وہ تھے اس سے انہیں نکال کر رہا''

مگر یہاں تو صورت حال ہی دوسری ہے قرآن پاک بتاتا ہے

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْاۤ اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْاۤ اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ (البقرہ/۱۴)

''اور جب یہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لا چکے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور یہ جب اپنے شیطانوں

کے پاس تنہائی میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو (مسلمانوں کے ساتھ) مذاق کررہے تھے" شیطان نے کتنے شیطان ایک دین اسلام کو مٹانے کے لئے تیار کر لئے پھرانہوں نے مل کروہ زور لگایا امت اسلام کوایسے دھوکے،فریب اور چکر دیے اور حیرت انگیز وارداتیں کیں کہ خدا کی پناہ،مگر واہ اے ہمارے مہربان اور رب کریم تیری نگہبانی و پاسبانی کے کیا کہنے،صدیوں پہ صدیاں گزرگئیں ابلیسی ترکش کے سارے تیر کام آ گئے مگر الحمداللہ ثم الحمداللہ آفتاب اسلام تاہنوز تابندہ وروشن ہے چراغ علم وعرفان اب بھی فروزاں ہے چشمہ صافی کا فیض جاری وساری ہے کیاان حقائق کو جان کربھی اِس پاک دین کا اعجاز وامتیاز کسی عقل والے پرمخفی رہ سکتا ہے؟

"خدائے لم یزل کا امت مرحومہ پر احسان عظیم"

فرعون وقت سے بھی سخت درجہ کے ظالموں کا پورا لشکراور شیطانوں کی فوجیں اللہ کے آخری دین پر مسلط ہوئیں داخلی و خارجی محاذوں میں سے ہر میدان کو شیطانوں نے بھر دیا اور تخریب دین کے ہر طریقے کو آزمایا گیا مگران سخت جان دشمنوں کے آگے سد سکندری بنا کراللہ جل شانہ نے اپنے نبی کی امت کو کھڑا فرمایا،حفاظت واشاعت دین کیلئے ان کی جان،مال اوروقت قبول فرمایا یہ اس کا کتنا بڑا احسان ہے کہ حفاظت کا کام ان سے لے کراس کی نسبت اپنی طرف فرماتا ہے۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۖ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (انفال/۱۷)

"پس (اے مسلمانو۔حقیقت میں) تم نے (ان کافروں کو) قتل نہیں کیا تھا بلکہ انہیں اللہ نے قتل کیا تھا اور (اے پیغمبر) جب آپ نے ان پر (مٹی) پھینکی تھی تو وہ آپ نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھی اور (تمہارے ہاتھوں اللہ نے یہ کام اس لئے کرایا تھا) تاکہ اس کے ذریعے اللہ مؤمنوں کو بہترین اجرعطاء کرے بے شک اللہ ہر بات سننے والا ہر چیز کو جاننے والا ہے"

وہ قادر ہے چاہے تو اپنے گھر کی حفاظت کمزور ابابیلوں سے ایسے کروائے کہ اصحاب الفیل نشان عبرت بن جائیں، چاہے تو نارنمرود کو صرف "برد" ٹھنڈی ہی نہیں،سلامتی والی بنا کراپنے خلیل کے لئے گلزار بنادے، چاہے تو دنبہ واونٹ

ذبح کردینے والی لوہے کی تیز دھار چھری کو ایسا کند کردے کہ جسد اسماعیل جیسے نرم و نازک وجود کو نہ کاٹ سکے، چاہے خلیل اللہ کا زور نبوت ہی طاقت آزما ہو۔ پس وہ اپنے دین کی حفاظت بلا اسباب فرمانے پر یا کسی بھی کمزور نظر آنے والی شے سے زور وزر والے کی کمر توڑ کر فرما سکتا ہے مگر کیسا کریم ہے جس نے

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران/۱۰۴)

''تمہارے درمیان ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جس کے افراد (لوگوں کو) بھلائی کی طرف بلائیں، نیکی کی تلقین اور برائی سے روکیں ایسے ہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں''

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران/۱۱۰)

''(مسلمانو) تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے نفع کیلئے وجود میں لائی گئی ہو تم نیکی کی تلقین کرتے ہو برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو''

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (حم سجدہ/۳۳)

''اور اس شخص سے بہتر بات کس کی ہوگی جو اللہ کی طرف دعوت دے اور نیک عمل کرے اور یہ کہے کہ میں فرمانبرداروں میں شامل ہوں''

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (النحل/۱۲۵)

''اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو دعوت دو حکمت کے ساتھ اور اچھی اچھی نصیحت کی باتوں کے ساتھ''

جیسی ہدایات عطاء فرما کر اس امت کو حفظ دین کے مبارک کام اور عمدہ و اعلیٰ محنت پر لگا دیا ہے جسے اللہ کی مدد و نصرت، اس کی عطاء و مہربانی سے امت اسلام بحمد اللہ پورا کرنے کی کوشش کرتی رہی ہے، ظاہر بین آنکھیں جو فیصلہ کریں ان کی مرضی مگر درست بات یہی ہے کہ حزب الشیطان کے مسلسل حملوں، ہر طرح کی سازشوں اور مکاریوں کے باوجود جو اللہ کا سچا دین اپنی اصلی اور حقیقی صورت میں موجود ہے اس کا باعث اللہ کریم کا وہ بے مثال نظام حفاظت ہے جس کا ذریعہ امت اسلام کے چنے ہوئے بندوں کو اس نے بنایا ہے ورنہ عربی زبان سے بالکل ناواقف ایک ۸۔۹ سال کا بچہ عربی

زبان میں نازل ہونے والے ۳۰ پاروں پر مشتمل پورے قرآن پاک کو کیسے یاد کرسکتا ہے؟؟؟
یہ درست ہے کہ اصحاب الفیل کا ظاہر ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ آج کی دنیا دیکھ رہی ہے کہ وہ ظاہری چمک دمک اور ظلم و جبر کے ساتھ نمایاں ہوتا ہے وہ ظاہر میں ہر شے پر چھایا ہوا لگتا ہے مگر ابابیلوں کی چھوٹی چھوٹی کنکریاں بھی کسی چیز کا نام ہوتا ہے جس کی ضرب کاری کا درست حال اور صحیح پتہ بھلا اللہ پاک کی وحی سے بہتر کون بتا سکتا ہے جس کا جی چاہے سورۃ فیل کو پڑھ کر یقین کرے پس اللہ جل شانہ نے کمزور جسامت، خستہ حال، خاک نشیں، مگر غیرت مندوں کو دین کا پاسبان بنایا جو ہر زمانے کے اصحاب الفیل سے ٹکرائے اور بیت اللہ، رسول اللہ اور کتاب اللہ کے محافظ بنے رہے۔

”دور حاضر اور امت مرحومہ کی ذمہ داری“

حفاظت دین کے لئے چنی گئی امت اسلام ایسی معطل قوم نہیں جس کا کام چند دن کا ہو اور پھر بس، نہیں بلکہ یہ امت کل وقتی رضاء کار اور دین حق کی پاسبانی کے لئے اللہ جل شانہ کے ہاتھ فروخت ہوجانے والی امت ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰى مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَــنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَيَقۡتُلُوۡنَ وَيُقۡتَلُوۡنَ (التوبہ/۱۱۱)

”اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے جنت کے بدلے ان کی جان اور مال خرید لیا ہے وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں جس کے نتیجے میں مارتے بھی ہیں اور قتل بھی ہوتے ہیں“

پس جس کا جان اور مال خرید ا جاچکا ہو اس کو حق نہیں کہ وہ ایک لحظہ کے لئے اپنی لگائی گئی ڈیوٹی سے غافل ہوجائے، اللہ جل شانہ نے جو اس امت کو خیر امت کا عظیم لقب عطاء فرمایا ہے اس کی وجہ یہ نہیں کہ یہ امت سونے سے بنائی گئی جبکہ سابقہ امتیں تو مٹی سے بنی ہوئی تھیں، لہٰذا دھاتوں کے فرق نے امتوں کے امتیاز میں فرق پیدا کردیا، نہیں بلکہ اس امت کو ایک ایسے نبی سے شرف نسبت حاصل ہے جو راس الانبیاء بھی ہیں اور خاتم المرسلین بھی، اللہ جل شانہ نے ان پر سلسلہ نبوت کو ختم فرما کر دین حق کی پاسبانی کیلئے اُن کی امت کو چنا ہے، اس کا وصف امتیاز ”اخرجت للناس“ ہے اس کا فرض ”یدعون الی الخیر“ ہے، اس کی ذمہ داری ”یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر“ ہے یہ امت اللہ کا لشکر بھی ہے اور عباد الرحمان بھی لہٰذا امت اسلام کو خبردار رہنا چاہیے کہ حزب الشیطان نام بدل کر بھیس بدل

کراور طریقہ ہائے واردات بدل کراُس کے دین کومٹانے کی بھرپور کوشش میں ہے، مگر صورت حال یہ ہے کہ ہم رفتہ رفتہ غفلت کی چادر تان کراپنے فرض سے بے خبر ہوتے چلے گئے۔

آنکھیں کھولیں تو معلوم ہو کہ اپنے فرض میں سستی کہاں تک جا پہنچی ہے اوراس غفلت وسستی کا نتیجہ حزب الشیطان کی چستی و چابک دستی کی صورت میں ظاہر ہوا ہے، حیران کن یہ امر ہے کہ قرآن کریم نے عداوت اسلام میں جل بھن جانے والے جس گروہ کو ''شیاطین ''(البقرہ) کے نام سے متعارف کروایا ہےاور جن کی امت اسلام سے عداوت و نفرت ہر حد کو کراس کر چکی ہے، حفاظت اسلام کی ذمہ دار امت، اس حزب الشیطان کی نشاندہی، پہچان اور تلاش کے بارے میں ہی پوری طرح سے بے خبر ہیں، عوام نہیں ارباب علم اور خواص بھی قرآن حکیم کے بتائے نشانات پر غور نہیں فرمارہے، جس کی بدولت عوام میں تو یہاں تک غلط فہمی زور پکڑ گئی کہ خود دشمن اسلام کو ہی دین دار خیال کرنے لگ گئی جس کمزوری کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اس طبقہ نے سچے دین کو مشکوک بنانے کی یہاں تک حکمت عملی اور لمبی پلاننگ بنالی کہ وہ اللہ کے سچے دین کو امریکی اسلام اور ابلیسی فریب کاری کو حقیقی اسلام کے نام سے مشہور کرنے لگ گئے گویا وہ سچا دین جو حضرت آقائے نامدار ﷺ نے اُمت کو دیا وہ امریکی اسلام ہے کیونکہ اُس کو نقل کرنے والے تو سارے کے سارے العیاذ باللہ (نقل کفر کفر نباشد) مرتد ہو گئے تھے بس تین یا چار حقیقی دین والے بچے تھے مگر وہ بھی ایک دوسرے سے اپنا دین، علم وغیرہ ایسے طور پر چھپائے ہوئے تھے کہ اُن کو آپس میں ایک دوسرے سے بیان کرتے تو وہ اُس خاص علم بیان کرنے والے کو قتل کر دیتے پھر وہ حقیقی دین والے بھی تقیہ کے نام سے جھوٹ بولتے تھے جس پر اُن کو باقاعدہ اجر وثواب ملتا تھا اور یہ جو پوری دنیا میں اللہ اکبر کے جملے سے شروع ہو کر لا الہ الا اللہ کے جملہ پر مکمل ہو کر ۱۰ جملوں پر مشتمل اذان ہے یہ بھی امریکی اسلام ہے اور حقیقی اسلام تو وہ ہے جو ربڑ کی طرح سے کبھی سکڑ جانے والی اور کبھی لمبی سے لمبی ہو جانے والی اذان کی صورت میں مختلف جملوں کے ساتھ دی جاتی ہے۔

''امریکی اسلام بمقابلہ حقیقی اسلام''

اِس بارے میں کوئی دورائے امت اسلام میں نہیں ہیں کہ قرآن پاک ایسا یقینی علم ہے جس سے حق و باطل کو صاف صاف جدا اور علیحدہ کیا جا سکتا ہے جن لوگوں نے اسلام کے مقابلہ میں ایک دوسرا اسلام وضع کیا مسجد کے مقابلہ میں ایک دوسری مسجد بنائی اور صورت وحی نبوت کے مقابلے میں ایک اور وحی ایجاد کی قرآن کریم نے ان کی صاف صاف

نشانیاں، علامات واوصاف بیان فرد یے ہیں جن پر معمولی غور کرنے سے مطلع پوری طرح صاف ہو جاتا ہے مگر کما حقہ اِس طرف متوجہ نہ ہونے کی وجہ سے دین حق کے مقابلے میں وضع کیا جانے والا دین رفتہ رفتہ ایک دین کے نام سے معروف ہوتا چلا گیا ماضی میں کیا ہوا؟ اسے فی الحال چھوڑ کر حال پر نظر ڈالئے آپ دیکھیں گے کہ حقیقی اسلام اور امریکی اسلام کی اصطلاح پورے زور سے جڑیں پکڑتی نظر آئے گی جس میں صاف صاف یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ آفتاب نبوت طلوع ہوا تو جہالت تھی آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور جہالت جوں کی توں عروج پر تھی وہ لوگ جو اسلام میں داخل ہوئے وہ تو بس جنگ، قتل وغارت، مال غنیمت کی ہوس، دولت زیادہ کرنے کی حرص اور دوسروں کے ملکوں پر قبضہ جمانے اور ان کی عورتوں کو زبردستی لونڈیاں بنانے میں مصروف رہے اُن کو علم حاصل کرنے کی کہاں فرصت ملی؟

پھر تین صدیوں کے بعد لوگ ہوش میں آئے اور علم حاصل کرنے کا شوق ہوا تو وہ سب کچھ گم ہو چکا تھا جو اللہ کے نبی لے کر تشریف لائے تھے، قرآن لائے تو وہ بڑی محنت سے حضرت علیؓ نے لکھا جسے حکمران پارٹی نے قبول ہی نہ کیا لہٰذا وہ بارھوویں امام معصوم صاحب لے کر غار میں تشریف لے گئے، حدیث شریف تھی تو حضرت علیؓ کی لوگوں نے کہاں سنی جو حدیث دنیا میں پھیل سکتی وہ تو حدیث کو اپنے دور اقتدار میں بھی نافذ نہ کر سکے تراویح ہی کو لے لیجئے حضرت علیؓ نے تو اسے روکنے کی بھرپور کوشش کی مگر کیا کرتے لوگ ہی نہ مانے، لہٰذا وہ اسی طرح جاری وساری رہی بلکہ تراویح کا کیا وہ تو فدک کا باغ اپنے پورے زمانہ اقتدار میں حضرت فاطمہؓ کی اولاد کو نہ دے سکے، جس پر اتنا بڑا طوفان برپا ہے کہ فدک حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو نہ دینے والوں سے وہ ایسی ناراض ہوئیں کہ دنیا سے تشریف لے گئیں اور آخری وقت بھی راضی نہ ہوئیں وجہ صرف یہ تھی کہ انہوں نے فدک کا باغ اُن کو نہ دیا تھا مگر اب کیا کیا جائے کہ جیسے فدک پہلے حاکموں نے حضرت فاطمہؓ کو نہ دیا حضرت علیؓ کے زمانے میں وہ باغ موجود تھا وہ وقت کے حاکم تھے پھر بھی وہ باغ اولاد فاطمہؓ کو نہ دیا اب اس پر اولاد فاطمہؓ حاکم وقت سے ناراض ہوئے اور وہ وقت وفات تک ناراض رہے یا نہیں؟ یہ الگ مسئلہ ہے، یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ انہوں نے باغ اولاد فاطمہ کے حوالے نہیں کیا تھا، یہ ایک خفیف سی جھلک اُس اسلام کی ہے جو بلکل اصلی اور حقیقی اور کھرا اسلام ہے، جس کے مطابق صرف امام ہی غائب نہیں قرآن بھی غائب ہے نہ ثقل اول ہے نہ ثقل ثانی۔

جب کہ صحابہ کرام سے لے کر تا حال قرآن، حدیث اور رحمت عالم ﷺ کا حال وقال پوری حیات طیبہ کا لحظہ لحظہ جن کے پاس محفوظ ومعمول ہے وہ تو امریکی اسلام ہے۔

”حقیقی اسلام کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں“

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جن میں اللہ کا گھر اور رسول اکرم ﷺ کا مسکن ریاض الجنۃ آباد ہے وہاں کا دین تو امریکی ٹھہرا پھر حقیقی اسلام کون سا ہے؟ میڈیا اور مال وزر کی طاقت نے جس دین کو حقیقی اسلام اور اسلامی انقلاب کا لبادہ پہنایا ہے ذرا اس کی ایک مختصر سی جھلک ملاحظہ فرمائیں

ا۔ یہ دین بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ’بدا‘ ہوتا ہے، چنانچہ اِس دین کے اصول اور عقائد کو باقاعدہ روایات کے زیرسایہ بیان کرنے والی کتابیں مستقل طور پر کتاب التوحید میں ”بدا“ کے نام سے باب قائم کرتی ہیں اور پھر اس کو ثابت کرنے کیلئے روایات کی بھرمار ہوتی ہے کتب اربعہ میں اول درجہ کی کتاب اصول کافی ہے جس میں کتاب التوحید کا ایک مستقل باب ”باب البدا“ کے نام سے قائم ہے، اس دین کے خاتم المحدثین اور بے شمار القاب سے نوازے جانے والے ملا باقر مجلسی نے جو ۱۱۰ جلدوں پر مشتمل ”بحارالانوار“ لکھی ہے اس کی جلد نمبر ۴ میں کتاب التوحید کے تحت تیسرا باب ”بدا“ کے نام سے مرتب کیا ہے جو صفحہ نمبر ۹۲ سے شروع ہو کر صفحہ نمبر ۱۳۴ پر جا ختم ہوتا ہے جس میں ۷۰ روایات ہیں گویا ان کے بقول ۷۰ معصوم حضرات کے ایسے ارشادات بیان ہوئے ہیں جو کہ مفترض الطاعۃ ہیں یعنی جن کی اطاعت کرنا فرض ہے اور وہ اعلان کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ’بدا‘ ہو جاتا ہے، نمونہ کے طور پر صرف چند روایات ذکر کی جاتی ہیں۔

ا۔ **علی بن ابراهیم.... ”وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمره الا فی کتاب“** یعنی یکتب فی الکتاب: (نقل کر کے کہتے ہیں کہ) اس آیت میں ’بدا‘ کا انکار کرنے والوں کا رد ہے (بحارالانوار ۱۱/۴/۱۰۱)

۲۔ (امام رضا سے) اللہ تعالیٰ کسی نبی کو اس وقت تک مبعوث نہیں فرماتا۔۔۔ جب تک کہ وہ بدا کا اقرار نہ کرے (بحار الانوار ۲۵/۴/۱۰۸)

۳۔ ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ کسی نبی کو ہرگز نبوت نہیں ملتی یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کیلئے ۵ چیزوں کا اقرار کرے، ان پانچ چیزوں میں پہلی چیز بدا ہے (بحارالانوار ۲۳/۴/۱۰۸)

۴۔ (ابو عبداللہ) اللہ تعالیٰ کو کسی چیز میں ایسا بدا نہیں ہوا جیسا کہ میرے بیٹے اسماعیل کے بارے میں اللہ کو بدا ہوا ہے (بحارالانوار ۶۹/۴/۱۲۲)

یہ بات واضح رہے کہ ’بدا‘ کا عقیدہ اسلام کے دعویداروں میں صرف اسی گروہ کا امتیازی وصف ہے چنانچہ وہ خود اعلان کرتے ہیں کہ **اعلم ان البداء مما ظن ان الامامیۃ قد تفردت به** (بحارالانوار ۴/۱۲۳)، حاصل عبارت یہ

ہے کہ بدا کا عقیدہ رکھنے میں امامیہ دین باقی ادیان رکھنے والوں سے منفرد و ممتاز ہے۔

’’بدا کی تعریف‘‘

مگر ’’بدا‘‘ کا حاصل کیا ہے؟ سادہ سا مفہوم یہ ہے کہ ایک چیز پہلے چھپی ہوئی تھی بعد میں ظاہر ہوئی، کام کا پتہ تھا پر انجام پہلے چھپا ہوا اور مخفی تھا بعد میں علم ہوا، اس کو بدا کہتے ہیں اللہ جل سبحانہ وتقدس کیلئے ’’بدا‘‘ کا عقیدہ رکھنے کا یہ مطلب ہوا کہ کچھ چیزیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے بھی مخفی ہوتی ہیں جو بعد میں اللہ پر ظاہر ہوتی ہیں جب ظاہر ہوتی ہیں تو پھر اللہ پاک اپنے اُن فیصلوں کو بدل دیتا ہے جو اس چیز کے بارے میں پہلے کئے تھے۔

راقم کا ذکر کردہ ’’بدا‘‘ کا مفہوم کوئی اپنا تراشہ ہوا نہیں بلکہ امامیہ دین کے ہاں بھی بدا کی یہی تعریف ہے، بحار الانوار کے باب البداء جلد۴ پر زیر حاشیہ درج ہے

البداء بالفتح والمد فی اللغته ظهور الشی بعد الخفاء و حصول العلم بعد الجهل

کہ بدا (فتح و مد کے ساتھ) کا لغوی معنی کسی شے کا مخفی ہونے کے بعد ظاہر ہونا اور جہالت کے بعد اس کا علم حاصل ہونا ہے (بحار ر ج ۴ر ص ۹۳ ر تحت الحاشیہ)

امامیہ دین نسخ کو بھی بدا میں شامل قرار دیتا ہے، چنانچہ بحار کے کتاب التوحید باب ۳ میں بدا کے ساتھ نسخ کا لفظ بھی نتھی ہے اور ان کے عقائد کی کتابوں میں یہی کچھ درج ہے

والنسخ ایضا داخل فی البدآء کما صرح به الصدوق فی کتاب التوحید و الاعتقادات (ایضا)

’’اور نسخ بھی بدا میں داخل ہے جیسا کہ کتاب التوحید ولاعتقادات میں شیخ صدوق نے اس کی صراحت کی ہے‘‘

کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض احکام اس لئے منسوخ فرمائے کہ وہ پہلے اُن احکامات کے نتائج سے جاہل تھا اور وہ احکام ذاتِ حق سے پہلے مخفی تھے بعد میں ظاہر ہوئے؟ ایسی خرافات تو ذات باری کا کوئی دشمن ہی کہہ سکتا ہے۔

امامیہ دین اپنے عقیدہ بدا کو ثابت کرنے کیلئے روایات کا انبار لگاتا ہے ۷۰ روایات تو صرف اس ایک کتاب میں مختلف جگہوں سے جمع کردی ہیں، ارباب علم ملاحظہ فرما کر اس دین کا حقیقی چہرہ دیکھ سکتے ہیں۔

یہاں صرف ۲ باتیں وہ بھی بہت مختصر عرض کی جاتی ہیں، ملاحظہ فرمائیں

۱۔ بحار الانوار میں باب البداء کی ۳۹۔۶۰ اور ۶۱ نمبر کی ملتی جلتی روایات میں درج ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے شیعوں کو

بتایا تھا کہ بس ستر سال تک تمہارے لئے مشکلات ہیں پھر آسانیاں اور موجیں ہی موجیں ہوں گی مگر یہ وعدہ وفا نہ ہوا ابو حمزہ ثمالی جو روای ہیں اس نے امام ابو جعفر سے پوچھ لیا کہ حضرت یہ وعدہ تھا جو وفا نہ ہوا تو امام صاحب نے وضاحت کی کہ ثمالی ''اِن اللہ تعالیٰ وقت ھذا الامر فی السبعین'' اللہ تعالیٰ نے تو اس ''امر'' (یعنی مشکل کے بعد آسانی) کا وقت یہی سنہ ستر مقرر فرمایا تھا مگر ''فلما قتل الحسین''پس جب حضرت حسین قتل کر دیئے گئے تو اللہ تعالیٰ کو زمین والوں پر سخت غصہ آ گیا اور آسانی کا سابقہ حکم بدل دیا اور ۱۴۰ھجہ کا سن مقرر کیا مگر تم نے ہی اس راز کو اوٹ کر دیا اور اس بات کو پھیلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ناراض ہو کر اِس وعدہ کو بھی بدل دیا اور تمہاری آسانی کا کوئی وقت اب مقرر ہی نہیں کیا۔(ملخص) (گویا اللہ تعالیٰ کو کیا پتہ تھا کہ لوگ حضرت حسینؓ کو قتل کر دیں گے/راقم)

اس سے ملتی جلتی متعدد روایات ''بحار الانوار'' کے اس باب میں موجود ہیں جس میں یہ بات بڑی واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ ''شہادت حسین'' اور لوگوں کے اِس وعدہ ''رُخاء'' کو پھیلا دینے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو ''بدا'' ہو گیا تھا اور ''حصول العلم بعد الجھل '' کا معاملہ ہو گیا، وعدہ کرنے سے پہلے تک اللہ تعالیٰ کو معلوم ہی نہ تھا کہ ۶۱ھجہ میں لوگ حضرت حسینؓ کو شہید کر دیں گے ورنہ پتہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ وعدہ ہی نہ فرماتا کہ تم نے تو میرے محبوب کے نواسہ کو شہید کر دینا ہے میں مشکل کے بعد آسانیوں کا دروازہ تمہارے لئے کیسے کھول دوں؟ وغیرہ، یہاں قابل غور تو کافی باتیں ہیں مگر تفصیل کا یہ موقعہ نہیں ہر اللہ اور رسول پر ایمان رکھنے والا بندہ خدا کو حاضر ناظر جان کر اپنے دل سے ہی پوچھ لے کہ توحید پر ایمان لانے کا یہی معیار اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دیا ہے؟ اور یہ عقیدہ کیا واقعی خالص ایمان ہے؟

۲۔امامیہ دین کے مطابق امام جعفر صادق نے اپنے بڑے صاحبزادے اسماعیل کو اپنے بعد امام مقرر کیا مگر پھر اسماعیل سے ایسا کچھ سرزد ہو گیا کہ امامت سے معزول کر کے اس کی جگہ موسیٰ کو امام بنا دیا گیا، جب اس بارے میں امام جعفر صادق سے پوچھا گیا کہ یہ کیا ہوا؟ امام تو آپ کے بعد اسماعیل تھا؟ اس پر امام جعفر صادق نے اُن کو ''بدا'' کا عقیدہ سمجھایا کہ کچھ عقل کو ہاتھ مارو اور اعتراض سے باز رہو اب اللہ کے حکم سے میں نے اسماعیل کو اپنے بعد امام مقرر کیا لیکن اللہ کو ''بدا'' ہو گیا اور بعد میں اللہ پر یہ بات کھلی کہ نہیں نہیں امام جعفر کے بعد تو موسیٰ کو امام بنانا تھا، سو اس نے فیصلہ تبدیل کر دیا اب اسماعیل کے بارے میں اللہ کو بدا ہو گیا ہے تو اس میں میرا کیا قصور؟ لہٰذا اپنے عقیدے ''بدا'' کو سمجھو اور جان لو کہ جیسا اللہ تعالیٰ کو میرے بیٹے اسماعیل کے بارے میں بدا ہوا ایسا اور کسی چیز کے بارے میں نہیں ہوا۔

اس مذکورہ مضمون کے بارے میں بحار کے متن اور حاشیہ میں درج روایات کا خلاصہ اپنے سادہ سے عام الفاظ میں ہم

نے پیش کیا ہے تا کہ پورا ماحاصل ذہن نشین ہو جائے۔اصل عبارات بحار الانوار ج ۴ باب البدا کے تحت ملاحظہ کی جا سکتی ہے،ہم نے طوالت کے خوف سے عبارات کو چھوڑ دیا ہے۔بدا کی تعریف ''**ظهور الشي بعد الخفاء و حصول العلم بعد الجهل**'' (یعنی کسی چیز کا پہلے مخفی ہونے کے بعد ظاہر ہونا اور جہل کے بعد علم ہونا) اوراوپر درج کئے گئے صرف ۲ واقعات جو امامیہ دین نے اپنے بنائے ہوئے مفترض الطاعۃ معصوم اماموں سے بہت ساری روایات کی صورت میں نقل کئے ہیں ان کو دیکھنے سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ بعض چیزیں اللہ تعالیٰ سے مخفی ہوتی ہیں جو بعد میں ظاہر ہوتی ہیں اور بعد میں پتہ چلتا ہے کہ اصل میں تو یہ ہونے والا تھا جس کا مجھے پتہ نہ تھا،اسی مجبوری کے تحت اللہ تعالیٰ کو اپنے بعض فیصلے تبدیل کرنا پڑتے ہیں جیسا کہ مشکل کے بعد آسانی کا فیصلہ شہادت حسینؓ اور ''کتمان'' پر عمل نہ کرنے کی بدولت تبدیل کر دیا گیا اور اسماعیل کو امامت سے معزول کر کے اس کی جگہ موسیٰ کو معصوم امام بننے کا تحفہ عنایت فرمایا گیا امامیہ دین مذید ایک قدم آگے رکھتے ہوئے یہ بھی کہتا ہے کہ قرآن پاک کی آیات اور دین کے متعدد احکام جو اللہ تعالیٰ نے منسوخ فرمائے ہیں وہ بھی ''بدا'' کی بنا پر ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے معلوم نہ تھا کہ یہ آیت نازل کرنی ہے یا نہیں بعد میں جب پتہ چلا تو اس کو منسوخ کر دیا۔

مذید کچھ عرض کرنے کی بجائے امت اسلام کو دعوت فکر دیتے ہوئے عرض گزار ہیں کہ خود ہی غور فرما کر کوئی فیصلہ فرمائیں کیا آقائے نامدار کا کوئی امتی یہ بھی سوچ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر بھی بعض باتوں یا چیزوں سے ناواقف اور جاہل ہے؟؟؟ (العیاذ باللہ ونعوذ باللہ) اگر یہ عقیدہ اسلام ہے تو پھر ''زندیق'' کس کو کہتے ہیں؟

''امامیہ دین کی ٹوٹل اساس''

''بدا'' کی اس مختصر وضاحت سے آپ کو کچھ اندازہ ہو گیا ہوگا کہ دین الٰہی نے جو اپنے اللہ سے محبت سکھائی اور اس کے کمال کا ذکر کیا تو مقابلے میں وضع ہونے والے دین نے کس طرح اللہ کے کمال کو عیب دار بنانے کی کوشش کی اور ذات حق سے اپنی عداوت کا اظہار کیا،یہی ہے وہ دین جسے حقیقی اسلام کے نام سے پورے زور کے ساتھ متعارف کروانے کی کوشش کی جارہی ہے جس کے دامن میں سوا اللہ کے سچے دین سے بغض رکھنے اور اسے امریکی اسلام کہہ کر بدنام کرنے جبکہ حزب الشیطان اور بانیانِ ''ضرار'' کے وضع کئے ہوئے دین کو حقیقی اسلام کہہ کر حزب الشیطان اور اس کے وضع شدہ دین سے محبت کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں:اعترافی بیان ملاحظہ فرمائیں

تقویم الشیعہ میں امامیہ دین کے پیشوا لکھتے ہیں کہ

لیس الدین فی اعتقاد ناسوا الحب و البغض (تقویم الشیعہ ۶/)

یعنی شیعہ دین کے مطابق سوا دعویٰ محبت اور اعلان تبرا و بغض کے ان کے پاس کچھ بھی نہیں

امر واقعہ بھی یہی ہے کہ اس دین میں جو کچھ بھی ہے وہ صرف اُن نفوس قدسیہ سے عداوت، بغاوت، دشمنی اور اظہار نفرت ہی ہے جنہوں نے کتاب خدا کو صحرائے عرب سے لے کر دنیا کے آخری کنارے تک نہ صرف پہچایا اور پھیلایا بلکہ اللہ کی زمین پر اس کتاب کے دیئے نظام کو عملاً نافذ کردیا اب اس جماعت سے اظہار نفرت کا ایک طریقہ تو یہ تھا کہ نبی کے شاگرد چونکہ دین کے پہرے دار تھے لہٰذا ان کی اس عظیم دینی خدمت اور حزب الشیطان کی بربادی کو جرم بتا کر خوب تبرا کیا جاتا، مگر یہ بات تو اہل اسلام کو کفار کے خلاف مذید غضب ناک کرنے والی تھی جبکہ کفار کا مقصد اصلی اپنی کفریہ پارٹی کو بچانا تھا لہٰذا بلکل اس شاطر چور اور مکار رہزن کی طرح جو چوری کر کے اگلے دِن متلاشانِ چور کے ساتھ کھڑا ہو کر سب سے زیادہ ٹسو بہاتا روتا اور واویلا کرتا ہے کہ فلاں کو پکڑو وہ چور ہے، گویا وہ سب سے زیادہ شور مچا رہا ہوتا ہے یہ مثال تو عام ہی ہے کہ چور مچائے شور چور چور، اس اصول کا زمین خدا پر سب سے زیادہ کامیاب اور پائیدار طریقے سے استعمال امامیہ دین نے کیا ہے جس کے مطابق نبی پاک ﷺ کی جماعت کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور وہ حضرات جن کے دم سے بالخصوص یہودیت کو خون کے آنسو رونا پڑے، ان کے لئے خدا کی زمین تنگ سے تنگ ہوتی چلی گئی، حتی کہ ان کی نسل تک ختم ہونے کے قریب پہنچ گئی ان کفار پر خدا کا قہر بن کر گرنے والے نبی کے شاگردوں کی ایک پارٹی بنائی، چونکہ اللہ کے دین نے صحابہ کرام کی تربیت ہی کچھ اس ادا سے فرمائی تھی کہ اللہ کے دشمنوں کیلیے وہ قہر خدا تھے، تلوار بے نیام تھے، اللہ کا انتقام تھے خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''**اشدء علی الکفار**'' اس لئے اس جماعت کو اکثریتی پارٹی بلکہ غالب اکثریتی پارٹی بنایا اس کے مقابلے میں صرف ۳ چار اصحاب اور حضرت علیؓ کو کھڑا کیا یہ دوسری پارٹی ہوئے، اب اِن دونوں میں کچھ اس طرح کا مقابلہ پیش کیا کہ حضرت علیؓ کو تو فاتح کائنات انبیاء سے افضل، صاحب معجزات، **عالم ما کان و ما یکون** آخر الزمان نبی کا بھی مددگار، حتی کہ رازق کائنات، ناصر انبیاء، مالک امور تکوینیہ، قاسم جنت و نار بلکہ اللہ یا اس سے بھی کچھ اوپر تک پہنچا دیا، تا کہ اگر کوئی شخص آل رسول، اہلبیت پیغمبر سے محبت سے سرشار ہو کر ان کے ساتھ مل جائے تو ''مسیح ابن اللہ'' کے دعوائے محبت کی طرح اس روپ میں ان کو کفر کی سرحد پار کروا دی جائے، اس سلسلہ کی براہِ نمونہ چند روایات پر سرسری سی نظر ڈال لیں۔

”ولایت علی قرآن سے نکال دی گئی“

ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار جلد ۳۵ پر دوسرا باب حضرت علیؑ کے اسماء اور اس کی علل کا قائم کیا ہے اس باب کی ۱۲ نمبر روایت میں درج ہے،

کہ میں نے مصحف ابن مسعود میں آٹھ مقامات پر علی کا نام لکھا ہوا دیکھا اور الکافی میں دس مقامات پر علی کا نام لکھا ہوا پایا جس کی آگے تفصیل درج کی ہے کہ

۱۔ابوبصیر عن ابی عبداللہ،قرآن پاک کی آیت ”ومن یطع الله و رسوله (فی ولایته علی و لائمته من بعده) فقد فاز فوزا عظیما“اس طرح نازل ہوئی تھی۔

۲۔یہی روای اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل کرتا ہے فستعلمون من هو فی ضلال مبین (یا معشر المکذبین حیث اتاکم رسالته ربی فی علی و الائمته من بعده) یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی۔

۳۔یہی صاحب ناقل ہیں،سال سائل بعذ اب واقع للکافرین (بولایته علی)لیس له دافع امام نے یہ آیت اس طرح تلاوت کی، پھر امام نے روای کو اللہ کی قسم کھا کر بتایا کہ اس طرح یہ آیت لیکر جبرئیلؑ محمد ﷺ پر نازل ہوا تھا۔

۴۔(عمار۔۔۔۔عن منخل)امام ابوعبداللہ سے نقل کرتا ہے کہ جبرئیلؑ یہ آیت یوں لے کر محمد ﷺ پر نازل ہوا تھا ”یا ایها الذین اوتو الکتاب امنوا بما نزلنا علی عبدنا (فی علی) نورا مبینا“۔

۵۔جابر ابوعبداللہ سے نقل کرتا ہے کہ یہ آیت جبرئیلؑ محمد ﷺ کے پاس اس طرح لائے تھے و ان کنتم فی ریب ممانزلنا علی عبدنا (فی علی ابن ابی طالب) فاتوا بسورة من مثله(البقرہ/)

۶۔ابوحمزہ،ابوجعفر سے نقل کرتا ہے،کہ جبرئیلؑ یہ آیت یوں لائے تھے،فابی اکثر الناس (بولایته علی)الا کفورا.

۷۔جابر ابوجعفر سے نقل کرتا ہے،یہ آیت یوں نازل ہوئی تھی ولوانهم فعلوا ما یوعظون به (فی علی) لکان خیر لهم۔

۸۔انہی سے روایت ہے کہ جبرئیلؑ اس طرح یہ آیت لے کر اترے تھے وقل جاء الحق من ربکم (فی ولایته علی) فمن شاء فلیوء من و من شاء فلیکفر انا اعتدنا لظالمین (لآل محمد) نارا۔

۹۔انہی سے منقول ہے کہ جبرئیلؑ یہ آیت یوں لے کر اترے تھےان الـذین ظلموا (آل محمد حقهم) لم يكن اللـه ليغـفرلهم..... قد جاء ئكم الرسول بالحق من ربكم (في ولايته علي) فامنوا خيرلكم وان تكفروا (بولايته علي) فان لله ما في السموات و لارض۔

۱۰۔ابوالحسن الماضی سے منقول ہےانا نحن نزلنا عليک القرآن (بولايته علي) تنزيلا (آیت یوں اتری)۔

۱۱۔محمد بن سنان امام رضاء سے نقل کرتا ہے کبـر علي المشركين (بولايته علي) ما تدعوهم اليه (يا محمد من ولايته علي)۔

۱۲۔اور میں نے کتاب المنز ل میں پایاامام باقر سے منقول ہے کہ بـئـس مـااشتـروا به انفسهم ان يكفروا بما انزل الله (في علي) یوں تھی۔

۱۳۔انہی سے منقول ہے،واذا قيل لهم ماذا انزل ربكم (في علي) قالوا اساطير الاولين۔

۱۵۔عیسیٰ بن عبداللہ۔۔۔۔۔اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں کہتے ہیں کہ يـا ايهـا الـرسـول بلغ ما انزل اليک (فـي عـلـي) و ان لم تفعل (عذبتک عذاباً اليما) (یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی)،پس میرے دشمن نے ''علی'' کا نام اڑا دیا۔

(بحارالانوار جلد ۳۵ر صفحہ ۵۷۔۵۸ر روایت نمبر ۱۲)

(نوٹ) قرآن پاک کی آیات میں جو تحریف کا عقیدہ ان شیعہ روایات میں درج ہے وہ ان قرآنی آیات کو دیکھتے ہی معلوم ہو جائے گا بریکٹ کے درمیان لکھے ہوئے الفاظ موجودہ قرآن مجید میں نہیں ہیں لہٰذا ان روایات کے طبل پر یہ نقارہ بجالیا جا رہا ہے کہ ان الفاظ کو قرآن سے نکال دیا گیا ہے۔

''رسولوں کا ولایت علی پر ایمان لانا''

بحار کی جلد ۲۶ صفحہ ۲۶۷ سے ایک باب تـفـضيلهمؑ علي الانبياء و ميثاقهم عنهم و عن الملائكه شروع ہوتا ہے جو صفحہ ۳۱۹ تک پھیلا ہوا ہے،جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس باب میں غلو کی ہر حد کراس کی گئی ہے قرآن پاک کا من گھڑت معنی بیان کرتے ہوئے اس باب کی ۶۳ نمبر روایت میں ''واذا اخـذ الله ميثاق النبين'' کو نقل کر کے اعلان کیا گیا ہے کہ ''ولتـنـصـرنه'' کا مطلب ''وصیۃ امیر المؤمنین'' ہے یعنی آیت میں لفظ ''ولتـنـصـرنه'' سے مراد رسول

اللہ ﷺ کے وصی امیر المؤمنین ہیں اس روایت میں مذید لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی یا رسول کو اس وقت تک نبوت و رسالت نہیں دی جب تک کہ ان سے محمد کی نبوت اور علی کی امامت کا عہد نہ لے لیا ہو۔

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۷۶ میں انبیاء سے عہد لینے کا ذکر ہے کہ تمہارے دور نبوت میں ''رسول'' آ جائے جو کہ تمہارے اوپر اترے ہوئے دین کی تصدیق کرے تو تم ضرور اس رسول پر ایمان لے آنا اور اس کی نصرت کرنا، آیت میں ''وصی رسول'' یا امیر المؤمنین یا علی کا لفظ یا کسی لفظ سے اس کا اشارہ تک موجود نہیں بلکہ ''لتؤمنن به و تنصرنه....'' میں واحد کی ضمیر ہے جس کا پیچھے مرجع اکیلا لفظ رسول ہے، مگر امامیہ کا باوا آدم ہی نرالا ہے وہ کہتے ہیں کہ ''لتؤمنن به'' کی ضمیر جب ''رسول'' کی طرف لوٹے گی تو اس وقت وہ ''رسول، محمد'' ہوگا مگر ''وتنصرنه'' کی ضمیر اسی ''رسول'' کی طرف لوٹے گی تو وہی ''رسول'' اب علی بن جائے گا۔

اس مضمون کی دو چار نہیں بلکہ صرف اسی زیر بحث باب میں ۶۷ روایات درج ہیں، باقی کتاب اور دیگر ۱۰۹ جلدوں کی اس مضمون پر مشتمل روایات ان کے علاوہ ہیں جو بس یہی اعلان کرتی جا رہی ہیں کہ علی انبیاء سے افضل ہیں، اور انبیاء کو جیسے اللہ کی توحید اور محمد ﷺ کی نبوت کا اقرار کرنا پڑا ہے ویسے ہی علی کی ولایت کا اقرار بھی ان پر لازم قرار دیا گیا تھا اور جب تک ولایت علی کا وہ اقرار نہ کر لیتے ان کو نبوت و رسالت کا منصب جلیل نہیں دیا جاتا تھا، پھر بات صرف روایات ہی تک نہیں بلکہ اس دین کے پیشوا کلینی اور مجلسی سے خمینی تک سب نے بیک زبان یہی اعلان کیا ہے کہ ہمارے اماموں کو جو مقام و درجہ حاصل ہے وہاں تک نہ کوئی نبی مرسل پہنچ سکتا ہے اور نہ ملک مقرب۔ گویا یہ عقیدہ ہے جس کی اساس وہ روایات ہیں جو ان کے بقول معصوموں کی زبان سے جاری ہوئی ہیں چنانچہ اس باب کی روایت ۱۶۷ اور ۲۷ میں درج ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

یا علی انت خیر البشر لا شک فیه الا کافر

اے علی آپ خیر البشر ہیں اس میں کافر کے سوا کسی کو شک نہیں

۶۸ روایت میں ہے کہ اللہ کے حکم سے معراج کی رات انبیاء سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تم کس عقیدے پر مبعوث کیئے گئے ہو تو سب نے بیک زبان جواب دیا و لایتک و ولایته علی بن ابی طالب آپ اور علی کی ولایت کے عقیدے پر ہم مبعوث کیئے گئے ہیں۔

قرآن پاک کی آیت وسئل من ارسلنا من قبلک کے تحت اس کے ہم معنی بہت ساری روایات کو ملا باقر مجلسی

نے نقل کیا ہے، بلکہ بحار الانوار کی جلد ۲۶ کے صفحہ ۲۹۷ پر یہاں تک لکھ دیا کہ اماموں کے انبیاء پر افضل ہونے کی روایات بے حساب ہیں،"والاخبار فی ذالک اکثر ن ان تحصیٰ" ۔اور جس باب "تفضیلهم علی الانبیاء" کا ذکر ہوا وہ ۵۰ سے زائد صفحات پر پھیلا ہوا ہے اس میں روایات کی بھر مار کرنے کے بعد کہتا ہے کہ اس باب میں بہت تھوڑی سی روایات ہم نے ذکر کی ہیں "اوردنافی هذا الباب قليلاً منها" مطلب یہ ہوا کہ اماموں کے انبیاء سے افضل ہونے کی روایات اتنی زیادہ ہیں کہ ۵۰۔۶۰ صفحات میں ان روایات کا قلیل سا عدد ہی آتا ہے،اب ہر ذی عقل آدمی اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس مسئلہ پر روایات کا ذخیرہ کتنا وسیع ہوگا پس اسی بنا پر مجلسی کہتا ہے کہ "وكون ائمتنا افضل من سائر الانبياء هو الذی لا يرتاب فيه من تتبع اخبارهمؑ على وجه الاذعان و اليقين"۔(بحار الانوار، جلد ۲۶، صفحہ ۲۹۷)

ہمارے امام تمام انبیاء سے افضل ہیں، یہ وہ عقیدہ ہے جس میں اماموںؑ کی روایات پر پختہ یقین رکھنے والا شک نہیں کر سکتا۔

بلکہ مختلف مقامات پر جو اس حوالے سے ابواب قائم کئے ان میں "باب انهم اعلم من الانبياء، باب انهم كلمته الله، باب بدأو انوارهم، ابواب فضائل امير المومنين و فاطمةؑ" وغیرہ ابواب شامل ہیں جس میں امام کو انبیاء سے زیادہ علم رکھنے والا، اللہ کا کلمہ وغیرہ قرار دیا جس میں بے شمار روایات لائی گئی ہیں۔

"بعض نبیوں نے ولایت علی کو نہ مانا"

امامیہ دین کا صرف یہ عقیدہ نہیں کہ علی انبیاء سے افضل ہیں بلکہ انبیاء کو نبوت یا رسالت ملتی ہی علی کی ولایت ماننے اور اس کا اقرار کرنے سے ہے چنانچہ ایسی ان گنت روایات ہیں جو بتا رہی ہیں کہ انبیاء سے ولایت علی کا اقرار کروایا گیا ایسا بھی ہوا کہ بعض انبیاء نے ولایت علی میں کچھ شک کیا یا انکار کیا جس پر وہ گرفتار مصائب ہوئے چنانچہ متعدد روایات میں یہ اعلان نشر کیا گیا ہے کہ حضرت آدمؑ کو جو خلد بریں سے نکالا گیا اس کا باعث ان کا حضرت علی و آل پر حسد کرنا اور ولایت کا انکار کرنا تھا، بحار الانوار کی جلد ۲۶ باب نمبر ۷ کی روایت نمبر ۹ میں بھی یہی کچھ نقل کیا ہے، "فنظر اليهم بحسد ثم عرضت عليه الولايته فانكرها، کہ حضرت آدم نے ان کی طرف حسد کی نگاہ سے دیکھا پھر ان کے سامنے ولایۃ پیش کی گئی (تا کہ وہ اس کا اقرار کریں) تو انہوں نے ولایت کا انکار کر دیا (جس کی وجہ سے وہ جنت سے

نکال دیئے گئے) جنت سے نکالے جانے پر ان کو بہت ندامت ہوئی بہت روائے معافی مانگی اور ولایت کا اقرار کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت علی اور آل کے وسیلہ سے توبہ کی تب جا کر ان کو معاف کیا گیا۔ (ملخص)

حضرت یونسؑ بھی ان انبیاء میں سے ہیں جنہوں نے ولایت کا انکار کیا تھا جس کی وجہ سے اُن کو مچھلی کے پیٹ میں ڈال دیا گیا بلآخر ولایۃً امیر کو مانا اور عرض کیا" لاالہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین لانکاری ولایت علی بن ابی طالب " (ترجمہ: تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیری ذات پاک ہے بے شک میں ہی ظالموں میں سے تھا کہ میں نے علی بن ابی طالب کی ولایت کا انکار کیا) تب جا کر خلاصی ہوئی اور زندہ مچھلی کے پیٹ سے نکال لئے گئے ملاحظہ فرمائیں (بحار الانوار جلد ۲۶ / باب ۷ / روایت نمبر ۱۶ / صفحہ ۳۳۵)

اب جب انبیاء کے انکار ولایت پر سزا ملتی ہے تو ان کی امتیں کیوں کہ انکار ولایت پر سزا یاب نہ ہوں گی چنانچہ پہلی امتوں پر ولایۃً علی کا اقرار نہ کرنے پر مبتلائے عذاب ہونے کی کہانی بھی پورے اہتمام سے بیان کی جاتی ہے، چنانچہ بحار الانوار کے مذکورہ باب کی روایت نمبر ۱۱ میں قوم موسیٰ کا وہی واقعہ درج ہے جسے قرآن پاک نے نقل تو کیا ہے مگر بلکل مختلف، قرآن پاک تو بس ہر جگہ اللہ تعالیٰ کو ہی پیش کرتا ہے اس لئے قوم موسیٰ کے لوگ نزول توراۃ پر شک کرنے لگے کہ پتہ نہیں اللہ نے بھیجی ہے یا کہیں اور سے آئی ہے تب اللہ کے نبی منتخب ۷۰ بنی اسرائیلوں کو کوہ طور پر لے گئے، تا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے تورۃ پر ایمان لانے کا حکم خود اپنے کانوں سے سن لیں اور ان کو یقین آ جائے مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آواز کو سنا تو بول اٹھے " لن نؤمن لک حتیٰ نری اللہ جھرۃ " (ترجمہ: ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کو کھلے طور پر دیکھ لیں) اس گستاخی پر عذاب الٰہی اُن پر پڑا اور صاعقہ نے انکا کام تمام کر دیا، یہ تو قرآن کا مزاج ہے، امامیہ دین کہتا ہے نہیں جناب بات کچھ اور ہے وہ تو حضرت موسیٰؑ نے ان کے سامنے علی کی ولایت پیش کی تھی جس پر انہوں نے جواب دیا کہ " لن نؤمن لک ان ھذا امر ربک " ہم آپ پر بالکل اعتماد نہیں کریں گے اس ولایت علی کو پیش کرنے والے حکم رب میں یہاں تک کہ اللہ خود سامنے آ کر ہمیں علی کی ولایت پر ایمان لانے کا حکم دے، تب انکار ولایت پر وہ پکڑ لئے گئے۔ (ملخص)

انبیاء ہوں یا ان کی امتیں، ولایت علی کے بارے میں ان سے بہت کوتاہی ہوئی جس کی وجہ سے ان پر عتاب اترا آخر ولایت علی کوئی ایسی چیز تو ہے ناں کہ اس کے آگے تو وہ معصوم فرشتے بھی بے بس ہو گئے جو اللہ جل شانہ کے ایسے فرمانبردار ہیں کہ " لایعصون اللہ ما امرھم و یفعلون ما یوء مرون " وہ اللہ کا حکم پورا کرنے میں اس کی

نافرمانی نہیں کرتے اور وہ کر گزرتے ہیں جس کا انکو حکم دیا جاتا ہے، یہ فرشتے بھی ولایت علی کے بارے میں عتاب الٰہی سے نہ بچ سکے چنانچہ یہ دین بتاتا ہے کہ جیسے نبی انکار ولایت سے زیر عتاب آجاتے ہیں اگر فرشتہ ولایت علی پر ایمان لانے سے انکار کردے تو اس کو بھی نقد سزا دی جاتی ہے چنانچہ اس دین کے مفترض الطاعۃ امام ابوعبداللہ صاحب خبردار کرتے ہیں کہ فرشتوں کے سامنے امیر المؤمنین کی ولایت پیش کی گئی جس کو فرشتوں نے بخوشی قبول کرلیا مگر ایک فرشتے نے انکار کردیا جس کا نام فطرس تھا، اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ کے پر توڑ دیئے پھر جب حضرت حسینؓ پیدا ہوئے اور فرشتے مبارک باد دینے کے لئے آنے لگے تو فطرس نے التجاء کی کہ مہربانی کر کے مجھے بھی لے چلو تاکہ میں بھی حسینؓ کی ولادت پر مبارک باد پیش کرسکوں، حضرت جبرئیل راضی ہوگئے انہوں نے اپنے پر کے اوپر فطرس کو بٹھایا اور مبارک باد دلوانے ساتھ لے آئے، بارگاہ نبوت میں حاضری ہوئی تو حضرت جبرئیل نے آپ ﷺ سے درخواست کی اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے فطرس کے پر واپس دلوادیں ساتھ حضرت جبرئیل نے بھرپور سفارش کی تب اس سے ولایت علی کا اقرار لیا گیا، جو فطرس نے بخوشی کیا اور اُن کے نام کا وسیلہ دیا تب بار بار وسیلہ دینے سے معافی مل گئی اور اس کو دوبارہ اس کے پر مل گئے۔ (ملخص) (بحار الانوار/جلد ۲۶/باب ۸/روایت نمبر ۱۰/صفحہ ۳۴۷)۔

"علی، مرتبہ و مقام میں خاتم المرسلین کے برابر ہیں"

اس دین کے اس واضح عقیدے کی معمولی جھلک پیش خدمت ہے جس میں بتایا جاتا ہے کہ نبی و علی کے درمیان کوئی فرق نہیں چنانچہ

۱۔امامیہ دین کے مطابق کائنات سے ہزاروں سال قبل نبی و علی کو ایک ہی نور سے پیدا کیا گیا، امامیہ دین کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے جو محتاج دلیل نہیں، بے شمار روایات کا طومار اس عنوان پر موجود ہے۔

۲۔جیسے نبی کیلئے انبیاء سے اقرار لیا گیا علی کیلئے لیا گیا چنانچہ سورۃ آل عمران کی آیت "واذا اخذالله میثاق النبین" کے تحت روایات کا الگ جنگل آباد ہے کہ قرآن نے جو "رسول" کیلئے انبیاء سے عہد لیا اس سے مراد حضرت محمد ﷺ اکیلے نہیں ہیں اگرچہ یہاں علی کا نام نہیں اور قرآن علی کا نام ذکر نہیں کرتا تو نہ کرے مگر یہ عہد علی کیلئے بھی لیا گیا تھا، جیسا کہ کچھ روایات پہلے گزر چکی ہیں۔

۳۔جیسے نبی افضل البشر اور خیر البشر ویسے ہی علی افضل البشر و خیر البشر۔حضرت علی کے افضل البشر اور خیر البشر ہونے پر

بحارالانوار میں پورے پورے ابواب قائم ہیں جیسا کہ ہم اوپر عرض کرآئے ہیں۔

۴۔فرمان نبی ''انا و انت من شجرة واحدة'' ہم دونوں ایک ہی درخت سے ہیں۔۔۔ہم اللہ کی مخلوق میں سب سے افضل ہیں، ہم نہ ہوتے تو زمین آسمان، فرشتے، نبی کچھ نہ ہوتا (ملخص بحارج ۲۶، باب ۸، صفحہ ۳۵۰، روایت نمبر۲۳)۔

۵۔ انا و علی ابوا هذهِ الامته نبی علی دونوں امت کے باپ ہیں (ایضا، روایت نمبر۱۳)

الغرض نبوت اور ولایت علی ایسے منصب الٰہی ہیں جن کا وزن پبلسٹی کے طور پر اس دین میں برابر ہے، اسی لئے صرف شہادتین کا اقرار کسی کو جنت کی ضمانت ہرگز نہیں دے سکتا، چاہے شہادتیں کے ساتھ وہ جس قدر مرضی عبادت کو شامل کرے جب تک کہ ولایت علی کی شہادت کو قبول نہ کرے نہ وہ مؤمن بنے گا اور نہ ہی جہنم سے نجات حاصل ہوگی، یہ بھی ایسا عنوان ہے جس پر پچاسیوں روایات موجود ہیں، جن روایات کے مطابق انہوں نے اس عقیدہ کی بنیاد رکھی۔

''عذاب صرف انکار ولایت پر''

قرآن پاک میں جہاں جہاں بھی عذاب کا تذکرہ ہے اللہ کے سچے دین کے مقابلے میں حقیقی اسلام کے نام سے پیش کئے جانے والا امامیہ دین اس کے بارے میں یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ تو بس انکار ولایت کی سزا ہے۔

بحار کی جلد نمبر ۳۱ صفحہ ۵۶۷ سے باب ۳۲ شروع ہوا جس کا عنوان ہے ''ماورد فی جمیع الغاصبین و المرتدین مجملا''۔

باب کی پہلی روایت موسیٰ بن جعفر سے ہے کہ (ولایت کا انکار کرنے والے) ان منافقین کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے آگ جلائی۔۔۔(بقرہ کی آیت ۷) پر طویل روایت ہے خلاصہ یہ ہے کہ ولایت علی کا انکار کرنے والے منافق ہیں۔

اور ''مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِىْ اسْتَوْقَدَ نَاراً'' کی پوری آیت انہیں منکرین ولایت کی مثال بیان کر رہی ہے۔

باب کی روایت نمبر ۷ یا ایها الذین امنوا من پر تد منكم عن دينه۔۔۔نقل کر کے کہتا ہے هو مخاطب لاصحاب رسول الله، اس آیت کے مخاطب اصحاب رسول ہیں جنہوں نے آل محمد کا حق غصب کیا اور اللہ کے دین سے مرتد ہوگئے۔

۸ نمبر میں قد مكر الذين من قبلهم ۔۔۔آیت نقل کر کے کہتا ہے کہ جن کو اللہ جہنم کی آگ میں ڈال دے گا اُن

کی یہ مثال ہے جو آل محمد ﷺ کے اعداء ہیں۔

صفحہ ۵٦۷ سے ۵۸۵ تک ۲۰ روایات پر مشتمل اس باب میں قرآن کی وہ آیات نقل کیں جن میں اللہ کا عذاب یا ارتداد یا منافقین کی مثالیں بیان کی گئیں ہیں پھر لکھا کہ اِن آیات سے مراد اصحاب رسول اللہ ہیں جو ولایت علی سے منکر ہو گئے تھے اس باب کے بعد سینکڑوں صفحات پر پھیلا ہوا ایک تتمہ ہے جس میں ۲۲۰ روایات حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر تبرا اور سب وشتم پر مشتمل ہیں۔یعنی قرآن پاک میں جس جہنم اور عذاب اور سزا کا بیان ہے وہ تو صرف ان کیلئے ہے جو اللہ کے رسول پر ایمان تو لے آئے مگر ولایت علی کو نہ مانا کسی بھی جگہ ان عذابوں کا یہود ونصاری یا مشرکین کیلئے ہونا بیان نہیں کیا۔

"منصب ولایتہ کی پرواز"

انبیاء سے علی کا اعلم ،افضل ،اشرف ہونا اور خیر البشر ہونا بھی کیا کم غلو تھا مگر امامیہ دین اسی پر کہاں صبر کرسکتا تھا چار ہاتھ آگے بڑھتے ہوئے یہ اعلان بھی نشر کیا گیا کہ حضرت علی تو یہ فرمارہے ہیں

انا صاحب النشر ۔۔۔۔انا صاحب النار ۔۔۔۔۔انا صاحب اللوح المحفوظ ۔۔۔۔۔۔۔(بحار ج ۲٦ باب نادر فی معرفتھم صفحہ۴)

میں ہوں صاحب نشر۔۔۔۔۔اور میں ہوں صاحب النار۔۔۔۔۔اور میں ہوں صاحب لوح محفوظ۔

مذید آگے چل کر لکھا ہے "**واحیی الموتی**"مردوں کو میں زندہ کرتا ہوں۔

مذید آگے درج ہے "**انا الذی حملت نوحافی السفینہ**" کہ میں نے نوح کو کشتی پر سوار کیا۔۔۔اور میں نے یونس کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا۔۔۔اور میں نے موسیٰ بن عمران کو دریا عبور کرایا۔۔۔اور میں نے ابراہیم کو آگ سے نکالا۔۔۔اور میں نہریں چلاتا اور چشمے جاری کرتا اور درخت اگاتا ہوں۔۔۔اور میں ہوں سائے والے دن کا عذاب ۔۔۔اور میں ہوں خضر عالم موسیٰ اور میں ہوں سلیمان بن داؤد کو پڑھانے والا اور میں ذوالقرنین ہوں اور میں ہوں اللہ کی قدرت۔۔۔**انا محمد و محمد انا و انا من محمد و محمد منی** "میں محمد ہوں اور محمد میں ہوں اور میں محمد سے ہوں اور محمد مجھ سے ہے"(ایضا صفحہ ۵ تا ۷)

اس امامیہ دین میں یہ اور اس طرح کی روایات کا ایک ایسا جنگل آباد ہے جو اس دین کا امتیازی وصف ہے جس کے مطابق ہر خدائی کمال بس ایک علی میں موجود ہے صرف روایات نہیں کہ جس سے کتابوں کے اوراق سیاہ ہوتے ہیں بلکہ

مجلس عزا (جس میں معمولی تبدیلی کے ساتھ بس آخر میں ایک (ب) کی کمی ہے) بھی ایسی ہی خرافات سے گرم رکھی جاتی ہیں معروف ذاکر کچھ ایسے ہی نشے میں مدہوش اپنی مارکیٹ کا ریٹ اَپ کرتا ہے کہ

علی پیدا ہوئے تو ابو طالب ایک کتابوں کے عالم پادری کے پاس نومولود بچے کی قسمت معلوم کرنے گیا اور اسے بتایا کہ فلاں دن فلاں وقت اتنے بج کر اتنے منٹ پر بچہ پیدا ہوا ہے بتا وہ بچہ کیسا ہوگا پادری نے ایک سانچہ بنایا پھر اسے پھاڑ دیا دوسرا بنایا اور پھاڑ دیا پادری سانچے بناتا رہا اور پھاڑتا رہا جب کافی دیر گزر گئی تو ابو طالب نے پوچھا بتاتا کیوں نہیں کہ فلاں دن فلاں وقت اتنے بج کر اتنے منٹ پر جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ بچہ کیسا ہوگا تو پادری بولتا ہے اس نے کہا ابو طالب جو دن اور جو وقت تو بتا رہا ہے اس وقت بچہ پیدا نہیں ہوسکتا اللہ پیدا ہوسکتا ہے۔ ذاکر کا یہ ویڈیو کلپ ایک نشریاتی ادارہ الوصال کے پروگرام میں موجود ہے اس کے علاوہ نیٹ پر بھی دستیاب ہے ذرا ملاحظہ کریں آپ دیکھیں گے کہ خدا کے پیدا ہونے پر سننے والے خوشی سے یوں اچھل پڑتے ہیں جیسے کائنات کے مالک بن گئے ہوں۔

"ہر کمال کا مالک اور بہادری کی مثال"

امامیہ دین نے جو حضرت علیؓ کی پارٹی بنائی ہے ان کے سربراہ حضرت علیؓ کو ایک طلسماتی رنگ میں ڈھال کر ان کو ہر کمال کا شاہ سوار بنایا، شجاعت ایسی کہ بڑے سے بڑا سورما بھی انکے سامنے بلی سے کم تر، عالم ایسے کہ صاحب لوح محفوظ، یعنی کل جہاں کا علم ان کے پاس، ذہین ایسے کہ وقت کے چنے ہوئے مناظر لمحوں میں قدم چومنے پر مجبور ہو جائیں، مرتبہ ایسا کہ نبی و رسل بھی اس کو نہ چھو سکیں، قدرت ایسی کہ ہر شے ان کے سامنے سرنگو، حکومت ایسی کہ ہر شے اطاعت کرنے پر مجبور، حتی کہ آسمان، زمین، سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، درخت، جانور، سمندر، جنت، دوزخ ہر شے مطیع و فرمانبردار (ملخص) (بحار جلد ۲۶ صفحہ ۷ باب نادر فی معرفتھم)

مگر دوسری طرف امامیہ دین کا کہنا ہے کہ حضرت علیؓ کو ابو بکر کی بیعت کیلئے بلایا گیا وہ نہ آئے بلکہ گھر میں چھپ گئے تو لوگ دروازے پر آ گئے، دروازہ توڑ دیا اندر داخل ہوئے تو حضرت فاطمہؓ سامنے آ گئیں ان کی پسلی توڑ دی گئی، دروازہ ان پر گرا دیا گیا، آگ لگانے کیلئے لکڑیاں جمع کر لی گئیں اور صاف کہا جانے لگا کہ باہر نکل آؤ ورنہ گھر کو آگ لگا دیں گے اور حسن و حسینؓ، سیدۃ فاطمہؓ کو جلا دیں گے، یہ سب ظلم ہوتا رہا اور حضرت علیؓ صاحب بڑے آرام سے اندر بیٹھے رہے نہ تو جوش شجاعت کو جنبش ہوئی اور نہ ہی نبی کی لخت جگر یا اپنی عزت و دستار کی دادرسی کا خیال آیا حتی کہ حضرت فاطمہؓ

یہاں تک بے بس ہوگئیں کہ اپنے سر کے بال کھولنے اور سر میں خاک ڈالنے اور اپنے ابا کی قبر پر جا کر بددعا کرنے کی دھمکی دینے لگ گئیں پھر بھی حیدری ذی الفقار بے نیام نہ ہوئی۔

آگ خانہ بتول پر، غصب خلافت اور اس جیسے ملتے جلتے عنوانات پر روایات کا جو طومار جمع ہے وہ تو ایک طرف: اس عنوان پر تو اپنی جگہ مستقل بڑی بڑی کتابیں چھپی ہوئی مارکیٹ میں موجود ہیں، آج کے گئے گزرے دور میں کسی مریل اور گئے گزرے شخص کی بیوی کو کوئی ایک انگلی کا اشارہ کرکے اس کی غیرت کا امتحان کرے پتہ چل جائے گا کہ لوگ اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کس طرح کرتے ہیں مگر ایک امامیہ دین ہے جو اپنے مالک زمین و آسمان کو اندر چھپا کر بٹھاتے ہیں اور ان کے سامنے ان کی عزت و آبرو کا یہ حال ہوتا ہے جو امامیہ کتابوں میں لکھا ہے بیوی بھی وہ جو معصومہ ہیں بنت رسول ہیں اا معصوم اماموں کی والدہ ہیں مگر اپنی عزت و ناموس بچانے کیلئے علی کا ایک قدم بھی نہیں اٹھتا۔

یہی کردار اس ''حقیقی اسلام'' کے نام سے تشہیر دیئے جانے والے دین نے حضرت علی المرتضی کے ساتھ ادا کیا۔

دنیا کی سخت ترین سزا کسی کو اٹھا کر آسمانوں پر لے جانا اور وہاں سے زمین پر پٹخ دینا ہے، اللہ جل شانہ نے بھی ایک قوم کو سخت سزا دیتے ہوئے اس بستی کو آسمان تک لے جا کر الٹا کر پلٹ دیا، پس امامیہ دین نے اپنے غیض و غضب اور انتقام کی آگ کو ذرا سکون دینے کیلئے ایسا ہی حربہ استعمال کیا کہ حیدر کرارؓ کی پاکیزہ صفت ہستی کو اٹھایا اٹھایا یہاں تک کہ غلو کے آسمان تک لے جا کر پھر ایسا گرایا کہ وہ اپنی عزت و آبرو ہی نہیں، نبی کی صاحبزادی کا تحفظ تک نہ کر سکتے، باوجود زمین آسمان کی بادشاہی کے اپنی بیوی کو دراز گوش پر سوار کرکے در در جا کر اپنی مدد کیلئے انصار و مہاجرین کو پکارتے رہے مگر سوا تین چار کے کوئی بھی نہ آیا، یہی وہ زہر پلا ڈنگ ہے جو یہ دین کچھ اس ادا سے مارتا ہے کہ جس کا تریاق بھی میسر نہیں آتا۔

''امامیہ دین کی تقسیم اور صحابہ کرام''

یہ تو تھا حضرت علیؓ کی پارٹی کا حال، اب اس کے مقابلے میں دوسری جماعت بنا کر یہ نقشہ تیار کیا کہ اُن کے پاس نہ علم تھا، نہ عمل تھا، نہ کوئی کمال، نہ مال، نہ حسب اچھا نہ نسب، نہ کوئی صلاحیت تھی اور نہ ذہانت، نہ وہ بہادر تھے اور نہ کسی کمال کے مالک، مگر اس کے باوجود وہ علی پر غالب آ گئے، ان کی ایک بھی نہ چلنے دی، اُن سے خلافت بھی غصب کر لی، فدک بھی چھین لیا، خمس بھی بند کر دیا، آل رسول پر ظلم کے ایسے پہاڑ گرائے کہ وہ تقیہ کرنے پر مجبور ہو گئے، یہاں تک کہ حضرت علیؓ کو حکومت حاصل ہو گئی تب بھی تقیہ کے بغیر ان کے پاس کوئی چارہ نہ تھا، ان غاصب حکمرانوں نے نہ صرف

آل پر ظلم کئے بلکہ قرآن میں تحریف کی اور بہت کچھ جو قریش کے خلاف تھا وہ قرآن سے نکال دیا، سنت بدل دی، بدعات جاریکر دیں حتی کہ رمضان میں تراویح کی نماز کو جاری کر کے تو ایسی بدعت کی بنیاد رکھی کہ علی بھی اس کو چاہنے کے باوجود نہ روک سکے بلکہ وہ تو تقیہ کر کے خود ہی تراویح کی نماز ادا کرنے پر مجبور رہے، متعہ جیسی عظیم الشان عبادت کو حرام کر کے بڑا ہی ظلم ڈھا دیا پورے دین کی اینٹ سے اینٹ بجادی، اب دیکھو اصلی قرآن بھی ان غاصب لوگوں کی وجہ سے چھپانا پڑا اور بڑی مشکل سے امام مہدی اس کو لے کر سامرا کی غار میں پناہ گزین ہوئے لہٰذا اب قرب قیامت میں جب امام مہدی ظاہر ہوں گے تب اصلی قرآن پڑھا جائے گا اس سے پہلے تو اسی غلط قرآن کو پڑھ کر اس کا گناہ ان قرآن میں تحریف کرنے والوں کے کھاتے میں جمع کروایا جاتا رہے گا، یہ ہے امامیہ دین کا دوسری جماعت کے بارے میں تیار کیا ہوا نقشہ جو اس دین کی کتابوں اور روایات کے جنگل میں بکھرا پڑا ہے۔

"اس جماعت کے بارے میں سانپ کا زہر"

امامیہ دین نے یک جان دو قالب کی عملی تعبیر صحابہ کرامؓ کے درمیان تفریق کر کے جو نقشہ تیار کیا ہے اس کے مطابق چونکہ یہی جماعت ہے جس نے چہار دانگ عالم میں کفرستان پر اسلام کا علم بلند کیا لہٰذا ان کے بارے میں دشمن خدا کا اندر جتنا غضب ناک اور زہر آلود ہوسکتا ہے وہ کچھ مخفی نہیں، پس اس دین کا جذبہ غیض وغضب نار جحیم کی طرح بھڑکا اور نفوس قدسیہ پر برسا ہے، اس نار نمرود کے چند انگارے ہدیہ قارئین کر کے بات کو ختم کیا جاتا ہے، بحار کی جلد ۳۰ میں باب نمبر ۲۰ کا عنوان ہے: **باب کفر الثلاثه و نفاقهم و فضائح اعمالهم و قبائح اثارهم و فضائل التبری منهم و لعنهم** ،یعنی یہ باب (ثلاثہ) ابوبکر، عمر، عثمان کے کفر اور نفاق اور ان کے اعمال غارت ہونے اور ان کے بری باقیات کے بیان میں اور ان پر تبرا کرنے اور لعنت کرنے کی فضیلت کے بیان میں ہے۔ یہ صفحہ ۱۴۶ سے صفحہ ۴۰۵ تک تقریباً ۲۵۸ پر پھیلا ہوا ہے جو ۱۷۳ روایات اور بیسیوں صفحات پر لکھے مصنف کے تبصروں پر مشتمل ہے، وہ آیات جن میں عذاب جہنم یا کفر یا نفاق کا ذکر ہے ان تمام آیات کو ان سابقین الاولین اور ریاض الجنتہ میں اج تک آرام فرما شیخین کے کھاتے ڈالا گیا ہے، مثلاً

۲۔ **یوم یعض الظالم علی یدیه : قال الاول** (یعنی آیت میں ظالم سے ابوبکر مراد ہے)۔

۲۔ **وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا و کبراء نا** ،یعنی جہنمی لوگ کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے تو اپنے سرداروں

اور بڑوں کی اطاعت کی انہوں نے ہی ہمیں سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا، کہتا ہے (ھما الاول) مراد پہلے دونوں (یعنی ابوبکر وعمر) ہیں۔

۳۔و ان للطاغین لشر مآب ،اور بے شک (طاغین) سرکشوں کیلئے برا ٹھکانہ ہے۔(کہتا ہے اس سے مراد) الاولانِ پہلے دونوں (خلیفہ یعنی حضرت ابوبکر وعمر) ہیں۔

۴۔ قل تمتع بکفرک قلیلا ،(آپ فرمادیجئے کہ اپنے کفر سے تھوڑا سا نفع اٹھالو) یہ ابی فلاں (یعنی ابوبکر) کیلئے نازل ہوئی۔

۵۔ (افمن زین له سوء عمله...) نزلت فی زریق و جبیر، یعنی یہ آیت ابوبکر وعمر کیلئے نازل ہوئی۔

باب کی ۱۷۳روایات کی ابتدائی ۱۰ میں سے ۵ روایات یہ ہیں جس سے آپ باقی روایات کا اندازہ لگا سکیں گے کہ مذید کیا گوہرفشانیاں کی گئی ہونگی۔

ابتدائی روایات کے ساتھ ایک نظر باب کے اخیر پر بھی ڈال لیں، روایت نمبر ۱۷۰حسین بن ثویر اور ابوسلمہ السراج اپنے معصوم امام ابوعبداللہ کا عمل نقل کرتے ہیں کہ وہ ہر فرض نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت کرتے تھے، تیمی (یعنی ابوبکر) عدوی (یعنی عمر) فعلان (یعنی عثمان) اور معاویہ پر اور چار عورتوں کے نام لئے فلانہ فلانہ (یعنی عائشہ و حفصہ) اور ہندہ ام الحکم معاویہ کی بہن، (ان چار مردوں اور عورتوں پر ہر فرض نماز کے بعد لعنت کرتے تھے)۔

۱۷۱نمبر روایت میں درج ہے کہ ابوبکر عمر دانیال کی کتاب کو جانتے تھے اس میں لکھا ہوا تھا کہ محمد ﷺ کے بعد حکومت ایک ایسے شخص کو ملے گی جو بنی تیم سے ہوگا اس کے بعد جو قبیلہ عدی سے ہوگا لہٰذا حکومت کے لالچ میں اِن دونوں نے اسلام قبول کیا۔(ملخص)

۱۷۲نمبر روایت خاصی طویل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام جعفر صادق نے شیخین کے بارے میں صاف فیصلہ سنایا کہ یہ دونوں امیر المؤمنین کے منصب پر غاصبانہ قبضہ کر کے بیٹھ گئے اللہ تعالیٰ اِن کی بالکل مغفرت نہیں کرے گا اور نہ ان دونوں کو معاف کرے گا۔

۱۷۳نمبر روایت میں ابی جعفر سے زیارہ عاشورا منقول ہے کہتے ہیں: اے اللہ آپ میری طرف سے اول ظالم (ابوبکر) کو لعنت کے ساتھ مخصوص کر دیں اور لعنت کے ساتھ اول (ابوبکر) سے ابتدا کر پھر ثانی (عمر) پر لعنت کر پھر ثالث (عثمان) پر لعنت کر پھر رابع (معاویہ) پر پانچویں نمبر میں الی اخره الزیاره۔

ان پونے دوسوروایات میں صحابہ کرام پر دل کھول کر اپنے غیض وغضب کا اظہار کرنے کے بعد بھی مصنف بحارالانوار کو چین نہیں آ رہا وہ کہتا ہے کہ یہ تو بس تھوڑی سی روایات ہیں جو میں نے نمونہ کیلئے لکھی ہیں، وہ لکھتا ہے

میں کہتا ہوں کہ ابوبکر وعمر اور اسکے حواریوں کے کفر پر اوران پر لعنت کرنے کے ثواب پر اوران سے براءت کا اظہار کرنے پر دلالت کرنے والی روایات اور جوان کی بدعات کو متضمن ہیں وہ اخبار اس جلد میں اور دوسری مجلدات میں بیان کی جانے والی اخبار وروایات سے بہت زیادہ ہیں ہم نے تو بس تھوڑی سے روایات نقل کی ہیں جو سیدھا راستہ تلاش کرنے والے کو کافی ہو جائیں ۔(بحار ج ۳۰/صفحہ ۳۹۹)۔

"عرش الٰھی کو ھلا دینے والا کفر"

بحارالانوار میں مذکورہ باب کے بعد والا باب "باب آخر" فی ذکر اھل التابوت فی النار کے عنوان سے مرقوم ہے اس میں جو کچھ لکھا ہے اللہ جل شانہ وتقدس سے بار بار معافی کی التجاء کرتے ہوئے غفلت کی لمبی چادر تان کر سو جانے والی امت اسلام کی آ گاہی کیلئے نقل کر رہے ہیں، دل لرزتا اور کلیجہ منہ کو آ تا ہے کہ کفر کو یہاں تک بھی جرات ہونی تھی ،اوراس زہر آلود کفر پر بھی امت کو خاموش رہنا بنتا تھا؟ ظلم تو یہ کہ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر ہوا اور امت اسلام ابھی تک اس کھلے زندقہ پر کما حقہ اپنا ملی فرض ادا کرنے پر آ مادہ نہیں ہو پائی، یادرہے کہ شیخین روضہ اطہر میں اخرالزمان پیغمبر کے پہلو میں آ رام فرما ہیں جس مقام کے بارے میں روضتہ من ریاض الجنتہ کا نبوی فرمان موجود ہے اللہ جل شانہ کا بیان فرمایا ہوا ضابطہ ہے، منھا خلقناکم و فیھا نعیدکم و منھا نخرجکم تارۃ اخریٰ ،جس سے حاصل شدہ ضابطہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کا خمیر جہاں سے لیتا ہے وہی جگہ اس کا مدفن بنتی ہے اوراسی جگہ سے دوبارہ روز جزا اسکو اٹھایا جائے گا، آیت کے اس بتائے ضابطہ کے مطابق جس حصہ ارض سے اللہ جل شانہ نے اپنے آخری حبیب کا خمیر لیا وہیں سے حضرت ابوبکر وعمر کا خمیر بھی لیا اور وہیں پر اِن تینوں حضرات کو جمع بھی فرما دیا، اب کتاب وسنت کے بیان فرمائے خاکہ کو سامنے رکھ کر امامیہ دین کی سنئے وہ کیا کہتا ہے۔

ا۔۔۔۔اللہ کے نبی کی طرف منسوب کر کے نقل کرتا ہے کہ جہنم میں آ گ کا بنا ہوا ایک تابوت ہے جس میں ۱۲ آدمیوں کو ڈالا جائے گا چھ پہلوں میں سے اور چھ آخرین میں سے ہوں گے، جہنم کی گہرائی میں ایک گڑھے کے اندر وہ تالوں میں بند ایک تابوت میں ہوں گے ایسا جہنم کا گڑھا کہ جس پر ایک (صخرۃ) پہاڑ کا بھاری پتھر رکھا ہوا ہے جب

اللہ تعالیٰ جہنم کو بھڑکانا چاہتا ہے تو اس پتھر کو جہنم کے گڑھے پر گرا دیتا ہے جس کی گرمی و سختی سے جہنم بھی پناہ مانگتی ہے پوچھا گیا کہ وہ بارہ لوگ کون کون ہیں؟ تو بتایا کہ (۱) ابن آدم جس نے بھائی کو قتل کیا تھا (۲) فرعون (الفراعنہ) (۳) نمرود (۴+۵) بنی اسرائیل کے وہ دو افراد جنہوں نے کتاب کو بدلا اور سنت کو متغیر کیا ان دو میں سے ایک تو وہ تھا جس نے لوگوں کو یہودی بنا دیا دوسرا جس نے لوگوں کو نصرانی بنا دیا (٦) ابلیس، اور دجال آخرین میں سے ہوگا باقی پانچ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپس میں عہد و پیمان کر کے علی کی مخالفت اور اس سے خلافت چھین لینے کا معاہدہ لکھا تھا پھر ایک کے بعد ایک سب کے نام گنوائے جن میں پہلا نام حضرت ابو بکر کا اور دوسرا حضرت عمر کا ہے۔ (بحار رجلد ۳۰ رصفحہ ۴۰٦)

باب کی دوسری روایت کتاب سلیم سے نقل کرتا ہے جو مذکورہ روایت کی طرح ہے۔

تیسری روایت میں ”**قل اعوذ برب الفلق**“ کے تحت بیان کیا ہے کہ فلق جہنم کا ایسا گڑھا ہے جس کی شدت حرارت سے اہل جہنم بھی پناہ مانگتے ہیں۔۔۔ پھر اس گڑھے میں آگ کا بنا ہوا ایک صندوق ہے جس کی گرمی سے اس گڑھے میں رہنے والے جہنمی بھی پناہ مانگتے ہیں اور وہ ایک تابوت ہے جس میں چھ اولین اور چھ آخرین میں سے قید ہیں۔۔۔ آخرین میں سے یہ ہیں، اول ثانی، ثالث، رابع، صاحب الخوارج، ابن ملجم۔

باب کی چوتھی طویل روایت ہے سائل موسیٰ بن جعفر سے ذدنی، ذدنی (یعنی اور بتایئے اور بتایئے) کہہ کر پوچھتا ہی چلا جاتا ہے امام ایک ذدنی کے ذریعہ کئے سوال کے بعد صحابہ کرام کی برائیاں بیان کرتا ہے، یہاں تک کہ کہتا ہے جہنم میں ایک وادی ہے جس کا نام سقر ہے جب سے پیدا ہوئی اسے سانس لینے کی اجازت نہیں ملی اگر سوئی کے ناقہ کے برابر اسے سانس لینے کی اجازت مل جائے تو زمین پر جو کچھ ہے اس سانس کی وجہ سے جل کر راکھ ہو جائے اور جہنم والے اس وادی کی گرمی، بدبو اور تعفن سے اور جو کچھ سزا یہاں والوں کے لئے پیدا کی گئی ہے اس سے پناہ مانگتے ہیں اور اس وادی میں ایک پہاڑ ہے جس کی گرمی، بدبو اور تعفن سے اور جو کچھ یہاں رہنے والوں کیلئے پیدا ہوا اس سے اس وادی میں رہنے والے پناہ مانگتے ہیں اور اس پہاڑ میں ایک گھاٹی ہے جس کی گرمی، بدبو، تعفن اور وہاں والوں کیلئے پیدا کی ہوئی چیزوں سے اس پہاڑ والے بھی پناہ مانگتے ہیں، پھر اس گھاٹی میں ایک کنواں ہے جس کی گرمی، بدبو، تعفن اور وہاں والوں کیلئے پیدا کی ہوئی سزاؤں سے اس گھاٹی والے بھی پناہ مانگتے ہیں اس کنویں میں ایک سانپ ہے جس سانپ کے خبث اور بدبو وغیرہ سے اس کنویں والے بھی پناہ مانگتے ہیں اس سانپ کے پیٹ میں ۷ صندوق ہیں، ۵ سابقہ امتوں کے لوگوں کیلئے اور ۲ اس امت کیلئے۔۔۔ جن میں ایک کے اندر ابو بکر دوسرے کے اندر عمر کو قید کیا گیا ہے۔

باب کی ۵ نمبر روایت بھی اسی مذکورہ روایت کی طرح ہے۔
روایت نمبر ۶ کو امیر المؤمنین کے کھاتے ڈال کر جہنم کی اسی وادی کا بیان جاری کیا ہے جس کا ذکر اوپر کی روایت میں ہوا دوبارہ دہرانے سے محض تکرار ہوگا اس لئے ہم نے اس کو حذف کیا ہے، اس میں راوی سے ۲ نام یعنی ابوبکر وعمر کو بھلوا کر بیان کے تحت مجلسی کے ذریعے ۶ کا کوٹہ پورا کیا ہے ابوبکر وعمر کے علاوہ نعثل، معاویہ، عمرو بن عاص اور ابوموسیٰ اشعری کے نام روایت میں نقل کئے گئے ہیں، جن کو جہنم کی مذکورہ وادی میں قید کیا جائیگا۔ (ملخص)
۷ نمبر روایت ابوعبداللہ کے نام سے منسوب ہے کہ قیامت والے دن لوگوں میں سب سے سخت عذاب سات آدمیوں کو ہوگا۔۔۔ واثنانِ من هذه الامته احدهما شرهما في تابوت من قوار ير تحت الفلق في بحار من نار یعنی اس امت کے دو افراد (یعنی ابوبکر وعمر) کہ اِن دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے بدتر ہے آگ کے سمندر میں جہنم کی وادی فلق کے نیچے پتھروں کے تابوت میں قید رکھے جائیں گے۔
۸ روایت میں جہنم کے سات دروازوں کو سات لوگوں کے نام منسوب کر کے لکھا گیا ہے جن میں ایک جہنم کا دروازہ ابوبکر اور ایک عمر کے نام خاص ہے (ملخص)۔ مصنف کتاب کی آتش غضب اِن روایات سے بھی نہیں بجھی لہٰذا اقول کے تحت "هل من مذيد" کی صدا لگاتے ہوئے مذید روایات کا حوالہ دیا اور کہا ہے کہ بحار الانوار کی جلد ۳۲ میں صفحہ ۳۲۴ پر "احتجاج امیر المؤمنین علی الزبیر" کے تحت روایات آئیں گی جو حضرت ابوابکر وعمرؓ کے بارے میں اسی قسم کے عذاب اور جہنم کی سزا پر مشتمل ہیں۔

"صحابہ مرتد ہو گئے"

کسی مسلمان کا اپنے نبی سے رشتہ کاٹنے کا یہ طریقہ کہ اسے کہا جائے جس نبی کو تو مانتا ہے اس کا تو دین ہی فنا ہو گیا، وہ تو اتنے ناکام تھے کہ زندگی بھر ۱۰ بندے بھی ایسے تیار نہ کر سکے جو خالص اللہ کیلئے بن جاتے وہ تو لوگوں کے ڈر سے سب سے بڑا خدائی فیصلہ ہی نہیں سنا رہے تھے، ظاہر ہے کہ یہ طریقہ کبھی بھی کارگر نہیں ہوسکتا کیونکہ ادنی سے ادنی درجے کا مسلمان بھی ابتدائی الفاظ کے سننے سے ہی سمجھ لے گا کہ کہنے والا تو دین کا دشمن ہے لہٰذا اس کی اگلی ہر بات مسلمان کے نزدیک دشمن کی بات ہوگی جسے وہ جوتی کی نوک پر رکھ کر اڑا دے گا اگرچہ اس پر کیسے ہی مصالحے لگا کر اور ملمع سازی کر کے پیش کیا جائے لیکن اگر اسی بات کو محبت، عشق اور مکتب اہل بیت کے کیپسول میں چھپا کر پیش کیا جائے تو حالت

بالکل مختلف ہوگی، یہی طریقہ واردات استعمال کرتے ہوئے قال الرسول کی جگہ یکے بعد دیگرے ۱۱ قال توفٹ کر ہی دیئے مگر قال الرسول سے امت کو توڑنے کیلئے درمیان کا علمی رابطہ کاٹنا ضروری تھا، اس اہم مقصد کو پورا کرنے کیلئے پورا زور لگا کر یہ اعلان نشر کیا گیا کہ رسول ﷺ کے بعد تمام امت مرتد ہوگئی تھی بس تین یا چار لوگ تھے جو اسلام پر قائم رہ سکے، یہ مہم ایسے زوردار طریقے سے چلائی گئی کہ ابلیس کے حضرت آدم وحوا کو جنت سے نکلوانے کیلئے اس کی چلائی ہوئی مہم کی یاد تازہ ہوگئی، صحابہ کرامؓ سے امت کا اعتماد ختم کرنے والے ان کے تمام طریقہائے تلبیس کا احاطہ کرنا تو خاصا دشوار ہے البتہ جو روایات صراحتاً پوری وضاحت کے ساتھ اس اعلان کو نشر کرنے والی ہیں اور جن کی تعداد بلا مبالغہ سینکڑوں میں ہے ان میں سے نمونہ کے طور پر چند روایات ملاحظہ فرمائیں

بحار الانوار کتاب الفتن والمحن جلد ۲۸ کے چوتھے باب میں ۴۵ نمبر پر اقول کہہ کر سلیم بن قیس کی کتاب سے جو بیان جاری کیا ہے وہ بیسیوں صفحات پر پھیلا ہوا ہے اس بیان میں تقریباً ۲۰ صفحات کا سفر طے کرنے کے بعد کتاب بحار الانوار کے صفحہ ۲۷۲ پر قال سلیمان کہہ کر علی کا بیان یوں نقل کرتا ہے کہ

ان الناس کلھم ارتدوا بعد رسول اللہ ﷺ غیر اربعتہ

بے شک چار کے علاوہ تمام لوگ رسول اللہ کے بعد مرتد ہوگئے (بحارج ۲۸/صفحہ ۲۸۲)

عربی عبارت کے لفظ کلھم نے اور غیر اربعتہ کے استثناء نے ہر احتمال کے دروازے کو پوری طرح بند کردیا جس کا حاصل یہی ہے کہ صرف اور صرف چار بچ گئے تھے باقی تمام کے تمام لوگ مرتد ہوگئے تھے۔

بحار الانوار کی اسی جلد کے صفحہ ۲۸۲ پر پھر اسی بات کو الفاظ بدل کر دہرایا ہے کہ صرف اور صرف چار افراد اسلام پر قائم رہ سکے۔

آگے چل کر اسی جلد اور باب میں روایت نمبر ۴۸ نقل کی جس میں رسول اللہ ﷺ کی وفات پر لوگوں کی بے رخی اور تبدیلی کا ذکر کیا اور کہا "**وارتدوا واجمعوا علی الخلاف**" کہ لوگ بس حضور ﷺ کی وفات ہوتے ہی مرتد ہوگئے اور مخالفت پر جمع ہوگئے۔

اِس طرح کی روایات بحار میں تو جا بجا بکھری ہوئی موجود ہیں مثلاً جلد ۹ کے صفحہ ۳۸۲ + ۳۱، جلد ۸ کے صفحہ ۲۶ + ۲۷ + ۴۷ + ۵۱ + ۲۲۷، جلد ۱۳ صفحہ ۱۴۰، جلد ۱۵ صفحہ ۲۲ وغیرہ پر

بحار الانوار کے علاوہ بھی اس دین کی بنیادیں کتابیں یہی راگ الاپ رہی ہیں، الاختصاص، قرب الاسناد، کتاب سلیم،

رجال کشی اور کلینی کی الکافی سمیت بے شمار کتابوں میں یہ اعلان نشر کیا گیا ہے

مذید چند نمونے ملاحظہ ہوں

عبدالملک بن اعین کا بیان امام ابوعبداللہ سے منقول ہے کہ بعد وفات رسول لوگوں کا حال پوچھا گیا کہ سارے لوگ ہلاکت میں پڑ گئے؟ تو انہوں نے جواب دیا ہاں، اللہ کی قسم ابن اعین "ھلک الناس اجمعون" سارے کے سارے لوگ ہلاکت میں پڑ گئے (مذید وضاحت پوچھنے اور شرق وغرب کے لوگوں کو بھی اس ہلاکت میں شریک ہونے کی بابت سوال پر بھی آپ نے یہی کہا ملخص) ای واللہ ھلکو الاثلاثه نفر، سلمان الفارسی و ابوذر و المقداد، ہاں اللہ کی قسم وہ ہلاک ہو گئے مگر تین افراد بچے سلمان فارسی، ابوذر اور مقداد (اختصاص ۱۷/) کلینی وکشی میں بھی یہ روایت منقول ہے

عمرو بن ثابت کا کہنا ہے کہ میں نے امام ابوعبداللہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوگئی تو "ارتدالناس علی اعقابھم کفارا الاثلاثا" لوگ مرتد ہو کر ایڑیوں کے بل کفار بن کر پھر گئے سوائے تین افراد سلمان، مقداد اور ابوذر غفاری کے (ایضا صفحہ ۱۸)

امام ابوجعفر سے روایت ہے کہ لوگ مرتد ہو گئے سوائے تین افراد سلمان، ابوذر اور مقداد کے (ایضا صفحہ ۱۲)

امامیہ دین کی اول نمبر کی کتاب اصول کافی، کتاب سلیم اور رجال کی ماخذ درجہ کی کتاب رجال کشی سے لے کر دور حاضر کے مصنف عبدالکریم مشتاق کی کتاب چار یار تک از اول تا ہنوز یہی راگ الاپا جا رہا ہے کہ نبی کی وفات ہوتے ہی لوگ مرتد ہو گئے، ہلاکت میں پڑ گئے ایڑیوں کے بل کفر کی طرف لوٹ گئے، اب خود ہی غور کیا جائے جب وہ مرتد ہو کر ایڑیوں کے بل کفر کی طرف لوٹ گئے تو دین کو پوری دنیا میں کافروں، مرتدوں نے پھیلایا؟ خوب غور فرمائیے اور ٹھنڈے دل سے سوچئے جن تین یا چار کو چار یار کے نام سے دین پر قائم رہ جانے والا بتایا گیا ہے کیا کابل، پشاور، سندھ اور دنیا بھر کے دور دراز علاقوں تک شرق وغرب میں وہ دین لے کر گئے تھے؟ ظاہر ہے کہ وہ تو زیادہ سے زیادہ مدینہ چھوڑ کر کوفہ تک آئے پھر دنیا میں دین کس کے دم سے پہنچا؟

بس امامیہ دین چھپے لفظوں میں دنیا کو یہی باور کرانا چاہتا ہے تا کہ ایک طرف فتوحات اسلام کو کفریہ فتوحات اور ظالمانہ حملے، غاصبانہ قبضے، زمین پر جہاد کے نام سے فساد اور صحابہ کرام کا دنیا پر ناجائز قبضہ ثابت کر سکیں تو دوسری طرف امت اسلام کا وہ درمیانی رابطے کا پل جوامت کو نبی کریم ﷺ کی سیرت و دین سے جوڑنے اور ملانے والا ہے اس کو توڑ دیا

جائے یوں جب قال الرسول کی یہ سپلائی لائن کٹ جائے گی تو پھر قال الرسول کی جگہ پر کئی قالے کالے دل والوں اور ابو بصیر جیسے ان راویوں کیلئے تیار کرنے اور لوگوں میں رائج کرنے آسان ہو جائیں گے کہ جن راوی صاحب کے منہ میں کتا پیشاب کر جائے تب بھی راوی صاحب بس تھوڑا سا چونک تو جاتے ہیں مگر یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس کے ساتھ کیا واردات ہوگئی ہے، ساتھ والے کو بتانا پڑتا ہے کہ جناب کا منہ کتے نے اپنے پیٹ کے پانی سے دھو دیا ہے، دیکھئے رجال کشی میں ابو بصیر کے حالات

”دنیا کی بدترین مخلوق کون؟“

امامیہ دین نے کچھ لوگوں کو کتوں سے بھی بدتر قرار دیا ہے وہ کون لوگ ہیں؟ پہلے بحار الانوار جلد ۲۷ کے باب نمبر ۱۰ کی روایت نمبر ۴۲ دیکھ لیں، عبداللہ بن سنان امام ابوعبداللہ سے نقل کرتا ہے کہ ناصبی وہ نہیں جو ہم اہل بیت سے (نصب) بغض رکھے اس لئے کہ تو کسی کو بھی نہیں پائے گا جو یہ کہے کہ میں محمد اور آل محمد سے بغض رکھتا ہوں بلکہ ناصبی وہ ہے جو تم سے بغض رکھے کیوں کہ تم ہمارے ساتھ محبت رکھتے اور ہمارے شیعہ ہو۔

اس کے ساتھ احمد بن ادریس کی روایت کا حوالہ بھی نتھی ہے جو انہیں الفاظ کے ساتھ منقول ہے۔

اس کے ساتھ اگلی روایت بھی اسی طرح کی ہے جس کو ابن خنیس نے امام ابوعبداللہ سے نقل کیا ہے کہ ناصی وہ ہے جو تم سے بغض رکھے کیونکہ تم ہمارے ساتھ محبت رکھتے ہو اور ہمارے دشمنوں پر تبرا کرتے ہو۔۔۔

جب یہ پتہ چل گیا کہ ناصبی وہ ہے جو شیعوں سے بغض رکھے کیونکہ خاندان نبوت کے کچھ افراد سے دعویٰ محبت کی آڑ میں یہی لوگ صحابہ کرام پر تبرا اور دین محمد ﷺ کی تخریب میں مصروف ہیں، اب ملاحظہ فرمائیے اللہ کی مخلوق کی حد تو اسلامی نظریہ کے مطابق اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا مگر بعض مخلوقات ایسی بھی ہیں جو ضرر رساں ہیں ایسی مخلوقات کو مارنا اور برا جاننا درست ہے، مگر اشرار اور سب سے زیادہ بری مخلوق کون سی ہے، خنزیر، کتا، سانپ، بچھو یا انسان پھر انسانوں میں کس مذہب کے لوگ اشرار اور بدتر ہیں؟ یہودی، مجوسی، عیسائی یا مسلمان؟ امامیہ دین کا اعلان ہے کہ حیوانات میں خنزیر نہیں کتا بدتر ہے اور انسانوں میں یہودی، مجوسی نہیں بلکہ (سنی) جو شیعوں کو برا جانتا ہے وہ بدتر ہے۔ پھر کتا اور سنی میں سے کون بدتر ہے؟ بحار الانوار جلد ۲۷ باب نمبر ۱۰ روایت صفحہ نمبر ۲۲۱ کا نظارا فرمائیے، ربیع بن منذر اپنے باپ (منذر) سے نقل کرتا ہے کہ میں نے محمد بن الحنفیہ سے سنا جو اپنے باپ (امیر المؤمنین حضرت علیؓ) سے نقل کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے

کتے سے بدتر کسی مخلوق کو پیدا نہیں کیا اور ناصبی کتوں سے بھی بدتر ہیں۔

ماخلق الله عزوجل شيئا اشر من الكلب و الناصب اشر منه

بلکہ مذید ملاحظہ فرمائیے

ابو بصیر امام ابو عبداللہ سے نقل کرتا ہے کہ امام نے فرمایا حضرت نوحؑ نے (طوفان آنے پر) کشتی میں کتے اور خنزیر کو تو سوار کرلیا لیکن ولدالزنا (حرامی) کو کشتی میں سوار نہیں کیا تھا اور ناصبی (سنی) ولدالزنا سے بھی بدتر ہے

والناصب شرمن ولدالزنا

اس روایت کے بارے میں کتاب والے نے مذید بتایا ہے کہ یہی روایت ابی کی سند سے بھی منقول ہے

اسی باب کی اگلی روایت عبدالحمید سے مروی ہے اس نے امام ابی جعفر کو بتایا کہ میرا ایک پڑوسی ہے جو تمام محارم (جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے) پر واقع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ نمازوں کو ازراہِ فضل ترک کرتا ہے، (یعنی اس کے نزدیک نماز ترک کرنا فضل و کرم کی نشانی ہے) نماز نہ پڑھنا باعث فضل ہے بمقابلہ نماز پڑھنے سے، امام نے (پڑوسی کے یہ بدترین کام سنے تو تعجب کرتے ہوئے) کہا سبحان اللہ یہ تو بہت بڑی (سخت و بھاری) بات ہے پھر کہا کیا میں تجھے اس تیرے پڑوسی سے بھی بدتر شخص کا پتہ نہ بتاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں (ضرور بتایئے) اس پر امام صاحب نے کہا ''الناصب لنا شر منہ'' ناصبی اس (تیرے پڑوسی سے) بھی بدتر ہے۔

بحارالانوار کی جلد ۲۷ سے جن چند روایات کا حوالہ نقل کیا گیا اس باب میں ۶۴ روایات درج ہیں جن میں ایک سے بڑھ کر ایک روایت درج ہے یہ بات تو اس باب نمبر ۶۴ بحارالانوار جلد ۲۷ کے عنوان میں ہی درج ہے کہ ''**انه كافر، حلال الدم**'' پھر روایات میں کیا ہوگا وہ عقل والوں پر مخفی نہیں۔

شیعوں کو برا جاننے والا ناصبی ہے (جیسا کہ روایت میں اس کا بیان گزرا) اور وہ خنزیر کتے، ولدالزنا اور محرم عورتوں سے زنا کرنے والے نماز کو (گناہ سمجھتے ہوئے نہیں) فضل و کمال سمجھتے ہوئے ترک کردینے والے سے بھی بدتر ناصبی ہے، پر کیوں؟ اسی لئے ناں کہ امامیہ دین کے عقیدہ تحریف، بدا، نبوت سے امت کا رشتہ کاٹ کر کسی اور طرف جوڑنے کیلئے وضع کئے جانے والے عقیدہ امامت اور اس دین کے سیلاب کفر، دجل و فریب کے سامنے سدِ سکندری کا کردار ادا کرنے والے یہی لوگ ہیں، اِن کا قصور رحمت عالم ﷺ پر نازل دین کی اشاعت و حفاظت ہے جس کی وجہ سے یہ دین امت اسلام پر اس حد تک غضب ناک ہے اور زہر آلود زبان و قلم سے وہ انتقام لینا چاہتا ہے کیا یہ امر بھی امت اسلام پر امامیہ

دین کی اصلی شکل نمایاں نہیں کر سکے گا؟؟؟

”دشمن اسلام کا زہر آلود حملہ“

امت کو نبی پاک ﷺ سے ملانے والا درمیان کا ذریعہ وہ جماعت ہے جس نے رحمت ﷺ کی ہر ادا کو سینہ وسفینہ، قول و عمل، علم وسیرت کے ذریعے محفوظ کیا اور یہ دین کا پورا اثاثہ وہ کتاب اللہ ہو یا اس کا بیان و تفسیر عقائد ہوں یا اعمال، تزکیہ واحسان ہو یا معاشرت و معاملات، سب کا سب محفوظ کر کے بعد والی امت کو دیا اب اسی درمیانی ذریعہ کو توڑے بغیر امت کا اپنے حبیب سے رشتہ نہیں توڑا جا سکتا تھا، لہٰذا بلکل اس کامیاب وکیل کی طرح جو کیس لڑتے ہوئے مدعی پر جرح واعتراض کر کے اپنا وقت ضائع نہیں کرتا بلکہ اس دعویٰ کو ثابت کرنے کا درمیانی ذریعہ اور دعوے کو طاقت ور کرنے والی سپلائی لائن توڑنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ اسی مقصد کیلئے ذریعہ وسپلائی لائن کا کردار ادا کرنے والے گواہوں کو مجروح کرنے پر سارا زور صرف کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس دعویٰ کا پورا انحصار ان گواہوں پر ہے وہ جتنے کمزور، مجروح اور بے اعتبار ہوتے جائیں گے مدعی کا دعویٰ اتنا ہی کمزور ہوتا چلا جائے گا پس اسی نظریہ کے تحت امامیہ دین مدعی نبوت پر جرح واعتراض کرنے کی بجائے اس دعویٰ کی سپلائی لائن توڑنے اور اس دعویٰ نبوت کو طاقتور بنا کر پوری دنیا میں پھیلا دینے والی جماعت کو مجروح کرنے پر اپنا سارا زور صرف کرتا چلا جارہا ہے۔ ساتھ ہی ان طیب وطاہر صحابہ کرام کی محنت کو لیکر آگے چلنے والے اہل سنۃ والجماعۃ بھی اس دین کی ذد میں ہیں یہ جو کچھ نفرت، بغض اور عداوت کا اظہار اس امامیہ دین سے ابل رہا ہے اس کا باعث اللہ کے سچے دین کی وہی چوکیداری ہے جو ”سابقون الاولون“ اور ”ومن تبعھم باحسان“ کے حصہ میں آئی ہے اسی لئے یہ دین جس زور سے صحابہ کرام کے خلاف زہر فشانی میں مصروف ہے اسی طرح ان صحابہ کی اتباع کرنے والے اہل السنّت والجماعت پر حملہ آور ہے۔

”مراکز اسلام کے بارے میں امامیہ دین کیا کہتا ہے؟“

سلمان بن خالد امام ابوعبداللہ سے نقل کرتا ہے کہ انہوں نے کہا اہل شام، اہل روم سے بدتر ہیں اور اہل مدینہ اہل مکہ سے بدتر ہیں اور اہل مکہ وہ ہیں جنہوں نے کھلے عام اللہ کے ساتھ کفر کیا۔

اصول کافی جلد۲ صفحہ ۴۰۹ باب فی صنوف اہل الخلاف، روایت نمبر ۳

اسی اصول کافی کی ایک اور روایت یہ بھی ہے

ابو بصیر اپنے زمانے کے دو میں سے ایک امام صاحب سے نقل کرتا ہے، امام نے کہا کہ بلا شبہ اہل مکہ نے اللہ تعالیٰ کا کھلے عام انکار کیا اور اہل مدینہ اہل مکہ سے بھی زیادہ خبیث ہیں ان سے ۷۰ گناہ بڑھ کر اخبث ہیں۔ (الکافی جلد ۲ صفحہ ۴۱۰ روایت نمبر ۴) حرمین میں رسول اللہ ﷺ کا قرب پانے والے اور جوار رسول کی عزت سے فیض یاب ہونے والوں کے بارے میں ان کا رویہ اس دین کا نظریہ صرف ان دو روایات میں بند نہیں ہے روایات کے جنگل میں حرمین کے پڑوسیوں اور عرب سے تعلق رکھنے والوں کے بارے میں بہت جارحانہ ہے جس کی تفصیل کسی دوسرے موقعہ پر بیان ہوگی۔

حضرت حسینؓ کے کوفہ روانہ ہونے کے واقعات درج کرتے ہوئے جو تبصرے امامیہ دین نے اہل مدینہ اور اہل مکہ کے بارے میں جاری کئے ہیں ان کو نقل کرتے ہوئے ہاتھ لرزتے ہیں۔ حرمین کی پاکیزہ نسبتوں کو پانے والے اس دین کے نزدیک خبیث ہی نہیں اخبث ہیں، اِن روایات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ روم والوں سے آخر کیا رشتہ اور اظہار محبت کی آخر کیا وجہ ہے اور اہل مکہ و اہل مدینہ سے آخر کیا دشمنی ہے؟ صرف یہی ناں کہ روم کفار کا مرکز اور حرمین اسلام کے مراکز ہیں، اب یہ جاننا اور سمجھنا کچھ دشوار نہیں کہ اِن دونوں مراکز اسلام سے دشمنی رکھنے والا کون ہوسکتا ہے اور یہاں سے اٹھنے والی صدائے حق سے اس کا رشتہ کیا ہے محبت کا یا عداوت کا؟

محترم حضرات یہ مذکورہ چند گزارشات اسلام کے مقابلے میں وضع کئے ہوئے اس دین کی ایک جھلک بیان کرنے کیلئے پیش کی ہیں یہ بانے کیلئے کہ یہ ہے کفریات کا وہ مجموعہ جس کو حقیقی اسلام کا نام دے کر دنیا میں پھیلایا جارہا ہے۔

"بدترین دشمنوں کی بدترین چال"

امامیہ دین کی غرض و غائیت قدرت باری تعالیٰ کی جگہ پنج تن پاک، رسول اللہ ﷺ کی جگہ بارہ امام، قرآن کی جگہ سامرا میں رکھا ہوا اہزار آیتوں کی کتاب، بیت اللہ کی جگہ حضرت علی کی قبر، مکہ و مدینہ کی جگہ کوفہ اور مسجد تقویٰ کی جگہ مسجد ضرار کو نصب اور قائم کرنا ہے وہ ایمان کی جگہ تبرائی دین کو قائم کرنا چاہتے ہیں روز اول سے ہی وہ حضرت محمد ﷺ پر نازل ہونے والے دین کے متوازی ایک دوسرے دین کی وضع اور کانٹ چھانٹ میں لگے ہوئے ہیں یہ شہادت تو قرآن کریم کی ہے جو صدیوں سے اعلان فرما رہا ہے اور تا صبح قیامت وہ اعلان جاری و ساری رہے گا کہ دور وحی سے ہی دین کے مقابلے میں دین کی وضع شروع ہوگئی تھی اور باقاعدہ مسجد اسلام کے مقابلے میں متوازی طور پر مسجد ضرار کا قیام عمل

میں لایا گیا تھا جس کے بنیادی مقاصد بھی اللہ جل شانہ نے اپنی کتاب میں ایک ایک کر کے گنوا دیئے یہی وہ غرض و غائیت اور مقصد اصلی تھا جس کے تحت ایک گروہ مسلمانوں کی صفوں میں گھسا جو مسلسل ترقی کرنے کے ساتھ ساتھ آگے چل کر ایک معروف دین کے نام سے متحد ہو گیا وہ جانتے تھے کہ تخریب دین کا یہ مشکل ترین کام مسلمانوں کے اندر گھسے بغیر ممکن نہیں چنانچہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس گروہ نے بنیادی طور پر دو کام شروع کیئے ایک تو یہی کہ اسلام کے مقابلے میں ایک دوسرا متوازی دین تیار کیا جائے جس میں نام تو نہ بدلا جائے مگر کام اور اصلیت کو پوری طرح مسخ اور بدل دیا جائے چنانچہ نام تو ''ایمان'' ہو مگر ایمان کے نام پر ''وما هم بمؤمنين'' کی غذا دی جائے نام تو نماز ہو مگر کام دنیا بھر میں دین پھیلانے والے ''والسابقون الاولون اور الئک کتب فی قلوبهم الایمان۔ رضی الله عنهم و رضوا عنه۔ هم الراشدو۔ هم المفلحون'' جیسے سینکڑوں خدائی خطابات پانے والے صحابہ کرام پر تبرا ہو وغیرہ جبکہ دوسرا کام مسلمانوں میں رہ کر ان پر نظر رکھی جائے، ان کے راز اور اندرونی حالات سے رؤسائے کفر کو آگاہ رکھا جائے اور ایک کامیاب جاسوس کے جو جو فرائض ہوتے ہیں ان کو ادا کیا جائے تا کہ ملت اسلامیہ کی قوت و طاقت کو ہر زاویے سے کمزور کرنے کی کوشش کامیاب بنائی جا سکے، امامیہ دین کی اسلام دشمنی پر مشتمل چند جھلکیاں عرض کرنے کے بعد اس وقت ان کے جاسوسی کرنے کے کالے کردار سے پردہ ہٹایا جاتا ہے تا کہ امت اسلام جب کبھی اپنے دشمنوں کی فہرست بنائے تو اسے دشمنوں کے مابین فرق کرنے میں دشواری نہ رہے اور وہ آسانی سے اندازہ لگا لے کہ عام آدمی، طاقتور آدمی، فوجی اور جاسوس میں سب سے زیادہ خطرناک اور ضرر رساں کون سا دشمن ہے جبکہ جاسوس دشمن جاسوسی کا صدیوں پر محیط تجربہ بھی رکھتا ہو اور بارہا مرتبہ امت اسلام کو صرف ایک جھٹکے میں سو دو سو نہیں چھ چھ لاکھ مسلمانوں کو تباہ کروا بھی چکا ہو تو پھر اس دشمن کی جو خطرناکی اور زہر آلودی کسی سمجھدار انسان کے ذہن میں آ سکتی ہے وہ محتاج بیان نہیں، البتہ کسی جاسوس کا پہنچاننا سب سے مشکل ترین اور سخت دشوار کام ہے محض زبان سے دعوی کرنا کہ یہ جاسوس ہے یہ درست نہیں بلکہ جاسوس جتنا خطرناک دشمن ہے اتنا ہی خطرناک کام محض جذبات سے مغلوب ہو کر کسی کو بلاوجہ جاسوس قرار دینا ہے مگر جب بات کتاب خدا اور فرمان الٰہی کی ہو تو معمولی سا ایمان کا ذرا رکھنے والا بھی اللہ جل شانہ کے ارشاد کی صداقت و سچائی پر آنکھیں بند کر کے ایمان رکھتا ہے پس دلوں کے حال سے واقف نے جو کچھ فرمایا اور اس کی روشنی میں اہل علم کا جو بیان ہے بلا تبصرہ پیش خدمت ہے تا کہ آپ خود اس پر اطمینان حاصل کر سکیں۔

”ارشاد الٰہی کی روشنی میں جاسوسوں کی تلاش“

کچھ دھوکہ باز کفار اور خطرناک دشمن ایمان کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کی صفوں میں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنے مشن کا مشکل ترین کام شروع کیا یعنی مسلمانوں کے وہ خفیہ راز اور اندر کی صورت حال مشرکین و یہود تک پہچاتے اور اہل اسلام پر حملہ کرنے کی ترغیب، ترتیب اور مشورے دیتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لاَ يَحْزُنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُواْ آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِن قُلُوبُهُمْ وَمِنَ الَّذِينَ هِادُواْ سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِن بَعْدِ مَوَاضِعِهِ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِن لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُواْ وَمَن يُرِدِ اللّهُ فِتْنَتَهُ فَلَن تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللّهِ شَيْئاً أُوْلَئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللّهُ أَن يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۔ سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ فَإِن جَآؤُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُم أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ وَإِن تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَن يَضُرُّوكَ شَيْئاً وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ إِنَّ اللّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۔ (المائدہ ۴۱/۴۲)

ترجمہ: اے رسول غم نہ کر ان کا جو دوڑ کر گرتے ہیں کفر میں، وہ لوگ جو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اپنے منہ سے، اور ان کے دل مسلمان نہیں اور وہ جو یہودی ہیں، جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کیلئے، وہ جاسوس ہیں دوسری جماعت کے، جو تجھ تک نہیں آئے۔ بدل ڈالتے ہیں بات کو اس کا ٹھکانہ چھوڑ، کر کہتے ہیں اگر تم کو یہ حکم ملے تو قبول کر لینا اور اگر یہ حکم نہ ملے تو بچتے رہنا اور جس کو اللہ نے گمراہ کرنا چاہا سو تو اس کیلئے کچھ نہیں کر سکتا اللہ کے ہاں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے نہ چاہا کہ دل پاک کرے ان کے۔ ان کو دنیا میں ذلت ہے اور ان کو آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ جاسوسی کرنیوالے جھوٹ بولنے کیلئے اور بڑے حرام کھانے والے سو اگر آویں وہ تیرے پاس تو فیصلہ کر دے ان میں یا منہ پھیرے ان سے اور اگر تو منہ پھیر لے گا ان سے تو وہ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور اگر تو فیصلہ کرے تو فیصلہ کر ان میں انصاف سے بیشک اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو۔

(ترجمہ: شیخ الھند مولانا محمود الحسنؒ)

سورہ المائدہ کی ان روایات میں اللہ جل شانہ نے ایمان کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کی چند عادات بیان فرمائیں ہیں کہ

۱۔دوسری قوم کیلئے جاسوسی کرتے ہیں سماعون لقوم آخرین

۲۔کلام میں تحریف کرتے ہیں یحرفون الکم عن مواصنعه

۳۔نفس پرستی کو دین کے لیبل میں ڈھالنے والے یقولون ان اوتیتم هذا فخذوه

۴۔ان کے دل ناپاک ہیں اولئک الذین لم یرد الله ان یطهر قلوبهم

۵۔جاسوسی وتقیہ میں امتزاج پیدا کرنے کے شاہکار سماعون للکذب

۶۔مطلب پرستی میں خوشامد کرنے والے فان جاء وک فاحکم بینهم او اعرض عنهم

۷۔مطلب پورا نہ ہونے کی صورت میں ضرر ساں فلن یضروک شیئاً

۸۔ایمان کے جھوٹے دعویداروں میں بھی انصاف کرنیکا حکم فاحکم بینهم بالقسط

جولوگ زبان سے تو اپنے مؤمن ہونے کا راگ الاپتے ہیں مگر ان کے دل میں ایمان نام کی کوئی شے نہیں اللہ جل شانہ نے ان کی علامات، عادات اور پہچان کیلئے جونشانیاں مذکورہ آیات میں بیان فرمائی ہیں، ان میں سے اس وقت صرف وہ پہلی عادت اور اسلام کے خلاف خطرناک چال، جس کا اللہ تعالیٰ نے ”سماعون للکذب، سماعون لقوم آخرون“ جیسے الفاظ نازل فرما کر تذکرہ کیا ہے اس کی کچھ وضاحت کرنا مقصود ہے۔

”اسلام کے خلاف جاسوسی کرنے والوں کی تلاش“

قرآن کریم نے پوری وضاحت کے ساتھ بتا دیا ہے کہ جاسوسی کرنے کیلئے جولوگ مسجد نبوی کی صف اول میں جا پہنچے تھے وہ اپنے مؤمن ہونے کا راگ ہی الاپتے تھے مگر ان کے دل میں ایمان کی رتی بھی نہ تھی بلکہ ان کے دل میں جو کفر کی سطح تھی وہ اتنی بلند تھی کہ دوسرے کافر تو انکے کفر کے آگے بالکل ٹھگنے کہ پاؤں کے ٹخنوں تک بھی نہ آتے تھے اتنے بڑے کافر کہ اللہ کریم نے ان کا نام ہی شیطان بتا دیا (واذا خلوا الی شیاطینهم ۱/البقرہ) مگر اتنے بڑے کافر ہو کر بھی خود کو مؤمن کہتے تھے صرف اس لئے کہ مسلمانوں کی جاسوسی کرنے کیلئے ضروری ہے کہ خود کو مؤمن ثابت کیا جائے چنانچہ جیسا کہ مذکورہ آیت میں موجود ہے کہ وہ محض زبان سے خود کو مؤمن کہہ کر اسلام کی صفوں میں داخل ہوئے اور اپنے کفریہ مقاصد کو پورا کرنے کیلئے مسلمانوں کی جاسوس کرنے میں مصروف ہو گئے ورنہ ان کے دل میں ایمان نام کی

کوئی شے موجود نہ تھی قرآن پاک کی اس آیت میں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے سماعون کے ساتھ دوسرا لفظ ''للکذب'' جھوٹ بولنے کیلئے بھی موجود ہے، یہ لفظ ان کی تقیہ والی عادت پر کافی روشنی ڈال رہا ہے ورنہ جاسوسی اور جھوٹ دونوں لازم وملزوم چیزیں ہیں جب کسی کو جاسوس کہا تو اس سے اسکا جھوٹا ہونا خود بخود سمجھا گیا، مگر ایمان کے جھوٹے دعویداروں کو ''سماعون'' (جاسوس) کے ساتھ ''للکذب'' بھی بتایا گیا جس سے پتہ چلا کہ جاسوسی کے ساتھ جھوٹ بولنے میں بھی یہ باقی سب سے آگے ہیں۔

مفسر السمین الحلبی نے ان الفاظ کے بارے میں فرمایا ہے

(ا)۔''سماعون'' مبتدا، والتقدیر، من الذین ھادوا قوم سماعون، یعنی ''سماعون'' (کالفظ ترکیب میں)''مبتدا'' ہے (اس صورت میں) تقدیری عبارت یوں ہوگی ''ومن الذین ھادوا قوم سماعون'' یعنی یہودیوں میں سے ایک گروہ (جو زبان سے ایمان کا دعویٰ اور دل میں کفر رکھتا تھا اور مسلمانوں کی صفوں میں گھس آیا تھا) ایسا ہے جو جاسوسی کرتا ہے۔آگے چل کر مفسرؒ فرماتے ہیں

''للکذب'' فیه وجھان احدھما ان اللام زائدة و ''الکذب'' ھو مفعول ای ''سماعون الکذب'' و زیادة اللدم ھنا مطروة لکون العامل فرعاً فقوی بالام و مثله ''فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیدُ'' (ھود/۱۰۷)

والثانی: علی بابھا من التعلیل و یکون مفعول ''سماعون'' محذوفاً ای سماعون اخبارکم و احادیثکم لیکذبوا فیھا بالزیادہ والنقص والتبدیل

(الدر المصنون فی علم الکتاب المکنون/ج۱/۱۳۵۴ھ)

''لکذب'' میں بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ (الکذب پر داخل) لام زائدہ ہو اور (ترکیب میں) ''الکذب'' مفعول واقع ہو یعنی ''سماعون الکذب'' (یعنی کان لگا کر سنتے ہیں جھوٹ کیلئے) اور لام تاکید کیلئے زیادہ کردی تا کہ وہ عامل کیلئے فرع بن جائے پس وہ عامل لام کے ذریعہ قوی ہو گیا اور اسکی مثال ''فعال لما یرید'' ہے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ یہ تعلیل کے باب سے ہے اس صورت میں ''سماعون'' کا مفعول محذوف ہوگا یعنی ''سماعون اخبارکم'' وہ تمہاری خبروں اور باتوں کو کان لگا کر سنتے ہیں تا کہ ان میں جھوٹ ملا دیں کچھ زیادہ اور کچھ کم اور کچھ تبدیل کر کے۔

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ جاسوسی کے علاوہ بھی ان کی زندگی جھوٹ کی عمارت پر تعمیر ہے اور معاملات و معاشرت اور

دین کے بارے میں اس کثرت سے جھوٹ بولتے ہیں گویا جاسوسی اور تقیہ دونوں ان کی عبادت ہیں۔

”اسلام کی صفوں میں گھسے جاسوس اور اہل علم کے ارشادات“

(۲)۔امام تفسیر مجاہد بن جبیر المکی القرشی المخزومی اجل تابعین میں سے ہیں قرآن پاک کی تفسیر میں ان کو بلند مقام حاصل ہے، انکی تفسیری روایات تفسیر مجاہد میں جمع ہیں وہ ان آیات کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں **عبدالرحمن قال ثناء، ابراهیم قال ثناء، آدم قال ثناء ، ورقاء عن ابن ابی نجیح عن مجاهد”یا ایها الرسول لا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر من الذین قالوا امنا باافواههم‘ قال هم المنافقون۔**

یعنی سورۃ المائدہ کی اس آیت میں جن لوگوں کے کفر کی طرف جلدی کرنے پر آپ ﷺ غمگین ہوتے تھے ان کے بارے میں فرمایا جارہا ہے کہ آپ غم نہ فرمائیں اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ منافقین ہیں

اس روایت سے متصل بعد دوسرے روایت بھی اسی سند کے ساتھ امام مجاہد سے منقول ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں انہوں نے فرمایا

”هم سماعون للیهود“

یعنی وہ یہودیوں کے جاسوس تھے (تفسیر مجاہد، جلد ا، صفحہ ۸۴، تحت المائدہ ۴۱/)

(۳)۔علامہ ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۰/ ھجہ) زیر نظر آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں

..... ابن نجیح عن مجاهد”امنا بافواههم“ قال یقول هم منافقون سماعون لقوم آخرین، قال هم ایضا سماعون للیهود

ابن نجیح امام مجاہد سے ”امنا بافواھم“ کی تفسیر کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ مراد منافقین ہیں” **سماعون لقوم آخرین**“ کی تفسیر میں فرمایا یہ جاسوسی کرنے والے بھی منافق ہی ہیں جو یہودیوں کیلئے جاسوسی کرتے ہیں (جامع البیان تفسیر ابن جریر طبری، تحت المائدہ ۴۱/، جلد ۱۰، صفحہ ۳۰۶، روایت نمبر ۱۱۹۲۶)

(۴)۔ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح الانصاری الخزرجی شمس الدین القرطبی (متوفی ۶۷۱/ ھجہ) اس آیت کی

تفسیر میں فرماتے ہیں

(سماعون لقوم آخرین لم یاتوک) وکان المنافقین من یفعل ھذا..... و قال سفیان بن عیینه ان الله سبحانه ذکر الجاسوس فی القرآن بقوله سماعون لقوم آخرین لم یاتوک

وہ دوسری قوم کیلئے جاسوسی کرتے ہیں جو تیرے پاس نہیں آئی، اور منافقین میں ایسے لوگ تھے جو یہ (جاسوسی کا) کام کرتے تھے (تھوڑا آگے چل کر) سفیان بن عینیہ (کا قول نقل کرتے ہیں کہ وہ) فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جاسوسی کرنے والوں کا ذکر (اپنے اس قول میں) فرمایا ہے "سماعون لقوم آخرین لم یاتوک"۔(الجامع الاحکام القرآن تفسیر قرطبی ، جلد ۶/ ۱۸۱)

(۵)۔ابوالفدا اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی (متوفی ۷۷۴ھجہ) فرماتے ہیں

(سماعون لقوم آخرین لم یاتوک) ای یستجیبون الاقوام الآخرین لایاتون مجلسک یامحمد (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۱۱۳)

عبارت کا ترجمہ تفسیر ابن کثیر مترجم سے درج ذیل ہے

اور جولوگ آپ ﷺ کی مجلس میں نہیں آتے یہ یہاں کی وہاں لگاتے ہیں، ان کی طرف سے جاسوسی کرنے کو آتے ہیں۔(تفسیر ابن کثیر مترجم جلد ۱، صفحہ ۷۳۲)

(۶)۔محی السنہ ابومحمد الحسین بن مسعود البغوی (متوفی ۵۱۰ھجہ) فرماتے ہیں

(سماعون لقوم آخرین لم یاتوک) ای ھم جواسیس

یعنی وہ دوسری اس قوم کے جاسوس ہیں جو آپ کے پاس نہیں آئی۔

(۷)۔مفسر محمد رشید صاحب تفسیر المنار (متوفی ۱۳۵۴ھجہ) فرماتے ہیں

والمعنی انھم کثیر الاستماع لکلام الرسول ﷺ ولاخبار عنه لاجل الکذب علیه بالتحریف و استنباط الشبھات فھم عیون و جواسیس بین المسلمین یبلغون رء وساء ھم وسائر اعداء

الاسلام کل ما یقفون علیه لاجل ان یکون مایفترون علیه من الکذب مقبولاً، لانه مبنی علی وقائع ومسائل واقعة یزیدون فی روایاتها وینقصون و یحرفون منهامایحرفون۔ و من یکذب علیک وهو لا یعرف من امرک شیاءً لایسطیع ان یجعل کذبته مرجو القبول کمن یعرف، بل یظهر اختلاقه لاول و هلته ولهذا تر الذین یفترون الکذب علی الاسلام فی هذاالزمان یقرء ون بعض کتب المسلمین: لیبنوا اکاذیبهم علی مسائل معروفته یحرفون الکلم فیها عن مواضعه، کما سیاتی فی وصف هؤلاء، کالذین افتروه فی قصة زید و زینب، و فی غیر هامن الوقائع والاخبار ویؤید هذا المعنی قوله تعالیٰ (سماعون لقوم آخرین لم یاتوک) ای لاجل قوم آخرین من رؤسائهم، و ذوی الکیدفیهم، او من اعدائک مطلقا، لم یاتوک یسمعوا منک باذانهم: اماکبرا و تمرداواماخوفاً علی انفسهم: لانهم معلنون للعداوه، اخرج ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن منذر، و ابوالشیخ،عن جابر بن عبدالله فی قوله (ومن الذین هادوا سماعون للکذب) قال یهود المدینه (سماعون لقوم آخرین لم یاتوک) قال یهود فدک . (تفسیر القرآن الحکیم تفسیر المنار تحت المائدہ/۴۱۔۴۲/ج ۶/۳۲۲)

(ترجمہ) معنی یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کا کلام اور خبریں آپ ﷺ سے کثرت کے ساتھ سننے والے ہیں آپ ﷺ پر جھوٹ بولنے، کلام میں تحریف کرنے اور کلام سے شکوک وشبہات کا استنباط کرنے کی غرض سے، پس وہ مسلمانوں کی صفوں میں (چھپے ہوئے) جاسوس اور نظر رکھنے والے ہیں (جو) وہ تمام خبریں دشمنان اسلام اور اپنے سرداروں تک پہنچاتے ہیں تاکہ جو آپ ﷺ پر انہوں نے جھوٹ باندھے ہیں وہ قبولیت وشہرت پا جائیں اس لئے کہ وہ کھڑے ہوئے جھوٹ واقعات اور مسائل واقعیہ پر مبنی ہیں جن کی روایت میں انہوں نے کچھ اضافہ اور کچھ کمی کر دی اور جو کچھ تحریف ان کے بس میں تھی وہ کر گزرے اور جو کوئی شخص آپ پر جھوٹ بولتا ہے تو اس کے نزدیک آپ کے حکم کی کوئی اہمیت نہیں یہ تو ان کے بس میں نہیں کہ وہ جھوٹ کو قابل قبول بنا سکیں جیسا کہ وہ جانتے ہیں بلکہ وہ اپنی بہتان تراشی کو ظاہر کرتے ہیں لہٰذا آپ ان لوگوں کو دیکھیں گے جو دور حاضر میں اسلام پر جھوٹ تراشتے ہیں وہ مسلمانوں کی بعض کتابوں کر پڑھتے ہیں تاکہ معروف مسائل میں اپنے جھوٹ کی بنیاد (ان مسلمانوں کی کتابوں کو دلیل بنا کر) قائم کریں اس طرح کہ بات کو اس کے اپنے ٹھکانہ سے پھیر (کر اس عبارت کا مطلب کیا سے کیا بنا) دیتے ہیں جیسا کہ عنقریب

آ گے ان کا قصہ آ رہا ہے، ان لوگوں کی طرح جنھوں نے زید و زینب کا قصہ تراشا (اسی طرح) کے دیگر واقعات اور خبریں: اور اس کی تائید قرآن پاک کی اس آیت (سماعون لقون آخرین لم یاتوک) سے ہوتی ہے یعنی وہ ایسی قوم کیلئے جاسوسی کرتے ہیں جو ان کے سرداروں پر مشتمل دوسری قوم ہے اور ان کیلئے جو مکاری کرنے والے ہیں ان میں سے یا مطلقاً آپ کے دشمنوں کیلئے جاسوسی کرنے والے ہیں جو آپ کے پاس نہیں آئے تا کہ اپنے کانوں کے ساتھ وہ آپ کی بات سنیں یا تو تکبر و نخوت کی وجہ سے نہیں آئے یا اپنی جان پر خوف کی وجہ سے نہیں آئے کیونکہ (باہر) وہ اعلانیہ آپ سے دشمنی کا اظہار کرتے ہیں۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مندر اور ابوالشیخ نے جابر بن عبداللہ سے (من الذین ھادوا سماعون للکذب) (کی تفسیر) کے بارے میں نقل کیا ہے (وہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد) یہود مدینہ ہیں اور (سماعون لقوم آخرین لم یاتوک) کے بارے میں نقل کیا ہے کہ (اس سے مراد) یہود فدک ہیں۔

(۸)۔محمد بن علی بن محمد الشوکانی (المتوفی ۱۲۵۰ھجہ) لکھتے ہیں

(سماعون لقوم آخرین) خبر ثان، واللام فیه کاللام فی (للکذب) و قیل اللام للتعلیل فی الموضعین ای سماعون لکلام رسول الله ﷺ لاجل الکذب علیه، وسماعون لاجل قوم آخرین وجھوھم عیوناً لھم لاجل ان یبلغوھم ما سمعوا من رسول الله ﷺ (فتح القدیر جامع البیان فی الروایۃ والدرایۃ تحت المائدہ ۴۱/ ج ۲/ ۳۰۹)

(۹)۔ابو محمد عبدالحق بن غالب بن عبدالرحمان بن تمام بن عطیہ الاندلسی المحاربی (المتوفی ۵۴۲ھجہ) فرماتے ہیں

(سماعون لقوم) بمعنی جواسیس مسترقین للکلام لینقلوہ لقوم آخرین وھذا مما یمکن ان یتصف به المنافقون و یھود المدینه و قیل لسفیان بن عینه ھل جری للجاسوس ذکر فی کتاب الله عزوجل فقالوا نعم وتلاھذہ الایته (سماعون لقوم آخرین)۔(المحرر الوجیز ۲/ ۲۸۹)

(سماعون لقوم) بمعنی جاسوس کے ہے جو کلام کو چوری کر کے دوسری قوم کو نقل کرتے ہیں اور یہ ممکن ہے کہ منافقین اور یہود مدینہ کو اس وصف کے ساتھ متصف کیا جائے سفیان بن عینہ سے پوچھا گیا کہ کیا کتاب اللہ میں جاسوس کے

بارے میں کوئی ذکر ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں اور یہ آیت (**سماعون لقوم آخرین**) تلاوت فرمائی۔

(۱۰)۔ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی (المتوفی ۷۰۱ھجری) فرماتے ہیں

(سماعون لقوم آخرین لم یاتوک) ای سماعون منک لاجل قوم آخرین من الیھود وجھوھم عیوناً لیبلغوھم ماسمعوا منک۔(مدارک التنزیل، تفسیر نسفی رجلد ۱رصفحہ ۲۸۷)

یعنی وہ آپ سے دوسری قوم یعنی یہود کی خاطر سننے والے ہیں انہوں نے ان کو جاسوس بنا کے بھیجا ہے تاکہ یہ جو کچھ آپ سے سنے وہ ان کو پہنچا دیں۔

(۱۱)۔مفسر اسعد حومد لکھتے ہیں

فھم جواسیس بین المسلمین لاعدائھم مھمتھم ابلاغ رئووس الکفر اعداء الاسلام ۔(ایسر التفاسیر لاسعد حومد تحت المائدہ ر۴۱رجلد ۱رصفحہ ۷۱۱)

پس وہ (مسلمانوں میں چھپے ہوئے) دشمنوں کے جاسوس ہیں جن کا مقصد دشمنان اسلام، کافروں کے سرداروں تک خبریں پہنچانا ہے۔

(۱۲)۔مفسر ابوبکر الجزائری فرماتے ہیں

سماعون لیھود آخرین لم یاتوک کیھود خیبر وفدک ای کثیر السمع للکذب الذی یقولہ اخبارھم لما فیہ من الاسائۃ الیک سماعون لاھل قوم آخرین ینقلون الیھم اخبارک ۔(ایسر التفاسیر للجزائری تحت المائدہ ر۴۱رجلد ۱ر۳۵۰)

وہ کان لگا کر دوسرے یہودیوں کیلئے سنتے ہیں جو آپ کے پاس نہیں آئے جیسے خیبر اور فدک کے یہود، یعنی بہت سننے والے ہیں جھوٹ بولنے کیلئے وہ جو کہ ان کے احبار نے ان کو کہا آپ کو آزردہ کرنے کیلئے وہ سنتے ہیں دوسری قوم کیلئے آپ کی خبریں ان کی طرف منتقل کرتے ہیں (جاسوسی کرتے ہیں)۔

(۱۳)۔مفسر زحیلی فرماتے ہیں

اوھم بمعنی کونھم جواسیس یتنصتون للکلام لینقلوہ لقوم آخرین۔(تفسیر الوسیط للزحیلی ،جلد۱/۴۶۲)

یا وہ جاسوس کے معنی میں ہیں کہ وہ کلام سننے کیلئے پوری توجہ کرتے ہیں تا کہ دوسری قوم کی طرف اس کو نقل کریں۔

(۱۴)۔مفسر ابوالسعود العمادی محمد بن محمد بن مصطفیٰ (متوفی ۹۸۲/ھجہ)فرماتے ہیں

والمعنی مبالغون فی قبول کلام قوم آخرین، و اما کونھا لام التعلیل بمعنی سماعون منه ﷺ لاجل قوم آخرین وجھوھم عیوناً لیبلغوھم ماسمعوا منه ﷺ ۔(ارشاد العقل السلیم المعروف تفسیر ابی سعود، جلد۲/ ۲۳۸)

اور (سماعون لقوم کا) معنی یہ ہے کہ وہ دوسری قوم کا کلام قبول کرنے میں خوب مبالغہ کرتے ہیں اور یا (لقوم پر) لام تعلیل کیلئے ہوگی اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ وہ آپ ﷺ سے کان لگا کر دوسری قوم کیلئے سنتے ہیں جنہوں نے ان کو جاسوس بنا کر بھیجا ہے تا کہ جو کچھ وہ آپ ﷺ سے سنیں وہ ان تک پہنچا دیا کریں۔

(۱۵)۔مفسر ابوزید عبدالرحمان بن محمد بن مخلوف الثعالبی (متوفی ۸۷۵/ھجہ)فرماتے ہیں

(سماعون لقوم آخرین) بمعنی جواسیس مسترقین الکلام لینقلوہ لقوم آخرین وھذا مما یمکن ان یتصف یه المنافقون ویھود المدینه قلت وھذا ھوالذی نص علیه ابن اسحاق فی السیر، و قیل لسفیان بن عینه ھل جری للجاسوس ذکر فی کتاب اللہ عزوجل فقال نعم وتلا ھذہ الایه ۔ (الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر الثعالبی جلد ۱/صفحہ ۴۱۳)

(سماعون لقوم آخرین) کا معنی جاسوس ہیں جو کلام کو چوری کرتے ہیں تا کہ دوسری قوم تک اس کو منتقل کریں اور یہ ممکن ہے کہ ان اوصاف کے ساتھ منافق اور یہودی متصف ہوں اور (آیت کا) یہی وہ مطلب ہے جس پر ابن اسحاق نے سیر میں نص کی ہے اور سفیان بن عینیہ سے کہا گیا کہ کیا کتاب اللہ کے اندر جاسوس کے بارے میں کوئی ذکر ہے تو انہوں نے فرمایا کہ ’’ہاں‘‘ اور یہی آیت ’’سماعون لقوم آخرین‘‘ تلاوت فرمائی۔

(۱۶)۔مفسر محمد متولی الشعراوی فرماتے ہیں

ای انھم یسمعون لحساب قوم آخرین، والقوم الآخرون الذین یسمعون لھم ھم القوم الذین اصابھم الکبر والغرور و استکبروا ان یحفروا مجلس رسول ﷺ وھم فی الوقف لایطیقون الانتظار ویریدون معرفته ماذا یقول رسول الله لذالک یر سلون الجواسیس الی مجلس النبی ﷺ لینقلو الھم۔ (تفسیر شعراوی ۱/۰/۲۱۷)

یعنی وہ سنتے ہیں دوسری قوم کے حساب میں، اور وہ دوسری قوم جن کیلئے یہ (جاسوس) سنتے ہیں وہ قوم ہے جو تکبر، غرور اور بڑھائی کے مریض ہیں اس تکبر کی وجہ سے وہ حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر نہیں ہوتے اور وہ اس وقت انتظار کی طاقت بھی نہیں رکھتے (بلکہ) چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (کا پتہ چل جائے کہ) آپ نے کیا کیا احکامات جاری فرماتے ہیں۔اسی وجہ سے وہ جاسوسوں کو حضور اکرم ﷺ کی مجلس میں بھیجتے ہیں تا کہ وہ آ کر ان کو ساری رپورٹ دیں۔

(۱۷)۔شیخ ابوالحسن علی بن احمد بن محمد بن علی الواحدی النساپوری الشافعی (متوفی ۴۶۸/ھجہ) فرماتے ہیں

(سماعون لقوم آخرین لم یا توک) ای ھم عیون لاولئک الغیب ینقلون الیھم اخبارک۔ (الوجیز فی کتاب العزیز/جلد ۱/صفحہ ۱۵۸)

یعنی وہ ان غیب (رہنے والے کافروں) کے جاسوس ہیں آپ کی خبریں ان تک پہنچاتے ہیں۔

(۱۸)۔مفسر ابراھیم قطان فرماتے ہیں

فھم جواسیس بین المسلمین یبلغون رئوسائھم اعداء الاسلام کل ما یقفون علیه من الاخبار ۔ (تیسر التفسیر للقطان/۱/۴۰۲)

وہ مسلمانوں میں گھس جانے والے جاسوس ہیں جو ہر وہ خبر اپنے دشمن اسلام سرداروں تک پہنچاتے ہیں جس کا ان کو پتہ چل جاتا ہے۔

(۱۹)۔محمد بن یوسف المعروف ابی حیان اندلسی لکھتے ہیں

سماعون لاجل قوم آخرین، ای هم عیون لهم و جواسیس یسمعون منک و ینقلون لقوم آخرین وهذا الوصف یمکن ان یتصف به المنافقون ویهود المدینه و قیل السماعون بنو قریظه والقوم الآخرون یهود خیبر و قیل لسفیان بن عیینه هل جری ذکر الجاسوس فی کتاب الله؟ فقال نعم وتلا هذه الایته سماعون لقوم آخرین۔(البحر المحیط ۴/۲۶۱)

وہ کان لگا کر سنتے ہیں دوسری قوم کیلئے، یعنی وہ ان کے جاسوس اور مخبر ہیں آپ کی باتیں سنتے اور دوسری قوم کی طرف منتقل کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ یہ عادت منافقین اور یہود مدینہ (دونوں) کی ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جاسوسی کرنے والے بنو قریظہ اور (جن کیلئے جاسوسی کرتے تھے) وہ دوسری قوم خیبر کے یہودی ہیں، سفیان بن عیینہ سے پوچھا گیا کہ کیا جاسوس کے بارے میں کتاب اللہ کے اندر کوئی ذکر ہے تو انہوں نے فرمایا ہاں اور یہی آیت (سماعون لقوم آخرین) تلاوت کی۔

(۲۰)۔الشیخ ابوالمظفر منصور بن محمد بن عبدالجبار السمعانی متوفی ۴۸۹/ فرماتے ہیں

(سماعون لقوم آخرین لم یاتوک) ای جواسیس لقوم آخرین لم یاتوک وهم اهل خیبر یصف المنافقین والیهود واما المنافقین کانوا جواسیس الیهودواما الیهود کانوا جواسیس لاهل خیبر، وسئل سفیان، هل فی القرآن للجاسوس ذکر فقال (بلی) قراء هذه الایته۔(تفسیر سمعانی /جلد۲/۳۸)

یعنی دوسری قوم کے جاسوس ہیں جو قوم آپ کے پاس نہیں آئی اور وہ اہل خیبر تھے یہود اور منافقین (دونوں کو جاسوسی کی عادت کے ساتھ) متصف قرار دیا گیا منافقین یہودیوں کیلئے جاسوسی کرتے تھے اور یہود اہل خیبر کے جاسوس تھے، سفیان (بن عیینہ) سے سوال کیا گیا کہ کیا قرآن میں جاسوسوں کیلئے کوئی بات (اتری) ہے فرمایا کیوں نہیں اور یہی آیت تلاوت فرمائی۔

(۲۱)۔ابوحفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی (المتوفی بعد سنہ ۸۸۰/ھجہ) فرماتے ہیں

والمعنی انهم اعین وجواسیس لقوم آخرین لم یاتوک ولم یحفروا عندک لیبلغواالیهم اخبارک۔(تفسیر اللباب لابن عادل، جلد ا/صفحہ ۱۷۷)

اوراسکا معنی یہ ہے کہ وہ اس دوسری قوم کے مخبراور جاسوس ہیں جو آپ کے پاس نہیں آئی تا کہ وہ آپ کی خبریں ان تک پہنچائیں۔

(۲۲)۔شھاب الدین محمود ابن عبداللہ الحسینی الالوسی فرماتے ہیں

والمراد انھم عیون علیہ علیہ الصلوۃ والسلام لاولئک القوم وروی ذالک عن الحسن والزجاج و اختارہ ابوعلی جبائی ۔(روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی ۳۰۶/۳)

اورمراد یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ پر اس (دوسری) قوم کی طرف سے جاسوس تھے (جوآپ ﷺ کی خبریں ان تک پہنچاتے تھے) یہی روایت حسن اورزجاج سے منقول ہے اورابوعلی جبائی نے بھی اسی کواختیار کیا ہے۔

(۲۳)۔**ابوجعفر النحاس احمد بن محمد اسماعیل بن یونس المرادی النحوی (المتوفی/ ۳۳۸ ھجہ)** فرماتے ہیں **(سماعون لقوم اخرین لم یاتوک) ای ھم عیون لقوم آخرین لم یا توک**۔(معانی القرآن الکریم النحاس ۳۰۷/۲)

یعنی (سماعون کا معنی یہ ہے کہ) وہ دوسری قوم کے جاسوس ہیں جوقوم آپ کے پاس نہیں آئی۔

(۲۴)۔قاضی محمد ثناءاللہ العثمانی المظہر ی فرماتے ہیں

ای ھم یعنی بنو قریظہ جواسیس لقوم آخرین۔(تفسیر مظہری، جلد۱/صفحہ۱۰۷۹)

یعنی (سماعون سے مراد یہ ہے کہ) وہ یعنی بنوقریظہ دوسری قوم کے جاسوس ہیں۔

(۲۵)۔ملاحویش آل غازی عبدالقادر سماعون کا معنی یوں بیان فرماتے ہیں

(سماعون) عیون و جواسیس (لقوم آخرین) منھم (لم یاتوک) لینقلوا کلامک لھم ۔(بیان المعانی ۳۲۹/۶)

سماعون (کا معنی یہ ہے کہ) مخبراور جاسوس (جو) ان میں سے دوسری قوم کیلئے (جاسوسی کرتے ہیں جو) آپ کے پاس نہیں آئے تا کہ آپ کی باتوں کوان کے پاس پہنچائیں۔

(۲۶)۔علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی ''الشھیر بالخازن سماعون'' کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

(سماعون) یعنی بنو قریظه یعنی انهم جواسیس و عیون لقوم آخرین ۔(لباب التاویل فی معانی التنزیل تفسیر خازن ۴۳/۲/)

(سماعون) یعنی بنوقریظہ، وہ جاسوس اور مخبر تھے دوسری قوم (اہل خیبر) کے لئے۔

(۲۷)۔الشیخ فخر الدین محمد بن عمر التمیمی الرازی الشافعیؒ فرماتے ہیں

الوجه الثانی ان المراد من قوله سماعون للکذب نفس السماع و للام فی قوله للکذب، لام کی، ای یسمعون منک لکی یکذبوا علیک واماقوله ''سماعون للکذب سماعون لقوم آخرین'' فالمعنی انهم اعین وجواسیس لقوم آخرین لم یاتوک و لم یحفرواعندک لینقلوا الیهم اخبارک فعلی هذا التقدیر قوله ''سماعون للکذب'' ای سماعون الی رسول الله ﷺ لاجل ان یکذبوا علیه بان یمزحوا ماسمعوا منه بالزیادة والنقصان والتبدیل والتغییر سماعون من رسول الله لاجل قوم آخرین من الیهود وهم عیون لیبلغوا ماسمعوامنه . (مفاتیح الغیب، جلد۱۱/۱۸۴)۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ''سماعون للکذب'' سے مراد نفس سماع (صرف سننا) ہے اور (للکذب) پر جولام داخل ہے وہ لام کئی ہے یعنی وہ آپ سے سنتے ہیں تا کہ آپ پر جھوٹ باندھیں اور (اللہ پاک کا) ارشاد (سماعون للکذب سماعون لقوم آخرین) تو اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ دوسری قوم کیلئے مخبر اور جاسوس ہیں، (لم یاتوک) اور وہ آپ کے پاس حاضر نہیں ہوئے، تا کہ وہ (جاسوس) آپ کی باتوں کو ان سے جا کر نقل کریں، اس معنی کی صورت میں (عبارت یوں ہوگی) ''سماعون للکذب'' یعنی وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف کان لگاتے ہیں تا کہ وہ آپ ﷺ پر جھوٹ بولیں اس طرح کہ جو کچھ انہوں نے سنا اس میں اضافہ اور کمی اور تبدیلی وتغیر کر کے (ایسے بیان کرتے ہیں کہ) اس کا اصل مطلب ختم ہو کر رہ جاتا ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے سنتے ہیں یہودیوں کی دوسری قوم کیلئے اور وہ ان کے جاسوس ہیں تا کہ جو کچھ سنا وہ (ان دوسری قوم کے یہودیوں) تک پہنچائیں۔

(۲۸)۔الشیخ احمد مصطفیٰ المراغی فرماتے ہیں

ای ان هولاء القوم كثير والا ستماع لكلام الرسول صلوات الله عليه ولاخبار عنه لاجل الكذب عليه بالتحريف و استنباط الشبهات فهم جواسيس بين المسلمين لاعدائهم يبلغون الرئوساء اعداء الاسلام كل ما يقفون عليه، ليكون مايفترون عليه من الكذب متقبلاً، لانه مبنى على وقائع معينه، يزيدون فى روايتها و ينقصون، و يحرفون منها ما يحرفون و قد جرت العادة بان الكذب لايجدله نفوقاً بين الناس الاممن يشاهد و يرى، اما البعيد فيظهر اختلاق كذبه سريعاً ولهذا كانوا ينقلون تلك الاكاذيب لمن لم يات النبى ﷺ من الرئوساء وذوى الكيد ء يسمعوا منه بآذانهم اما كبرا و تمردا واما خوفاً على انفسهم و هذا معنى قوله (سماعون لقوم آخرين لم يا توک) ای سماعون لاجلهم ۔(تفسیر المراغی ۱۱۸/۶)۔

یعنی یہ قوم رسول اللہ ﷺ کے کلام اور خبروں کو بہت زیادہ سننے والی ہے تا کہ آپ پر جھوٹ باندھیں کلام میں تحریف اور شکوک وشبہات نکال کر پس وہ مسلمانوں میں گھسے ہوئے دشمنوں کے جاسوس ہیں جو دشمنان اسلام کے سرداروں کو ہر وہ خبر پہنچاتے ہیں جس سے واقف ہو جائیں تا کہ آپ ﷺ پر ان کے باندھے ہوئے جھوٹ عام ہو جائیں کیونکہ وہ معین واقعات پر مبنی خبریں تھیں جن کو روایت کرتے ہوئے ان میں کمی پیشی اور جو ہوسکی تحریف کر دی اور تحقیق جاری عادت یہی ہے کہ جھوٹ لوگوں کے درمیان (پھیل جانے کے بعد ہلاک) ختم نہیں ہوتا مگر جو (حقیقت حال کا) مشاہد کر لے اور دیکھ لے جو کہ بعید ہے پس کھڑا ہوا جھوٹ بہت جلدی پھیل جاتا ہے، اسی وجہ سے وہ ان لوگوں کو اپنے (اکاذیب) جھوٹ نقل کرتے جو ان کے سردار اور مکر والے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر نہیں ہوتے تھے تا کہ وہ اپنے کانوں کے ساتھ سنتے، یا تو تکبر ونخوت کی بنا پر اور یا اپنی جانوں پر خوف کی وجہ سے (وہ آپ کے پاس نہیں آتے تھے) یہ معنی ہے اللہ جل جلالہ کے ارشاد (سماعون لقوم آخرین لم یاتوک) کا یعنی وہ کان لگا کر سنتے ہیں ان (دوسری قوم) کے لئے۔

(۲۹)۔نظام الدین الحسن بن محمد نیشا پوری نے لکھا ہے

(يحرفون الكلم) مبدلين مغيرين سماعون لاجل قوم آخرين وجوهم عيوناً و جواسيس ۔(غرائب القرآن ورغائب الفرقان ۵۹۲/۲)

وہ کلام میں تحریف کرتے ہیں، بدل ڈالتے ہے، تغیر کرتے ہیں دوسری قوم کے لئے کان لگا کر سنتے ہیں جنہوں نے ان کو مخبر اور جاسوس بنا کر بھیجا ہے۔

(۳۰)۔شھاب الدین احمد بن محمد المصر ی لکھتے ہیں

سماعون لقوم آخرین ای ھم عیون لاولئک الآخرین۔(البیان فی تفسیر غریب القرآن ۱/۱/۱۵۳)

وہ کان لگا کر دوسری قوم کیلیئے سنتے ہیں یعنی وہ ان دوسروں کے جاسوس ہیں۔

حضرت امام مجاہد سے لیکر پندرھویں صدی کے حضرات مفسرین کرام تک ۳۰ تفاسیر کے حوالے سے مفسرین کرام کے ارشادات آپ نے ملاحظہ فرمالئے جس سے زیر تفسیر آیت کا مطلب خوب اچھی طرح واضح ہو گیا کہ ایک گروہ جو محض زبان سے اپنے مومن ہونے کا دعویٰ کرتا تھا مگر ان کا دل ایمان قبول کرنے پر بالکل تیار نہیں انکا دل کفر سے بھرا ہوا تھا انہوں نے کھلی ہوئی آنکھوں سے اسلام کا غلبہ، بدر کی فتح، نصرف خداوندی اور مدینہ منورہ میں اسلام کے جمے ہوئے قدم دیکھ لئے تھے علم اسلام کی سربلندی اور سیلاب کی طرح بڑھتا ہوا لشکر اسلام ان کی برداشت سے باہر تھا مگر ساتھ یہ مشکل بھی تھی کہ کھلے میدان میں مقابلہ کرنے کی سکت اور ہمت بھی نہیں تھی لہذا اپنے عقیدہ کی عظیم خدمت کیلیئے انہوں نے واردات کا طریقہ بدل ڈالا چونکہ اسلام کے علم بردار صحابہ کرام تھے جو اپنے دین پر بہت ہی پکے تھے لہذا ان کو متعصب اور معاند دشمن قرار دیتے ہوئے ان کالے دل والوں نے اپنے اصلی عقیدہ کو ان سے بچا کر رکھ لیا اور زبان سے اس اصل عقیدے کے خلاف بولنے لگے جس کو قرآن پاک نے یوں نقل کیا کہ وہ صرف زبان سے اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں ”**ولم توء من قلوبھم**“۔

”چند اردو تفاسیر کے اقتباسات“

عربی کی مطبوعہ چند کتابوں سے جو اہل علم کے تفسیری ارشادات اوپر نقل ہوئے ہیں ان سے آیت کا مطلب تو خوب روشن ہو گیا مزید تسلی کے لئے اردو کی چند تفاسیر بھی ملاحظہ فرمالیں۔

(۱)۔حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں

سماعون، کے معنی ہیں بہت زیادہ سننے والے اور کان دھرنے والے پھر ”بہت زیادہ سننا“ کبھی تو جاسوسی پر اطلاق کیا

جاتا ہے اور کبھی اس کے معنی ہوتے ہیں ''بہت زیادہ قبول کرنے کے ہیں'' مترجم رحمہ اللہ نے یہاں پہلے معنی مراد لئے ہیں۔(تفسیر عثمانی، جلد۱، صفحہ۵۲۹، حاشیہ نمبر۴)۔

(۲)۔مولانا محمد آصف قاسمی امیر جامعہ اسلامیہ کینیڈا الفاظ کا معنی لکھتے ہوئے کہتے ہیں
سماعون، بہت زیادہ سننے والے، جاسوسی کرنے والے۔(تفسیر بصیرت، جلد۱، صفحہ۶۰۷)

(۳)۔افادات حضرت مولانا حسین علیؒ کو حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ یوں نقل کرتے ہیں: **سماعون للکذب** یہ ھم ضمیر مخدوف کی خبر ہے۔۔۔۔شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں، بڑے جاسوس جھوٹ کہنے کو ''**سماعون لقوم آخرین**'' یہ مبتدائے مقدر کی خبر ثانی ہے اور قوم آخرین سے یہود کے علماء اور رھبان (صوفی) مراد ہیں یہ لوگ عوام یہودیوں کو بغرض جاسوسی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی مجلس میں بھیجتے تھے تا کہ وہ آپ کی باتیں سن کر ان کو بتائیں **والمراد انھم عیون علیه علیه الصلوة والسلام لاولئک القوم** (روح/جلد۲/۱۳۶)۔
''**لم یاتوک**'' یہ قوم کی صفت ہے یعنی وہ ان لوگوں (احبار ورھبان) کیلئے جاسوسی کرتے ہیں جو آپ کی مجلس میں نہیں آتے۔(تفسیر جواہر القرآن/حاشیہ نمبر۶۸، تحت المائدہ/۴۱)۔

(۴)۔حکیم الامتہ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کی تفسیر بیان القرآن کی تسہیل تفسیر فہم قرآن کے نام سے ڈاکٹر مفتی عبدالواحد نے فرمائی ہے اس میں آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ
پھر اس خیال سے کہ شائد شریعت محمدیہ سے اس طریقہ کو سہارا مل جائے یہاں اپنے جاسوسوں کو بھیجا، تیسرے صرف یہی نہیں کہ اپنے تحریف شدہ طریقہ کے موافق بات کی تلاش ہی تک رہتے بلکہ مزید یہ ہے کہ جانے والوں سے (کہتے ہیں کہ اگر تم کو) وہاں جا کر (یہ) تحریف شدہ (حکم ملے تب تو اس کو قبول کر لینا) یعنی اس کے موافق عملدر آمد کرنے کا اقرار کر لینا (اور اگر تم کو یہ) تحریف شدہ (حکم نہ ملے تو) اس کے قبول کرنے سے (احتیاط رکھنا) پس اس بھیجنے والی جماعت میں جن کی جاسوسی کرنے یہ لوگ آئے ہیں۔(تفسیر بیان القرآن کی تسہیل فہم قرآن، جلد۲، صفحہ۴۲)

(۵)۔امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمتہ اللہ علیہ سے مسلم امتہ کا کون صاحب درد واقف نہیں ان کی تفسیر وترجمہ ملاحظہ فرمائیں،آیت کے مطلوبہ الفاظ کا ترجمہ یوں درج ہے

سماعون للکذب سماعون لقوم آخرین لم یاتوک۔۔۔(المائدہ/۴۱)۔

جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کیلئے وہ جاسوسی کرتے ہیں دوسری جماعت کیلئے جو تجھ تک نہیں آئی۔

سماعون للکذب اکالون للسحت۔۔۔(المائدہ/۴۲)

جاسوسی کرنے والے جھوٹ بولنے کیلئے اور بڑے حرام کھانے والے

پھر آگے چل کر تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"**من الذین ھادوا سماعون**" یہ کفر میں مسارعت کرتے ہیں،منافق قرآن کا کفر کرتے ہیں اور یہود تورات کا کفر کرتے ہیں وہ دوسری قوم کی جاسوسی کیلئے یہاں آتے ہیں انہیں خبر نہیں کہ دوسروں سے انکا ملنا انکار تورات کا موجب ہے ہمارے خیال میں فارسیوں سے اتصال مراد ہے فارسیوں کی یمن میں قوت تھی اور یہود یمن میں موجود تھے ان کی وساطت سے وہ یہود مدینہ سے ملتے اور مسلمانوں کی جاسوسی کرتے اور اجتماع مسلمین میں فساد کرنا چاہتے تھے اس کی طرف اشارہ "**سماعون للکذب**" میں ہے۔۔۔(الہام الرحمٰن فی تفسیر القرآن تحت المائدہ/۴۱/۵۱۱)

(۶)۔حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادی آیت کے تحت حاشیہ لگا کر فرماتے ہیں

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو آپ کی مجلس میں حاضر تو ہوتے ہیں لیکن طلب حق کی غرض سے نہیں، بلکہ مثل مخبروں اور جاسوسوں کے۔

(تفسیر ماجدی حاشیہ ۱۴۶ تحت المائدہ/۴۱/۲۹۱)

(۷)۔حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے معارف القرآن میں جو ترجمہ درج فرمایا ہے مطلوبہ الفاظ کا ترجمہ یوں ہے

"**سماعون للکذب سماعون لقوم آخرین**" (المائدہ/۴۱)

جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کیلئے وہ جاسوسی کرتے ہیں دوسری جماعت کیلئے

"**سماعون للکذب**"

جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کیلئے
آگے خلاصہ تفسیر میں بھی اس منافق گروہ کا جاسوسی کرنا نقل کیا ہے جو پیچھے فہم قرآن کے حوالے سے گزر چکا ہے (معارف القرآن تحت المائدہ ۴۱/۴۲-۴۱)

(۸)۔ابوالاعلی مودودی تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں
اس کے بھی ۲ مطلب ہیں، ایک یہ کہ جاسوس بن کر آتے ہیں اور نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کی مجلس میں اس لئے گشت لگاتے پھرتے ہیں کہ کوئی راز کی بات کان میں پڑے تو اسے آپ کے دشمنوں تک پہنچا ئیں۔ (تفہیم القرآن/صفحہ ۴۷۰/حاشیہ نمبر ۶۴/تحت المائدہ/۴۱)

(۹)۔حضرت مولانا پیر محمد کرم شاہ ایم اے (الازھر) اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں آیات کا ترجمہ فرماتے ہیں کہ
"سماعون للكذب سماعون لقوم آخرين" (المائدہ/۴۱)
جاسوسی کرنے والے ہیں جھوٹ بولنے کیلئے، وہ جاسوس ہیں دوسری قوم کے
پھر حاشیہ نمبر ۸۵ میں لکھتے ہیں، یہاں بھی سماع کے دو معنی ہوسکتے ہیں یعنی وہ آپ کی مجلس میں محض جاسوسی کیلئے آتے ہیں کہ کوئی راز کی بات سنیں اور اسے اپنی قوم کے سرداروں کو جا کر بتائیں دوسرا یہ کہ آپ سچی باتوں کو تو قبول نہیں کرتے لیکن فریب کار احبار و علماء کی جھوٹی باتوں کو دل میں جما لیتے ہیں۔ (ضیاء القران/تحت المائدہ/۴۱/ج ا/ص ۴۷۰)

(۱۰)۔حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی معالم العرفان میں فرماتے ہیں
"سماعون" کا دوسرا معنی جاسوسی کرنا ہے یہ لوگ اغیار کیلئے اسلام کے خلاف جاسوسی کرتے تھے۔ (معالم العرفان فی دروس القرآن/جلد ۶/ص ۲۲۶)

(۱۱)۔حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی فرماتے ہیں
یہ ان لوگوں کیلئے سنتے ہیں اور کان دھرتے ہیں جو آپ کے پاس نہیں آئے یعنی یہ دوسرے لوگوں کے جاسوس ہیں۔

(انوار البیان ر ج ۲ ر ص ۱۱۲)

اردو تفاسیر کے یہ چند ارشادات ہم نے نقل کیے ہیں، عربی تفاسیر کی طرح اردو کی تفاسیر میں بھی ان لوگوں کی نشاندہی کی گئی جو کہ مدینہ منورہ میں اسلام کے قدم جمتے ہی حرکت میں آ گئے اللہ کا یہ پھیلتا پھولتا دین ان کو ایک آنکھ بھی گوارا نہ ہوا چنانچہ حزب الشیطان نے اب کی بار جو خطرناک ترین چال چلی وہ بے حد نقصان دہ تھی کہ تقیہ کر کے مسلمانوں کی صفوں میں گھس آئے زبان پر تو کلمہ اسلام مگر دل میں خالص کفر بھرا ہوا تھا وہ اپنے جھوٹے مذہب کو بچانے کی خاطر نہ صرف اسلام کے خلاف جاسوس ہی بنے بلکہ دن رات ایک کر کے اسلام کے خلاف ایک سے بڑھ کر ایک چال چلنے لگے، اسلام کے خلاف جاسوسی جو ایک ناقابل تسخیر ہتھیار تھا اس کو باقاعدہ مذہب کی چھتری فراہم کرنے کیلئے خوب غور وفکر کرنے لگے تاکہ شعبہ انٹیلی جنس کو مذہب کے روپ میں باقاعدہ جاری اور قائم رکھا جا سکے اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کیلئے تقیہ جیسی عبادت کو ایجاد کر کے اس پر اجر وثواب کا ایسا فریم چڑھایا کہ جھوٹ جیسا حرام کام تقیہ کے نام سے کار ثواب اور ایسا دین بن گیا کہ اس کے بغیر ایمان اور دین کا تصور ہی ختم ہو گیا باقاعدہ معصوم اماموں کے نام سے یہ اشتھار جاری کروائے کہ ''لا دین لمن لا تقیۃ لہ'' جو تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے (اصول کافی)۔اور جو تقیہ نہ کرے وہ بے ایمان ہے (اصول کافی ر ج ۲ ر باب التقیہ) وغیرہ یہ تعلیم بھی دی گئی کہ تقیہ کر کے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے جس امام پر نماز ہی میں لعنتوں کی برسات ہوتی ہے تو ایسے امام کی اقتدا میں پڑھی ہوئی نماز ایسی پاکیزہ بن جاتی ہے جس پر نبی کے پیچھے صف اول میں نماز ادا کرنے والے کی طرح اجر وثواب ملتا ہے اور یہ سب تقیہ کے فصل وکرم سے ہوا اس شعبہ انٹیلی جنس کو مضبوط سے مضبوط اور محفوظ تر بنانے کیلئے تقیہ کی پرواز کو کس قدر بلند کیا گیا اور کیسے کیسے گر لوگوں کو معصوم اماموں کے ناموں سے سکھائے گئے؟ اس کا اندازہ تفسیر حسن عسکری کے درج ذیل واقعات سے لگایا جا سکتا ہے یاد رہے کہ تفسیر حسن عسکری جیسا کہ نام سے ظاہر ہے گیارہویں امام کی وہ تفسیر قرآن ہے جو خود انہوں نے اپنے ہونہار دو شاگروں کو پڑھائی تھی یہ تفسیر آثار حیدری کے نام سے اردو ترجمہ کے طور پر بھی چھپی ہوئی ہے اس قرآن کی تفسیر میں وہ امت کو تعلیم دیتے ہیں کہ

اس تفسیر (حسن عسکری) کے راوی ابو یعقوب علی کا بیان ہے کہ ایک دن ہم امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت کے ایک اصحاب نے عرض کی کہ ہمارا ایک شیعہ بھائی جہال عامہ میں مبتلا تھا اور وہ امامت کے باب میں اس کی

آزمائش کرتے تھے اور اس کو قسمیں دلاتے تھے اس نے مجھ سے کہا کہ ہم کیا تدبیر کریں جوان کے ہاتھ سے خلاصی ہو میں نے پوچھا وہ کیا کہتے ہیں وہ بولا مجھ سے کہتے ہیں اے شخص کیا تو قائل ہے کہ رسول خدا کے بعد فلاں ہی امام ہے پس مجھ کو ''نعم'' کہنے کے سوا اور کچھ بن نہیں پڑتا ورنہ وہ مجھے مارتے ہیں اور جب میں نے نعم کہا تو بولے کہ واللہ کہہ تب میں نے کہا نعم اور میرا منشا اس نعم کے کہنے سے اونٹ، گائے، بھیڑ وغیرہ چوپائے جانور تھا میں نے اس شخص سے کہا کہ جب وہ واللہ کہلائیں تو واللہ (جیسے ولی زید عن امر کذا) یعنی زید فلاں کام سے پھر گیا، کہہ دیا کر اور وہ اس کو تمیز نہ کرسکیں گے اور تو سلامت رہے گا۔ یہ سن کر اس نے مجھ سے کہا کہ اگر وہ میری اس بات کو معلوم کرلیں اور کہیں کہ واللہ کہہ اور ''ہ'' کو ظاہر کر۔ میں نے جواب دیا ''**واللہ بہ ضمہ ھا**'' کہہ دیا کر کیونکہ جب ''ہا'' پر کسرہ نہ ہوگا تو قسم میں داخل نہ ہوگا یہ سن کر وہ چلا گیا اور واپس آکر کہنے لگا کہ انہوں نے اس امر کو میرے سامنے پیش کیا اور مجھ کو قسم دلائی اور جس طرح تو نے تعلیم دی تھی میں نے اسی طرح کیا، اس شخص کی یہ تقریر سن کر حضرت نے اس سے فرمایا کہ تو بموجب حدیث جناب رسالتمآب ﷺ ''**الدال علی الخیر کفاعلہ** ترجمہ: نیکی کی طرف رہبری کرنے والا گویا اس نیکی کا بجالانے والا ہے''۔ خدا نے تیرے اس ساتھی کیلئے اس تقیہ کے عوض اس قدر نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں درج کی کہ اس کی تعداد ہمارے تقیہ کرنے والے شیعوں اور محبوں اور دوستوں کے مقام تقیہ میں استعمال کردہ الفاظ کے حروف اور ان تقیہ کرنے والوں کی تعداد کے برابر ہے کہ اگر صد سالہ گناہ بھی ان میں سے ایک ادنی نیکی کے مقابل ہوں تو البتہ معاف ہوجائیں اور چونکہ تو نے اس کو ہدایت کی ہے اس لئے تجھ کو بھی اس کی مانند ثواب ملا۔

(آثار حیدری اردو ترجمہ تفسیر حضرت حجتہ اللہ فی الانام الامام الحسن العسکری ؑ مترجم، مولوی سید شریف حسین بھریلوی: ناشر، عباس بک ایجنسی یوپی انڈیا صفحہ ۳۱۸ تا ۳۲۲)۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی شخص نے امام محمد تقی سے عرض کیا کہ اے فرزند رسول میں جو آج محلہ کرخ میں سے گزرا تو لوگوں نے مجھے دیکھ کر کہا کہ یہ شخص محمد ابن علی امام روافض کا ہم نشین ہے اس سے پوچھو رسول خدا کے بعد سب سے بہتر کون ہے اگر اس نے جواب دیا کہ علی بعد رسول خدا سب سے بہتر ہیں تو اس کو قتل کرنا اور اگر کہا کہ ابوبکر ہے تو چھوڑ دینا، غرض ایک جمعیت کثیر نے مجھ پر ہجوم کیا اور مجھ سے سوال کیا کہ **بعد رسول مختار** ﷺ **خیر الناس** کون شخص ہے تب میں نے ان کو جواب دیا **خیر الناس بعد رسول ابو بکر و عمر و عثمان** (تینوں ناموں کو مقام استفہام

میں کہا) اور اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا اور علی کا نام نہ لیا یہ سن کر بعض کہنے لگے یہ تو ہم پر فوقیت لے گیا ہم تو اس جگہ علی کو بھی ذکر کرتے ہیں میں نے ان سے کہا کہ اس میں مجھ کو کچھ تامل ہے میں یہ نہیں کہنے کا: تب وہ باہم کہنے لگے کہ یہ تو ہم سے بھی زیادہ متعصب ہے ہمارا خیال اس کی نسبت غلط نکلا یہ کہہ کر وہ سب چلے گئے:۔۔۔۔اے فرزند رسول اس میں میرا کوئی جرم تو نہیں ہوا؟۔۔۔۔حضرت نے اس سے فرمایا خدا تیرے اس جواب کا شاکر ہوا اور اس کا اجر تیرے لئے لکھا اور اس کو کتاب حکیم یعنی لوح محفوظ میں ثبت کیا اور تیرے اس جواب کے ہر حرف کے عوض اس قدر چیزیں تیرے لئے واجب کیں کہ تمنا کرنیوالوں کی تمنائیں اس سے قاصر ہیں۔۔۔۔

ایک شخص نے امام علی نقی کی خدمت بابرکت میں عرض کی کہ آج میں شہر کے عام لوگوں کی ایک جماعت میں جا پھنسا اور انہوں نے مجھے پکڑ لیا اور کہنے لگے اے شخص کیا تو ابوبکر بن ابی قحافہ کی امامت کا قائل نہیں ہے: اے فرزند رسول ان کی یہ بات سن کر میں ڈرا اور میں نے نہیں کا ارادہ کر کے از روئے تقیہ کہہ دیا ہاں اس کا قائل ہوں۔تب ان میں سے ایک اپنا ہاتھ میرے منہ پر رکھ کر بولا تو تحریف کر کے کلام کرتا ہے جو میں تجھے بتاؤں اس طرح سے لوگوں کو جواب دے میں نے اس سے کہا، کہ، اس نے مجھ سے کہا کیا تو قائل ہے کہ ابوبکر بن قحافہ رسول خدا کے بعد امام حق وعدل ہے اور علی کا امامت میں بے شک کوئی حصہ نہیں، میں نے اس کے جواب میں نعم (کہا) اور اس کو ہاں کے معنی میں نہیں رکھا تھا بلکہ اس سے اونٹ، گائے، بھیڑ وغیرہ چوپائے جانور مراد لی تھی۔وہ شخص بولا میں اس پر بس نہ کروں گا جب تک تو قسم نہ کھائے اب تو اس طرح کہہ کہ میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور وہ طالب اور غالب اور ذلت دینے والا اور پالنے والا اور ہلاک کرنے والا اور پوشیدہ اور ظاہر کا یکساں جاننے والا ہے میں نے جواب دیا ''نعم'' اور میری اس کہنے سے چوپایہ مراد تھی نہ کہ ہاں: پھر اس نے کہا کہ میں اس پر بس نہیں کرتا جب تک کہ تو۔۔۔۔لمبی قسم کھا کر نہ کہے کہ ابوبکر بن ابوقحافہ ہی امام ہے تب میں نے جواب دیا کہ ابوبکر بن ابوقحافہ امام ہے ہاں وہ اس شخص کا امام ہے جو اس کا پیرو ہوا اور اس کو امام مانے، قسم ہے اس خدا کی۔۔۔۔یہ سن کر وہ خاموش ہوئے اور مجھ کو جزاک اللہ خیر کہا اور میں نے ان کے پنجے سے نجات پائی، یا حضرت اب فرمایئے خدا کے نزدیک میرا کیا حال ہے فرمایا تیرا حال نیک ہے خدا نے تیرے عمدہ تقیہ کے عوض اعلیٰ علیین میں تجھ کو ہمارا رفیق اور ہم نشین کیا۔

”سورۃ توبہ کی آیت نمبر ٤٧ اور دشمنان اسلام کا جاسوسی ونگ“

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

لَوْ خَرَجُواْ فِيكُم مَّا زَادُوكُمْ إِلاَّ خَبَالاً ولأَوْضَعُواْ خِلالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ وَاللّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۔(التوبہ/٤٧)

ترجمہ: اگر وہ تم میں (شامل ہوکر) نکل بھی کھڑے ہوتے تو تمہارے حق میں شرارت کرتے اور تم میں فساد ڈالوانے کی غرض سے دوڑے دوڑے پھرتے اور تم میں ان کے جاسوس بھی ہیں اور خدا ظالموں کو خوب جانتا ہے

مطلب یہ ہے کہ اب بھی ان کے جاسوس تمہاری صفوں میں موجود ہیں جو تمہاری نقل وحرکت اور حالات پر نظر رکھے ہوئے ہیں اگرچہ وہ آپ کی نگاہ سے چھپے پھرتے ہیں مگر اللہ علیم وخبیر ان ظالموں سے خوب واقف ہے اس آیت کی تفسیر میں چند حضرات مفسرین کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں

(۱)۔علامہ ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۰/ھجہ) فرماتے ہیں

فقال بعضهم معنى ذالك و فيكم سماعون لهم يؤدونه اليهم عيون لهم عليكم

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ”**وفیکم سماعون لهم**“ کا معنی یہ ہے کہ تمہارے درمیان ان کیلئے جاسوسی کرنے والے موجود ہیں جو تمہارے اوپر ان کی طرف سے جاسوس (بن کر آئے) ہیں وہ تمہارے حالات ان تک پہنچاتے ہیں آگے امام مجاہد اور ابن زید کی روایات بطور دلیل کے پیش کی ہیں ابن زید کی روایت میں الفاظ ہیں

ابـن وهـب قال: قال ابن زيد في قوله (فيكم سماعون لهم) يسمعون ما يؤدونه لعدوكم (روایت نمبر ١٦٧٧٩)

یعنی وہ آپ سے سنتے ہیں اور (آپ سے سنی ہوئی باتوں کو) آپ کے دشمنوں تک پہنچا دیتے ہیں

اس کے بعد مفسر طبری نے اس ارشاد ربانی کا دوسرا مطلب بیان فرمایا کہ

وقال الآخرون بل معنى ذالك: و فيكم من يسمع كلامهم و يطيع لهم

یعنی دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ اس (ارشاد کا) معنی یہ ہے کہ تم میں ایسے لوگ موجود ہیں (جو بظاہر تمہارے ساتھ پھرتے ہیں مگر) بات ان کی سنتے ہیں اور انہی کی اطاعت کرتے ہیں

اس بارے میں حضرت قتادہ کی روایت ہے کہ

سعید عن قتادہ (وفیکم سماعون لھم) و فیکم من یسمع کلامھم (روایت نمبر۱۶۷۸۰)

یعنی تم میں وہ لوگ موجود ہیں جو انہیں کی بات سنتے ہیں

عن اسحاق قال: کان الذین استأذ نوا فیما بلغنی من ذوی الشرف منھم عبداللہ بن ابی ابن سلول، والجد بن قیس و کانوا اشرافاً فی قومھم فثبطھم اللہ لعلمہ بھم: ان یخرجوا معھم فیفسدوا علیہ جندہ و کان فی جندہ قوم اھل محبتہ لھم و طاعتہ فیما یدعونھم الیہ لشرفھم فیہ فقال (فیکم سماعون لھم)۔ (روایت نمبر۱۶۷۸۱)

ابن اسحاق سے روایت ہے فرماتے ہیں (جہاد سے پیچھے رہنے کیلئے) جن لوگوں نے اجازت مانگ لی ان اشراف میں سے عبداللہ بن ابی ابن سلول اور جد بن قیس تھے یہ قوم کے اشراف (وسردار) تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو (جہاد سے) روکے رکھا اللہ کو ان کے بارے میں پتہ تھا کہ اگر یہ ان کے ساتھ گئے تو لشکر میں فساد کریں گے اور لشکر (اسلامی فوج) میں ایسے لوگ (پھر بھی) تھے جو ان (ابن ابی وغیرہ) سے محبت رکھتے تھے اور جس بات کا وہ ان کو حکم دیتے یہ ان کی اطاعت کرتے تھے کیونکہ وہ ان کے سردار تھے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ (کے لشکر) میں ایسے لوگ موجود ہیں جو ان کی سنتے (اور اطاعت کرتے) ہیں۔

دونوں طرح کے اقوال نقل کرنے کے بعد پہلی تاویل کے مطابق یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ

وفیکم منھم سماعون یسمعون حدیثکم لھم فیبلغونھم و یؤدونہ الیھم عیون لھم علیکم

یعنی ان میں سے تمہارے درمیان کان لگا کر سننے والے موجود ہیں جو تمہاری باتوں کو ان کیلئے سنتے ہیں پھر ان باتوں کو ان تک پہنچاتے ہیں وہ ان کی طرف سے تمہارے اوپر جاسوس ہیں۔

آخر میں اسی معنی کو ترجیح دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں

قال ابوجعفر و اولیٰ التاویلین عندی فی ذالک بالصواب من قال معناہ: و فیکم سماعون لحدیثکم لھم یبلغونہ عنکم عیون لھم (جامع البیان فی تاویل القرآن لابن جریر طبری/جلد۱۴/صفحہ۲۸۱۔۲۸۲)

ابوجعفر فرماتے ہیں کہ ان دونوں تاویلوں میں میرے نزدیک ان حضرات کی تاویل صواب ہے جو یہ معنی بتاتے ہیں کہ

تمہارے درمیان کان لگا کر ان کیلئے آپ کی باتیں سننے والے موجود ہیں جو آپ کی باتیں ان تک پہنچاتے ہیں وہ ان کے جاسوس ہیں

(۲)۔امام قرطبی (متوفی ۶۷۱) فرماتے ہیں

(وفیکم سماعون لھم)ای عیون لھم ینقلون الیھم الاخبار منکم (قرطبی ۸/۱۵۷)

یعنی تمہارے درمیان ان کے جاسوس ہیں وہ تمہاری خبریں ان کو پہنچاتے ہیں

(۳)۔علامہ ابن کثیر (متوفی ۷۷۴) فرماتے ہیں

وقال مجاھد و زید بن اسلم و ابن جریر (وفیکم سماعون لھم) ای عین یسمعون لھم الاخبار و ینقلونھا الیھم (تفسیر ابن کثیر ۴/۱۶۰)

مجاہد، زید بن اسلم اور ابن جریر (وفیکم سماعون لھم) (کا معنی یہ کرتے ہیں) یعنی وہ جاسوس ہیں ان (اپنے کافر سرداروں) کیلئے خبریں سنتے ہیں اور ان کی طرف منتقل کرتے ہیں

(۴)۔محی السنہ امام بغوی (متوفی ۵۱۰) فرماتے ہیں

(وفیکم سماعون لھم) قال مجاھد معناہ و فیکم محبون لھم یؤدون الیھم ما یسمعون منکم و ھم الجواسیس (معالم التنزیل ۴/۵۶)

مجاہد فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ اور تمہارے درمیان ان (دشمنون سے) محبت رکھنے والے موجود ہیں جو کچھ تم سے سنتے ہیں وہ ان تک پہنچادیتے ہیں اور وہ جاسوس ہیں۔

(۵)۔تفسیر المنسوب طبرانی میں ہے

ویقال: فی عسکر کم عیون لھم ینقلون الیھم ما یسمعون عنکم (تفسیر القرآن العظیم المنسوب للامام طبرانی تحت الایۃ)

اور کہا گیا ہے (کہ آیت کا معنی یہ ہے) تمہارے لشکر میں ان کے جاسوس موجود ہیں وہ ان تک پہنچا دیتے ہیں جو آپ سے سنتے ہیں

(٦)۔ابو محمد عبدالحق ابن عطیہ (متوفی ۵۴۲) فرماتے ہیں

(وفیکم سماعون) قال سفیان بن عیینه والحسن، والمجاهد و ابن زید معناه جواسیس یسمعون الاخبار و ینقلونها الیهم ورجحه الطبری (المحرر الوجیز ۳/۲۶۲)

سفیان بن عیینہ، حسن، مجاہد اور ابن زید اسکا معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ جاسوس ہے وہ (نبی کریم ﷺ کی) خبریں سنتے اور ان (دشمنوں کو) پہنچاتے ہیں علامہ طبری نے اسی کو ترجیح دی ہے

(٧)۔محمد بن احمد بن محمد بن جری الکلبی الغرناطبی المالکی (متوفی ۲۹۳) فرماتے ہیں

(سماعون لهم) و قیل یسمعون اخبارهم و ینقلونها الیهم (التسهیل لعلوم التنزیل ۱/۲۰۴)

کہا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں سے سنتے ہیں خبریں اور ان کے دشمنوں تک پہنچاتے ہیں

(٨)۔علامہ السمین الحلبی فرماتے ہیں

ویجوز ان یکون المراد و فیکم الجواسیس منهم یسمعون لهم الاخبار منکم (الدر المصنون فی علم الکتاب المکنون ۱/۲۱۸۹)

اور درست ہے کہ (اس ارشاد الہی) کا مطلب یہ ہو کہ تمہارے درمیان ان (دشمنوں) کے جاسوس ہیں جو ان کیلئے تم سے خبریں سنتے ہیں

(٩)۔علامہ جمال الدین عبدالرحمٰن الجوزی (متوفی ۵۹۷) لکھتے ہیں

وفیکم سماعون کا ایک معنی یہ ہے کہ

عیون ینقلون الیهم اخبارکم قاله مجاهد و ابن زید (زاد المیسر فی علم التفسیر ۳/۱۸۴)

وہ جاسوس ہیں آپ کی خبریں ان کی طرف پہنچاتے ہیں مجاہد اور ابن زید کا یہی قول ہے

(۱۰)۔مفسر ابوزید عبدالرحمٰن الثعالبی (متوفی ۸۷۵) فرماتے ہیں

قال مجاهد وغيره معناه جواسيس يسمعون الاخبار و ينقلونها اليهم . (الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن، جلد ۲، صفحہ ۱۴۳)

مجاہد وغیرہ (حضرات مفسرین) کے نزدیک اس کا معنی جاسوس ہے وہ خبریں سنتے ہیں اور ان کی طرف نقل کر دیتے ہیں

(۱۱)۔شیخ محمد متولی الشعراوی (متوفی ۱۴۱۸ھجہ) فرماتے ہیں

اى من يستمع منهم او من يستمع اخباركم فهو ينقلها اليهم اذن: فاللام تاتى بالمعنيين فمن المؤمنين من كان يسمع لهولاء المنافقين اليهم اخبار المؤمنين و يعلمون لحسابهم (تفسیر شعراوی ۳۵۴۲/۱)

یعنی جو ان میں سے سنتا ہے یا جو تمہاری خبریں سنتا ہے وہ ان کی طرف نقل کر دیتا ہے پس یہاں لام دو معنی کیلئے آئی ہے پس مؤمنین میں سے جو شخص سنے گا ان منافقین کیلئے مؤمنین کی خبریں اور وہ ان کے حساب کو جانتا ہے۔

(۱۲)۔شیخ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی (متوفی ۳۷۳) فرماتے ہیں

(وفيكم سماعون لهم) يعنى وفى عسكركم عيون و جواسيس للمنافقين (بحر العلوم ۲۳۹/۲)

(۱۳)۔مفسر قرآن حضرت عبداللہ ابن عباس (متوفی ۶۸ھجہ) کی طرف منسوب تفسیر ابن عباس میں ہے

(وفيكم) معكم (سماعون لهم) جواسيس للكفار ۔(تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس ۲۰۵/۱)

حاصل یہ ہے کہ تمہارے ساتھ کافروں کے جاسوس ہیں۔

(۱۴)۔محمد نسیب الرفاعی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں

وقال مجاهد (وفيكم سماعون لهم) اى عيون يسمعون لهم الاخبار و ينقلونها اليهم . (تیسیر العلی

القدیر الاختصار ابن کثیر ۱/۱/۱۰۴۱)

امام مجاہد فرماتے ہیں (وفیکم سماعون لھم) یعنی جاسوس ہیں وہ ان کیلئے خبروں کو سنتے ہیں اور ان کی طرف نقل کر دیتے ہیں۔

(۱۵)۔علامہ سیوطی (متوفی ۹۱۱) درمنثور میں نقل فرماتے ہیں۔

اخرج ابن ابی حاتم عن زید بن اسلم فی قوله (وفیکم سماعون لھم) قال مبلغون ۔(الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور ۷/۳۹۴)

زید بن اسلم (**وفیکم سماعون لھم**) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ (خبریں ان تک) پہنچاتے ہیں

(۱۶)۔مفسر سعید بن منصورؒ (متوفی ۲۲۷) فرماتے ہیں

(وفیکم سماعون لھم) قال عیونا ۔(التفسیر من سنن سعید بن منصور جلد۳ صفحہ۳۳۳)

یعنی (سماعون سے مراد) جاسوس ہیں

(۱۷)۔الامام الحافظ ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی (المتوفی ۳۲۷ھجہ) فرماتے ہیں

.... محمد بن آبان عن زید بن اسلم (و فیکم سماعون لھم) قال مبلغون ۔(روایت نمبر ۱۰۰۹۷)

زید بن اسلم (**وفیکم سماعون لھم**) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ (وہ خبریں) دشمنوں کو پہنچانے والے ہیں۔

.... قال سمعت عبدالرحمان بن زید بن اسلم فی قوله (وفیکم سماعون لھم) یسماعون ماتاتون به لعدوکم ۔(روایت نمبر ۱۰۰۹۸)

عبدالرحمان بن زید (**وفیکم سماعون لھم**) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ ان باتوں کو سنتے ہیں جو تم اپنے دشمنوں کے بارے میں بولتے ہو

اس مقام پر تقریباً اس مفہوم کو ادا کرنے والی امام مجاہد سے ۳ روایات نقل کی ہیں۔(تفسیر ابن ابی حاتم جلد ۶/۱۸۰۹)

(۱۸)۔ابوعبداللہ بن ابی زمنین العمری فرماتے ہیں

ولکن کرہ اللہ انبعاثھم خروجھم لمایعلم منھم انھم عیون للمشرکین علی المؤمنین (تفسیرابن ابی زمنین رجلدا رصفحہ ۲۵۰)

لیکن اللہ تعالیٰ ان منافقین کے ساتھ نکلنے کومکروہ جانتا تھا کہ ان میں مشرکین کے جاسوس ہیں جو ایمان والوں کے خلاف (جاسوسی کرتے ہیں)

(۱۹)۔شیخ محمد جمال الدین القاسمی فرماتے ہیں

وقال مجاھد و زید بن اسلم و ابن جریر ای فیکم عیون یسمعون لھم الاخبار و ینقلونھا الیھم۔
(محاسن التاویل،تفسیر القاسمی رتحت التوبہ ر۴۷)

امام مجاہد، زید بن اسلم اور ابن جریر آیت کا مطلب یہ لکھتے ہیں یعنی ان میں جاسوس ہیں جو ان سے خبریں سنتے ہیں اور ان (دشمنوں) کی طرف نقل کرتے ہیں۔

(۲۰)۔امام رازی فرماتے ہیں

(وفیکم سماعون لھم) الاول المراد: فیکم عیون لھم ینقلون الیھم مایسمعون منکم و ھذا قول مجاھد و ابن زید۔(تفسیر مفاتیح الغیب رجلد ۱۶ر۲۴)

یعنی اس ارشاد ربانی سے مراد یہ ہے کہ تمہارے درمیان جاسوس ہیں جو (ان کافروں کے پاس جا کر ان سے) نقل کرتے ہیں جو تم سے سنتے ہیں یہ قول امام مجاہد اور ابن زید کا ہے۔

(۲۱)۔الشیخ ابوعمر محمد بن عبدالواحد البغدادی الزاہد (متوفی ر۳۴۵ھجہ) فرماتے ہیں

(وفیکم سماعون لھم) قال یعنی الجواسیس ۔(یاقوتۃ الصراط فی تفسیر غریب القرآن ر۱ر۲۴۳)

(یعنی شیخ نے اس سماعون کے بارے میں) فرمایا یعنی جواسیس مراد ہیں (جو تمہارے درمیان موجود ہیں)۔

(۲۲)۔شیخ محمد بن یوسف المعروف ابن حبان اندلسی (متوفی ۶۱۰/ ھجہ) فرماتے ہیں

والقول الاول قاله سفیان بن عیینه والحسن و مجاهد و ابن زید قالوا معناه جواسیس یستمعون الاخبار و ینقلونها الیهم ورجحه الطبری۔(تفسیر البحر المحیط/جلد ۴۳۰/۵)

پہلا قول سفیان بن عیینہ، حسن، مجاہد، اور ابن زید کا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کا معنی جاسوس ہے کہ وہ خبریں سنتے اور ان کو (دشمنوں تک) نقل کرتے ہیں مفسر طبری نے اس معنی کو ترجیح دی ہے۔

(۲۳)۔مفسر محمد طاہر بن محمد بن عاشور التونسی (المتوفی/۱۳۹۳ھجہ) نے اس مقام پر خوبصورت بحث فرمائی ہے ملاحظہ فرمائیں

حسن، مجاہد اور ابن زید نے (**سماعون لهم**) کا معنی کیا یعنی جاسوس ہیں جو خبریں سنتے اور ان کو نقل کر دیتے ہیں اور قتادہ و جمہور حضرات کا قول ہے کہ ''تمہارے درمیان ایسے لوگ ہیں جو ان منافقین کی بات کو قبول کرتے اور ان کی اطاعت کرتے ہیں۔۔۔۔۔'' اور یہاں حرف (فی) لایا گیا ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد (**وفیکم سماعون لهم**) میں ظرفیہ پر دلالت کرنے کیلئے اس جگہ لفظ ''من'' نہیں لایا گیا یوں نہیں فرمایا ''**ومنکم سماعون لهم**'' یا ''**و منهم سماعون**'' تاکہ یہ وہم پیدا نہ ہو جائے کہ وہ جاسوسی کرنے والے اسی جماعت میں سے ایک فریق ہیں (جماعت سے باہر کے نہیں) اس لئے کہ یہاں بتانا یہ مقصود ہے کہ سننے والے دو فریق ہیں۔(التحریر والتنویر/جلد ۱۰/صفحہ ۱۱۳)

(۲۴)۔شیخ ابو اسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی نیساپوری فرماتے ہیں

(وفیکم سماعون لهم)قال مجاهد و ابن زید بینکم عیون لهم علیکم (یوصلون) ما یسمعون منکم۔(الکشف والبیان عن تفسیر القرآن/۵۱/۵)

امام مجاہد اور ابن زید فرماتے ہیں کہ تمہارے درمیان ان کے جاسوس ہیں وہ تمہارے خلاف جاسوسی کرتے ہوئے باتیں آپ سے سنتے ہیں اور ان تک پہنچاتے ہیں۔

(۲۵)۔الشیخ ابو المظفر منصور بن محمد بن عبد الجبار السمعانیؒ (متوفی/۴۸۹ھجہ) فرماتے ہیں

(وفیکم سماعون لهم) فیه قولانِ: احدهما ان فیکم جواسیس لهم ینقلون الحدیث الیهم ۔(تفسیر القرآن المعروف تفسیر سمعانی ۲/۳۱۴)

وفیکم سماعون لهم کے بارے میں دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ تمہارے درمیان ان کے جاسوس ہیں جو (راز کی) باتیں ان تک نقل کرتے ہیں۔

(۲۶)۔علامہ جاراللہ زمخشری (متوفی ۵۳۸ ھجہ) فرماتے ہیں

(وفیکم سماعون لهم) ای نمامون یسماعون حدیثکم فینقلونه الیهم ۔(الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون التاویل فی وجوہ التاویل ۲/۲۷۷)

یعنی تمہارے درمیان میں چغلی خور موجود ہیں جو تمہاری باتوں کو سنتے ہیں پھر ان کو جا کر بتاتے ہیں۔

(۲۷)۔ابوحفص عمر بن علی ابن عادل الدمشقی الحنبلی (متوفی ۸۸۰) فرماتے ہیں

ویجوز ان یکون المراد، و فیکم سماعون منهم یسمعون لهم الاخبار منکم ۔(تفسیر اللباب لابن عادل ۱/۲۶۲۸)

اور درست ہے کہ (وفیکم سماعون) سے مراد یہ لیا جائے کہ ان (کافروں) میں سے (کچھ لوگ) ہیں جو تم سے ان تک پہچانے کیلئے تم سے خبریں سنتے ہیں

(۲۸)۔مفسر ابوالحسن بن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصری "وفیکم سماعون لهم" کا دوسرا مطلب یوں تحریر فرماتے ہیں

وفیکم عیون منکم ینقلون الی المشرکین اخبارکم قاله الحسن ۔(النکت والعیون (تفسیر ماوردی) جلد ۲/صفحہ ۳۶۹)

تمہارے درمیان میں کچھ جاسوس موجود ہیں جو تمہاری خبریں مشرکین تک پہنچاتے ہیں یہ حضرت حسن کا قول ہے۔

(۲۹)۔مفسر قاضی محمد ثناءاللہ العثمانی المظہری ''وفیکم سماعون لھم'' کے تحت فرماتے ہیں

اوالجواسیس یسمعون حدیثکم للنقل الیھم۔(تفسیر مظہری/۱/۱۶۲۹)

یا(اس کا مطلب یہ ہے کہ)وہ جاسوس ہیں آپ کی باتیں سن کران کی طرف نقل کرتے ہیں۔

(۳۰)۔ملاحویش آل غازی عبدالقادرفرماتے ہیں

(وفیکم سماعون لھم) ای منکم عیون و جواسیس لھم یوصلون اخبارکم الیھم لانھم میالون لطاعتھم و قبول شبھاتم۔(بیان المعانی/۶/۴۴۲)

یعنی تم میں انکے مخبراور جاسوس ہیں جوتمہاری خبریں ان تک پہنچاتے ہیں اس لئے کہ وہ ان کی اطاعت کی طرف مائل ہیں اوران کے شبہات کوقبول کرتے ہیں۔

(۳۱)۔مفسر علاؤالدین علی بن محمد بن ابراھیم البغدادی المعروف خازن فرماتے ہیں

(وفیکم سماعون لھم) قال مجاھد یعنی وفیکم عیون لھم، یؤدون الیھم اخبارکم و ما یسمعون منکم وھم الجواسیس۔(تفسیر خازن/۲/۳۶۹)

مجاہدفرماتے ہیں یعنی تمہارے درمیان ان کے جاسوس موجود ہیں وہ آپ کی خبریں ان تک پہنچاتے ہیں جوکہ وہ آپ کی طرف سے سنتے ہیں اوروہ جاسوس ہیں۔

(۳۲)۔تفسیر رازی میں ہے

(وفیکم سماعون لھم) ففیه قولان، الاول ، المراد، فیکم عیون لھم ینقلون الیھم مایسمعون منکم و ھذا قول مجاھد و ابن زید۔(تفسیر رازی/جلد۱۶/۲۲)

وفیکم سماعون لھم کے بارے میں دوقول ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد ہے کہ تمہارے درمیان میں ان کے جاسوس (موجود) ہیں وہ تمہاری طرف سے جو کچھ سنتے ہیں اس کوان کی طرف نقل کردیتے ہیں یہ قول مجاہداورابن زید کا ہے۔

(۳۳)۔محمد بن عمر نووی الجاوی لکھتے ہیں

(**وفیکم سماعون لھم**) **ای فیکم قوم ضعفه یسمعون للمنافقین** ۔(مراح لبید لکشف معنی القرن مجید ر جلد ا رصفحہ ۴۵۱)

یعنی تمہارے درمیان کچھ کمزور عقیدہ کے لوگ ہیں جو منافقین کیلئے سنتے ہیں (تاکہ آپ سے سن کر ان کو بتائیں)۔

(۳۴)۔سماحۃ الشیخ محمد علی صابونی فرماتے ہیں

... **وقال مجاهد المعنی و فیکم عیون یسمعون لهم الاخبار و ینقلونها الیهم** ۔(صفوۃ التفاسیر للصابونی ر ۱ر ۳۶۲)

اور مجاہد فرماتے ہیں کہ تمہارے درمیان میں جاسوس ہیں جو ان کے لئے خبروں کو سنتے اور ان کی طرف نقل کرتے ہیں۔

(۳۴)۔شیخ نظام الدین الحسن بن محمد نیشاپوری غرائب القرآن میں فرماتے ہیں

(**وفیکم سماعون لهم**) **قال مجاهد و ابن زید: ای عیون لهم ینقلون الیهم ما یسمعون منکم** ۔ (غرائب القرآن ورغائب الفرقان ر ۳ ر ۴۷۹)

مجاہد اور ابن زید فرماتے ہیں کہ یعنی وہ جاسوس ہیں جو آپ کی طرف سے سنی ہوئی خبروں کو ان تک پہنچاتے ہیں۔

(۳۶)۔الشیخ احمد بن علی ابوبکر الرازی الجصاص الحنفی (متوفی ر ۴۷۰) فرماتے ہیں

(**وفیکم سماعون لهم**) **قال الحسن و مجاهد عیون منهم ینقلون الیهم ما یسمعون منکم** ۔(احکام القرآن للجصاص ر ۴ ر ۳۲۰)

حضرت حسن اور مجاہد فرماتے ہیں (اسکا مطلب یہ ہے کہ) تم میں جاسوس (گھسے ہوئے) ہیں وہ جو کچھ آپ سے سنتے ہیں ان تک پہنچا دیتے ہیں۔

(۳۷)۔الشیخ محی الدین الدرویش فرماتے ہیں

والمعنی وفیکم عیون لھم یتجسسون علیکم و ینقلون الیھم اخبارکم و یکشفون لھم خططکم۔
(اعراب القرآن و بیانہ۱۰۸/۴)
اسکا معنی یہ ہے کہ تمہارے درمیان میں ان کے جاسوس ہیں جو تمہارے خلاف جاسوسی کرتے ہیں اور تمہاری خبریں ان کو پہنچاتے ہیں اور تمہارے (جنگی راز) منصوبے ان کے سامنے کھول دیتے ہیں۔

(۳۸)۔مفسر شہاب الدین احمد بن محمد المصری "سماعون" کا ایک یہ مطلب بیان کرتے ہیں
ای یتجسسون الاخبار ۔(البیان فی تفسیر غریب القرآن ۲۲۵/۱/)
یعنی وہ خبروں (پر نظر رکھتے ہوئے) جاسوسی کرتے ہیں۔

"خلاصہ بحث"

زیر درس آیت کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں ایک یہ کہ زیر بحث غزوہ میں دشمنوں کے جاسوس بھی تمہارے ساتھ موجود ہیں جو کان لگا لگا کر باتیں سنتے پھر رہے ہیں تا کہ کوئی راز کی بات ان کے ہاتھ آئے اور وہ اس خبر کو جا کر اپنے سرداروں سے نقل کریں۔
دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ بظاہر تو آپ کے ساتھ آئے ہوئے ہیں تا کہ اپنے مؤمن ہونے کی سند حاصل کر سکیں مگر امر واقعہ یہ ہے کہ ان کا صرف جسم آپ کے لشکر میں چل رہا ہے جہاں تک اطاعت، فرمانبرداری اور کسی بات کے ماننے کا تعلق ہے تو یہ آپ کے دشمنوں کی بات پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ سنتے ہیں (سماعون، سماع قبول۔ یعنی ماننے کیلئے اور اطاعت شعاری کیلئے سننا) ان کی دلی محبت اور قلبی رشتہ آپ کے دشمنوں کے ساتھ ہے پس ان کے ظاہر و باطن میں تضاد ہے بلکل ہاتھی کے دانتوں کی طرح، کہ کھانے کے اور دیکھانے کے اور۔ لہٰذا جو گروہ لشکر اسلام میں شامل رہنے کے باوجود دشمنانِ اسلام کا فرمانبردار ہو نبی رحمت ﷺ کے ارشادات عالیہ کو تو قبول کرنے کیلئے نہ سنے جبکہ منافقوں کے جھوٹ وتقیہ کو قبول کرنے کیلئے خوب توجہ کے ساتھ سنے تو اس گروہ کا یہی جرم خدائے واحد کی نظروں سے گر جانے کیلئے کافی ہے، پھر جو یہ کچھ کر سکتا ہے۔اس کیلئے جاسوسی کرنا کیا مشکل ہے۔
بہر حال وحی سے بڑھ کر بھلا کون سی خبر یقینی ہو سکتی ہے؟ پس اسی اعلیٰ پایہ کے ذریعہ خبر سے اللہ جل جلالہ نے امت اسلام

کوخبردار کیااورراز کی بات بتادی کہ تمہاری جماعت میں کچھ لوگ ایسے بھی موجود ہیں جو کہتے ہیں ''امنا باللہ و بالیوم الآخر'' جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ''وماھم بمؤمنین'' وہ بالکل مؤمن نہیں بلکہ ''وفیکم سماعون لھم'' وہ اپنے اصل عقیدہ کی خدمت کیلئے آپ کی جماعت میں گھس کر جاسوسی کرتے ہیں۔

اب یہ تو پتہ چل گیا کہ مسلمانوں کی جماعت میں جاسوس گھس آئے ہیں جن کے ظاہر و باطن میں تضاد ہے جیسا کہ حضرت قتادہ وغیرہ کے بیان فرمائے گئے دوسرے مطلب سے معلوم ہورہا ہے لہٰذا امت اسلام کا اس جاسوس گروہ کی تلاش سے غافل رہنا اور حفاظتی تدابیر اختیار نہ کرنا یقیناً ایک بڑے خطرے کی بات ہے۔

''اردو کی مطبوعہ چند تفاسیر سے اقتباسات''

(۱)۔علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنی تفسیر میں ترجمہ یوں نقل فرماتے ہیں

''وفیکم سماعون لھم'' اورتم میں بعضے جاسوس ہیں ان کے پھراس کے تحت حاشیہ نمبر۲ میں فرماتے ہیں:

یعنی اب بھی ان کے جاسوس یا بعض ایسے سادہ لوح افراد تم میں موجود ہیں جو ان کے بات سنتے اور تھوڑا بہت متاثر ہوتے ہیں۔(تفسیر عثمانی ؍جلد۱؍صفحہ۸۷۴۔۸۷۵)

(۲)۔مولانا محمد رفیق صاحب قرآن پاک کاتفسیر ترجمہ یوں لکھتے ہیں

''وفیکم سماعون لھم'' تمہارے اندران کے جاسوس موجود ہیں۔(تفسیری ترجمہ قرآن مجید تحت الایۃ)

(۳)۔مولانا محمد آصف قاسمی صاحب آیت کے اس جملہ کا ترجمہ یوں لکھتے ہیں

''وفیکم سماعون لھم'' اورتمہارے اندران کے کچھ جاسوس بھی ہیں

لغات القرآن کے تحت ''سماعون'' کا معنی لکھتے ہیں: بہت سننے والے، جاسوس پھر تفسیر کرتے ہوئے منافقین کی عادتیں بیان کیں اور لکھا کہ دراصل یہ پہلے بھی ایسی حرکتیں کر چکے ہیں، اب بھی کر رہے ہیں اور ایسے لوگ اسی طرح کی حرکتیں کرتے رہیں گے اب ان کا کام دوسروں کیلئے تمہاری جاسوسی کرنا ہے۔(تفسیر بصیرت؍جلد۲؍صفحہ۴۲۸۔۴۲۹)

(۴)۔مفکر اسلام مفتی محمود صاحب رحمتہ اللہ و برکاتہ فرماتے ہیں

''وفیکم سماعون لھم'' اورتم میں ان کے جاسوس بھی ہیں۔(تفسیر محمود/جلد۲/صفحہ۱۶۴)

(۵)۔حضرت مولانا محمد نعیم دیوبندی صاحب استاد تفسیر دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں
''وفیکم سماعون'' میں جن جاسوسوں کا ذکر ہے وہ اگرچہ منافق ہی تھے تاہم چونکہ ذی رائے نہیں تھے اس لئے ان کے ساتھ رہنے میں فساد کا اتنا اندیشہ نہیں تھا۔(کمالین ترجمہ وشرح تفسیر جلالین/جلد۲/صفحہ۴۱۲)
(۶)۔تفسیر ابن عباس میں امام علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے
''وفیکم سماعون لھم''اورتم میں ان کے جاسوس بھی ہیں
تفسیر میں لکھا ہے''اوراب بھی تمہارے ساتھ ان کافروں کے جاسوس موجود ہیں''۔(تفسیر ابن عباس از امام علامہ جلال الدین سیوطی/جلد۱/صفحہ۵۱۷۔۵۱۸)

(۷)۔حضرت مولانا غلام اللہ خان نقل فرماتے ہیں
''وفیکم سماعون لھم'' اورتم میں بعضے جاسوس ہیں ان کے سرداروں کیلئے جاسوسی کا کام کرتے ہیں اورتمہارے پوشیدہ راز ان تک پہنچاتے ہیں۔(تفسیر جواہر القرآن/صفحہ۴۴۰)

(۸)۔احسن التفسیر میں مولانا فتح محمد جالندھری وغیرہ فرماتے ہیں
اورتم میں وہ لوگ بھی ہیں جو مخالفین کو پہچانے کیلئے (تمہاری اندرونی) باتیں کثرت سے سنتے رہتے ہیں۔(احسن التفسیر تحت الایۃً)

(۹)۔حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد بیان القرآن کی تسہیل میں آیت زیر درس کا ترجمہ لکھتے ہیں
''وفیکم سماعون لھم'' اورتم میں (بعضے) جاسوس ہیں۔اس کے تحت تفسیر میں لکھتے ہیں
اس لئے ان کا جانا ہی اچھا ہوا(اور)اب بھی (تم میں ان کے کچھ جاسوس موجود ہیں)
مذید آگے فائدہ کے تحت لکھتے ہیں کہ:ان جاسوسوں کے جانے میں مسلمانوں کیلئے یہ مصلحت تھی کہ مسلمانوں کا استقلال

اور غلبہ اور کفار کا عجز دیکھ کر اپنے سرداروں کو خبر دیں گے تو ان کے حوصلے ہمیشہ کیلئے پست ہو جائیں گے۔(تفسیر فہم القرآن/جلد۲/صفحہ۳۷۴)

(۱۰)۔امام انقلاب علامہ عبید اللہ سندھی فرماتے ہیں
"**وفیکم سماعون لھم**" اورتم میں بعضے جاسوس ہیں ان کے۔(الہام الرحمٰن فی تفسیر القرآن، قرآن عظیم کی حکمیانہ انقلابی تفسیر/صفحہ۷۳۶)

(۱۱)۔تفسیر مدارک(النسفی) کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے مولانا شمس الدین لکھتے ہیں
"**وفیکم سماعون لھم**" اور تمہارے اندر وہ لوگ ہیں جو ان کیلئے جاسوسی کرنے والے ہیں
تفسیر۔۔۔۔۔(اور تم میں ان کے کچھ جاسوس موجود ہیں) جاسوس ہیں جو تمہاری باتیں سن کر ان کو منتقل کرتے ہیں۔
(تفسیر مدارک/جلد۱/صفحہ۱۱۲۱)

(۱۲)۔مفسر مولانا عبدالماجد دریا آبادی فرماتے ہیں
"**وفیکم سماعون لھم**"اور تمہارے درمیان ان کے جاسوس (اب بھی) موجود ہیں
تفسیر: حاشیہ نمبر۹۰ میں فرماتے ہیں "**سماعون**" کے معنی اس سیاق میں جاسوس کے یا ٹوہ لینے والوں کے ہیں۔ای **جواسیس للکفار، (ابن عباس) المراد فیکم عیون لھم ما یسمعون منکم (کبیر عن مجاھد و ابن زید) و فیکم مخبرون لھم یؤدون الیھم ما یسمعون منکم و ھم الجواسیس (معالم/ عن مجاھد)**۔(تفسیر ماجدی/صفحہ۴۴۱۔۴۴۲)

(۱۳)۔مولانا عبدالحق الحقانی الدھلویؒ ترجمہ یوں تحریر فرماتے ہیں
اور تم میں ان کے جاسوس (سننے والے) بھی ہیں۔(تفسیر حقانی/جلد۴/صفحہ۲۴۸)

(۱۴)۔حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

”وفیکم سماعون لھم“اور تم میں بعضے جاسوس ہیں ان کے

خلاصہ تفسیر میں لکھا ہے، اس لئے ان کا نہ جانا ہی اچھا ہوا اور (اب بھی) تم میں ان کے کچھ جاسوس موجود ہیں۔(تفسیر معارف القرآن رجلد۴رصفحہ۳۸۳)

(۱۵)۔مفسر حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

”وفیکم سماعون لھم“اور تمہارے اندر وہ لوگ ہیں جو ان کیلئے جاسوسی کرنے والے ہیں

تفسیر میں مزید فرمایا”وفیکم سماعون لھم“ (اور تمہارے اندر ایسے لوگ ہیں جو ان کیلئے جاسوسی کرتے ہیں) گو ساتھ چل کر آگئے لیکن ان کی نیت جہاد فی سبیل اللہ کی نہیں ہے، تمہارے اندر گھل مل کر تمہاری خبریں لینا اور ان لوگوں کو پہنچانا جو تمہارے ساتھ نہیں آئے یہ ان کا مشغلہ ہے۔(تفسیر انوار البیان رجلد۲رصفحہ۵۴۱)

اسلامی صفوں میں گھسے ہوئے جاسوس، قرآک پاک کی چند دیگر آیات کی روشنی میں

سورۃ المائدہ کی آیت نمبر۴۱۔۴۲ اور سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۴۷ کے تراجم اور مفسرین کے ارشادات اوپر عرض کئے گئے ان دو آیات کے بعد دیگر چند آیات کے تحت جو حضرات اہل علم نے مسلمان کی صفوں میں گھس جانے والے جاسوسوں کا تذکرہ فرمایا ہے اختصار کے ساتھ وہ بھی ملاحظہ فرمالیں

(۱)۔سورۃ بقرہ آیت نمبر ۷۷ (قالوا اتحدثونھم) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

فحکی اللہ ذالک عنھم حکایتہ لحیرتھم واضطراب امرھم لانھم کانوا یرسلون نفراً من قومھم جواسیس علی النبی والمسلمین یظھرون الاسلام و یبطنون الیھودیتہ ثم اتھموھم بخرق الرائی وسؤ التدبیر وانھم ذھبوا یتجسسون فکشفوا احوال قومھم۔(التحریر والتنویر تحت البقرہ ر۷۷ر۱ر۵۵۲)

پس اللہ جل شانہ نے ان کے اضطراب اور اپنے معاملہ میں حیرت کو ظاہر کرنے کیلئے ان سے یہ حکایت نقل کی ہے (کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو کہتے تم مسلمانوں کے سامنے اپنی کتاب کی اصل باتیں کیوں ظاہر کرتے ہو) اس لئے کہ

انہوں نے تو اپنی قوم کے کچھ لوگوں کو نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کی جاسوسی کیلئے بھیجا تھا وہ (مسلمانوں میں آ کر) خود کو مسلمان ظاہر کرتے اور (اپنا اصلی عقیدہ) یہودیت چھپا کر رکھتے پھر اپنی بری تدبیر اور کمزور رائے کی وجہ سے وہم میں پڑ جاتے (صورت حال یہ ہوگئی کہ) ان کے (سرداروں نے تو ان کو) مسلمانوں کی جاسوسی کیلئے بھیجا تھا اور یہ الٹا اپنی قوم کے حالات ہی مسلمان کو بتا بیٹھتے۔

یعنی چونکہ نئے نئے جاسوس بنے تھے پورے گر ابھی نہیں آتے تھے اور جاسوسی کی بھرپور مہارت بھی نہ تھی اس لئے بھرپور طریقہ سے تقیہ نہ کر سکے جس پر پیچھے والی قوم بگڑ گئی اور تقیہ نہ کرنے پر خوب لعن تعن کی اور ملامت کر کے ان کو اس بات پر ابھارا کہ جتنا اچھا تقیہ اتنا اچھا جاسوس۔

پس بھیجے گئے جاسوسوں کے تقیہ کرنے میں ناکام ہونے اور اس پر قوم کی لعنت ملامت والی حکایت کو اللہ جل شانہ نے نقل فرمایا ہے جس کا مفسر مذکور تذکرہ فرما رہے ہیں۔

(۲)۔ابو محمد عبدالحق بن غالب ابن عطیہ (متوفی ۵۴۲/) اس آیت کے تحت فرماتے ہیں

ورد فی التفسیر ان النبی ﷺ قال "لاید خلن علینا قصبته المدینته الامؤمن " فقال کعب بن الاشرف وھب بن یھودا و اشباھھما: اذھبوا و تحسسوا اخبار من امن بمحمد و قولوا لھم امنا واکفروا اذا رجعتم فننزلت ھذہ الایته فیھم۔(المحر زالوجیز تحت البقرہ/۷۷/۱/۱۰۵)

تفسیر میں وارد ہوا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مدینہ میں ہمارے پاس مؤمن کے سوا کوئی اور حاضر نہ ہو: تو کعب بن اشرف اور وھب بن یھودا اور اس طرح کے دیگر (کافر سرداروں نے اپنے ماتحت کافروں) کو کہا تم جاؤ اور محمد پر ایمان لانے والوں کی خبریں (ڈھونڈ لاؤ) اور (اپنے حفاظت کی خاطر تقیہ کرتے ہوئے ان سے) کہو کہ ہم ایمان لے آئے ہیں جس وقت لوٹ آ ؤ تو (دعویٰ ایمان کا) انکار کردو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حاصل یہ ہے کہ کعب بن اشرف اور وھب جیسے کافروں کے سردار جاسوس تیار کر کے مسلمانوں میں بھیجتے تھے تاکہ مسلمانوں کے اندرونی حالات اور خفیہ رازوں سے واقف ہوسکیں چنانچہ وہ جاسوسی کیلئے اپنے کارندوں کو بالخصوص یہ نصیحت کرتے تھے کہ وہاں پہنچتے ہی اپنے اصل عقیدہ کو ان کے خوف سے چھپا کر اس کے خلاف زبان سے ظاہر کرنا جس کو عرف عام میں تقیہ کہتے ہیں، چنانچہ وہ جاسوس مسلمانوں کے پاس جاتے ہی تقیہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے "امنا" کا

نعرہ لگاتے تھے مگران کا اصل عقیدہ وہی تھا جو ''واکفروا'' کے لفظ سے ظاہر ہے۔

(۳)۔مفسر محمد بن احمد بن محمد بن جزی (متوفی ۷۹۳) فرماتے ہیں

قالو ها لید خلوا الی المؤمنین و یسمعوا الی اخبارهم ۔(التسھیل لعلوم التنزیل تحت البقرۃ/۷۷/۱/۴۳)

وہ مسلمانوں کو (امنا) کہتے تاکہ مؤمنین میں داخل ہوسکیں اوران کی باتیں سن سکیں،

یعنی جاسوسی کرنے کیلئے تقیہ کو ڈھال بنا کر ایمان کا جھوٹا دعویٰ کرنا شروع کر دیا کیونکہ اس کے بغیر وہ اپنے مذہب کی انٹیلی جنس خدمات سرانجام نہیں دے سکتے تھے۔

(۴)۔علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں

یہ لوگ اس فریب (ایمان کا جھوٹا دعویٰ کرکے مسلمانوں میں گھومتے رہتے ۔راقم) سے یہاں کے راز معلوم کرنا اور انہیں اپنے گروہ کو بتانا چاہتے تھے اور مسلمانوں کو بھی گمراہ کرنا چاہتے تھے مگران کی یہ چالاکی نہ چلی اور یہ راز اللہ تعالیٰ نے کھول دیا، جب یہ یہاں ہوتے اوراپنا ایمان اسلام ظاہر کرتے تو صحابہ کرامؓ ان سے پوچھتے کہ کیا تمہاری کتاب میں حضورﷺ کی بشارت وغیرہ نہیں؟ تو وہ اقرار کرتے، جب اپنے بڑوں کے پاس جاتے تو وہ انہیں ڈانٹتے اور کہتے اپنی باتیں ان سے کہہ کر کیوں ان کے ہاتھ میں ہتھیار دے رہے ہو۔

مجاہد فرماتے ہیں کہ نبیﷺ نے قریظہ والے دن یہودیوں کے قلعہ تلے کھڑے ہوکر فرمایا ''اے بندر اور خنزیر اور طاغوت کے عابدوں کے بھائیو'' تو وہ آپس میں کہنے لگے یہ ہماری گھر کی باتیں انہیں کس نے بتادیں؟۔(تفسیر ابن کثیر مترجم اردو تحت البقرہ/۷۶/۱/۱۳۱)

اس آیت کے تحت حضرات مفسرین کے چند ارشادات نقل کردیئے ہیں

آپ ملاحظہ فرما کر تسلی سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی صفوں میں جو جاسوس گھس آئے اور راز معلوم کرکے اپنے آقاؤں کو پہنچاتے تھے ان کا طریقہ واردات کیا تھا؟ کس طرح وہ ''امنا'' کے لفظ سے خود کو مؤمن کہتے اور پھر مسلمانوں کی جاسوسیاں کرتے تھے، اللہ جل شانہ کے ارشادات اور حضرات مفسرین کے اقوال سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں

ہو رہی ہے کہ کچھ لوگ مسلمانوں کی جاسوسی کیلئے اسلامی صفوں میں گھس آئے تھے، وہ بظاہر خود کو مؤمن کہتے مگر ان کے دل نہ صرف کفر سے بھرے ہوئے تھے بلکہ مسلمانوں کے خلاف نفرت، عداوت کی تمام حدود کراس کئے ہوئے تھے جس کو خود اللہ جل شانہ نے مختلف مقامات پر نقل فرمایا ہے کہ وہ تنہا ہوتے تو غیظ وغضب میں آپے سے باہر ہو جاتے اور جل بھن کر اپنی انگلیاں کاٹنے لگتے وغیرہ۔

”چوتھی آیت اور امام قرطبی کی تفسیر“

سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۵۱ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاء بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللّهَ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ۔

(ترجمہ) اے ایمان والو یہودیوں اور نصرانیوں کو یار و مددگار نہ بناؤ یہ خود ہی ایک دوسرے کے یار و مددگار ہیں اور تم میں سے جو شخص ان کی دوستی کا دم بھرے گا تو پھر وہ انہیں میں سے ہوگا یقیناً اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

(۱)۔اس آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے ابو عبداللہ محمد بن احمد، شمس الدین القرطبی (متوفی ۶۷۱/۵) اپنی تفسیر الجامع الاحکام القرآن میں تحریر فرماتے ہیں

ثم قيل المراد به المنافقون، المعنى يا ايها الذين امنوا بظاهرهم و كانوا يوالون المشركين و يخبرونهم باسرار المسلمين۔ (تفسیر قرطبی رجلد ۲۱۶/۲)

پھر کہا گیا ہے کہ اس سے مراد منافقین کو خطاب کرنا ہے معنی یہ ہے کہ اے وہ لوگو جو بظاہر (خود کو) مؤمن (کہتے) تھے اور وہ مشرکین سے دوستی رکھتے تھے اور ان کو مسلمانوں کے راز جا کر بتاتے تھے۔

(۲)۔ابو الحسن علی بن احمد شافعی، نیشا پوری (متوفی ۴۶۸/) سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۵۲ ”**فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ**“ کے تحت فرماتے ہیں

(يُسَارِعُونَ فِيهِمْ) فی مودة اهل الكتاب و معاونتهم على المسلمين بالقاء اخبارهم اليهم ۔(الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز/المائدہ/۵۲/۱/۱۶۱)

یعنی وہ اہل کتاب سے محبت میں کوشش کرتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف ان کی معاونت کرتے ہیں (اس طرح کہ ان کو مسلمانوں کے خفیہ رازوں کی) خبریں پہنچاتے ہیں۔

"اللہ اور اس کے رسول سے خیانت نہ کرنے کا حکم"

اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے

"يايها الذين امنوا لاتخونوا الله والرسول و تخونوا اماناتكم و انتم تعلمون"

اے ایمان والو، اللہ اور رسول سے بے وفائی نہ کرنا اور نہ جانتے بوجھتے اپنی امانتوں میں خیانتوں کے مرتکب ہونا

(۱)۔اس آیت کے تحت حضرات مفسرین کیا فرماتے ہیں؟ ملاحظہ فرمائیں

مفسر محمد بن جریر طبری (متوفی/۳۱۰ ھجہ) فرماتے ہیں

يدلون المشركين على عورتهم و يخبرونهم بما خفى عنهم من خبرهم ۔(جامع البیان/ابن جریر طبری/جلد۱۳/۴۸۰)

یعنی (وہ لوگ جو ظاہر میں خود کو مؤمن کہتے اور کفر وملاوٹ کو دل میں چھپاتے تھے وہ) مسلمانوں کی خفیہ باتیں مشرکین کو بتاتے اور پوشیدہ رازوں کی ان کو خبریں دیتے جو کہ ان مشرکین سے مخفی ہوتی تھیں۔

آگے اس آیت کے شان نزول کے بارے میں فرماتے ہیں

نزلت فى منافق كتب الى ابى سفيان يطلعه على سر المسلمين

(یعنی یہ آیت) اس منافق کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے ابوسفیان کو خط لکھ کر مسلمانوں کے راز سے مطلع کیا تھا۔(ایضا)

اس شان نزول کے ضمن میں جابر بن عبداللہ کی روایت سند کے ساتھ نقل کرتے ہوئے بتایا کہ ابوسفیان جب مکہ سے نکلا تو حضرت جبرئیل نے اس کے مکہ سے نکلنے کی خبر دی آپ ﷺ نے مسلمانوں کو فرمایا کہ ابوسفیان فلاں جگہ پر ہے لہٰذا اس کی طرف نکلو اور اس بات کو پوشیدہ رکھو (کہ کہیں ابوسفیان کو اس کی خبر نہ ہو جائے)،قال فكتب رجل من

المنافقين الى ابى سفيان ان محمد يريدكم فخذوا حذركم :راوی کہتا ہے کہ(اس بات کو سن کر)منافقین میں سے ایک شخص نے ابوسفیان کولکھ بھیجا کہ محمد تمہاری طرف نکل پڑے ہیں پس تم اپنے بچاؤ کا سامان کرو:اس پر اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(ایضا،روائت نمبر۱۵۹۲۲)

مذید آگے چل کرسدی سے روائت نقل کرتے ہیں کہ

قال: كانوا يسمعون من النبى ﷺ الحديث فيفشونه حتى يبلغ المشركين ۔(جامع البیان،تفسیر طبری رجلد۱۳ر۴۸۳،روایت نمبر۱۵۹۲۷رتحت سورۃ انفال آیت نمبر۲۷)۔

فرماتے ہیں کہ(وہ منافقین)نبی کریم ﷺ سے بات کو سنتے اوراس کو پھیلا دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ (راز کی)بات مشرکین تک جا پہنچتی ہے۔

(۲)۔شیخ ابوعبداللہ محمد بن احمد شمس الدین قرطبی (متوفی ر۶۷۱)فرماتے ہیں

وقيل نزلت فى انهم يسمعون الشئ من النبى ﷺ فيلقونه الى المشركين و يفشونه ۔(الجامع الاحکام القرآن تفسیر قرطبی تحت الانفال ر۲۷رجلد۷ر۳۹۵)

اورکہا گیا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو نبی کریم ﷺ سے (راز کی)باتیں سن کر مشرکین تک پہنچاتے اوران باتوں کوظاہر کردیتے تھے۔

(۳)۔علامہ ابوالفدا اسماعیل بن عمر بن کثیر (متوفی ر۷۷۴)آیت کی تفسیر میں ابن جریر کے حوالے سے حضرت جابر بن عبداللہ کی روائت نقل فرماتے ہیں کہ

ابوسفیان جب مکہ سے نکلاتو حضرت جبرائیل نے نبی کریم ﷺ کوآ کر بتایا کہ یہ فلاں فلاں جگہ پر ہےتو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کوفرمایا کہ ابوسفیان فلاں علاقے میں ہے،"**فاخرجوا اليه واكتموه**" **فكتب رجل من المنافقين اليه ان محمد ايريدكم فخذوا احذركم**۔

(یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ)اس کی طرف تم نکل پڑواوراس بات کو پوشیدہ رکھو،تو ایک منافق نے ابوسفیان کو خط لکھ کر بتادیا کہ محمد تمہاری طرف آرہے ہیں پس تم اپنا بچاؤ کرو۔(تفسیر ابن کثیر تحت انفال ۲۷رج۴ر۳۱)

(۴)۔محی السنۃ علامہ بغوی (متوفی ۵۱۰) فرماتے ہیں

قال السدی: کانوا یسمعون الشئ من رسول اللہ ﷺ فیفشونہ حتی یبلغ المشرکین۔ (معالم التنزیل تحت انفال ۲۷، ج ۳/ ۳۴۷)

سدی کہتے ہیں کہ (وہ منافق) رسول اللہ ﷺ سے (جو اہم) باتیں سنتے تھے وہ ان کو پھیلا دیتے یہاں تک کہ وہ باتیں مشرکین تک پہنچ جاتیں۔

(۵)۔مفسر علامہ محمد رشید بن علی رضا (المتوفی ۱۳۵۴ ھجہ) آیت کی تفسیر میں شان نزول کے تحت حضرت جابر کی روایت یوں نقل کرتے ہیں

ان ابا سفیان خرج من مکہ وکان لا یخرج الا فی عداوۃ الرسول ﷺ والمؤمنین فأعلم اللہ رسولہ بمکانہ فکتب رجل من المنافقین الی ابی سفیان، ان محمد ایریدکم فخذوا حذرکم، فأنزل اللہ، لا تخونوا اللہ ورسولہ۔ (تفسیر القرآن العظیم (تفسیر المنار) تحت انفال ۲۷، ج ۹/ ۵۳۳)

ابوسفیان مکہ سے نکلا اور وہ رسول اللہ ﷺ اور مؤمنین کی عداوت ودشمنی کے علاوہ کسی اور کام سے نہیں نکلا تھا تو اللہ جل شانہ نے اپنے رسول کو اس کی جگہ (کہ وہ کہا پر ہے) بتادی۔ (آپ ﷺ نے اس کی طرف جانے کا اعلان کیا جس کو مؤمنین میں موجود منافقوں نے بھی سن لیا تو) ایک منافق شخص نے ابوسفیان کی طرف لکھ بھیجا کہ محمد تمہاری طرف آنے کا ارادہ کررہے ہیں تم (جلدی سے) خود کو محفوظ کرلو۔

(٦)۔علامہ شوکانی (متوفی ۱۲۵۰) نے آیت کے تحت درج کیا ہے

اخرج ابن جریر و ابن المنذر و ابوالشیخ عن جابر بن عبداللہ ان ابا سفیان خرج من مکہ فأتی جبرئیلؑ النبی ﷺ فقال ان ابا سفیان بمکان کذاوکذا فقال رسول اللہ ﷺ ان ابا سفیان فی مکان کذاوکذا فاخرجوا الیہ واکتموہ: فکتب رجل من المنافقین الی ابی سفیان ان محمد یریدکم فخذوا حذرکم۔ (فتح القدیر تحت الانفال ۲۷، ج ۳/ ۱۷۳)

ابن جریر اور ابن منذر اور ابوالشیخ نے جابر بن عبداللہ سے روایت نقل کی ہے کہ ابوسفیان مکہ سے نکلا تو جبرئیلؑ نے نبی

کریم ﷺ کو خبر دی کہ ابوسفیان فلاں فلاں جگہ پر ہے آپ ﷺ نے (اہل ایمان سے) فرمایا کہ ابوسفیان فلاں فلاں جگہ پر موجود ہے تم اس کی طرف نکلو اور اس خبر کو چھپا کر رکھو (کہ ابوسفیان کو اس کی خبر نہ ہو) تو (مسلمانوں کی صفوں میں چھپے ہوئے) منافق نے (یہ بات سن کر) ابوسفیان کو خط لکھا (اور خفیہ راز سے اس کو مطلع کرتے ہوئے بتایا) کہ محمد تمہاری طرف آنے کا ارادہ کر رہے ہیں تم اپنا بچاؤ کرو۔

(۷)۔مفسر ابن عطیہ (متوفی ۵۴۲ھجہ) نے بھی آیت کے تحت درج کیا ہے کہ

وقال عطاء بن ابی رباح عن جابر بن عبدالله، سببها ان رجلا من المنافقین کتب الی ابی سفیان بن حرب بخبر من اخبار رسول ﷺ فنزلت الایته۔(المحرز الوجیز تحت الانفال ۲۷/ ج ۳/۱۶۹)

اور عطاء بن ابی رباح نے جابر بن عبداللہ سے آیت کے شان نزول میں نقل کیا ہے کہ منافقین میں سے ایک شخص نے ابو سفیان بن حرب کو خط لکھ کر رسول اللہ ﷺ کے خفیہ راز کی خبر دی جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(۸)۔مفسر جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی (متوفی ۵۹۷ھجہ) لکھتے ہیں

والثانی: ان جبرئیلؑ اتی رسول الله ﷺ فقال ان ابا سفیان فی مکان کذاو کذا فقال النبی الله ﷺ لا صحابه، اخرجوا الیه واکتموه، فکتب الیه رجل من المنافقین ان محمد یریدکم فخذوا حذرکم فنزلت هذه الایته، قاله جابر بن عبدالله۔(زاد المیسر فی علم التفسیر تحت الانفال ۲۷/ ج ۳/۱۰۰)

(شان نزول کے بارے میں) دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت جبرئیلؑ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور بتایا کہ ابوسفیان فلاں فلاں جگہ پر ہے نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو فرمایا اس کی طرف چلو اور خبر کو چھپاؤ، (یہ سن کر مسلمانوں میں گھسے ہوئے) منافق نے ابوسفیان کو خط لکھ کر بتا دیا کہ محمد آپ کی طرف آرہے ہیں لہٰذا اپنا حفاظتی سامان کرلو، اس پر یہ آیت نازل ہوئی یہ قول جابر بن عبداللہ کا ہے۔

(۹)۔علامہ زحیلی نے بھی اپنی تفسیر میں حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت ذکر کرتے ہوئے آیت کا شان نزول بیان کیا ہے، حاصل یہ ہے کہ وہ منافق جو مسلمانوں کی صفوں میں چھپے ہوئے تھے وہ اس طرح کی خبریں تلاش کرتے رہتے تھے

جوں ہی راز کی کوئی بات ہاتھ لگی تو وہ فوراً اس خبر کو دشمنوں تک پہنچا دیتے تھے یہاں بھی حضرت جبرئیلؑ نے جو اہم خبر دی تھی آپ نے مسلمانوں کو بتا دی جو خود کو مؤمن کہنے والے منافق جاسوس نے ابوسفیان کو لکھ بھیجی اور اس کو خبردار کر دیا کہ محمد تمہاری طرف آرہے ہیں تم ہوشیار ہو جاؤ۔ (ملخص بلفظی)، (التفسیر المنیر فی العقیدہ رج ۹ ر ۲۹۷۔ التفسیر الوسیط للزحیلی رج ۱ ر ۷۸۹)

(۱۰)۔ شیخ ابوالیث نصر بن محمد بن احمد سمرقندی (متوفی ۳۷۳ھ) فرماتے ہیں

روی اسباط عن السدی قال: کانوا یسمعون من النبی علیه السلام الحدیث فیفشونه حتی یبلغ المشرکین۔ (بحر العلوم تحت الانفال ر ۲۷ ر ج ۲ ر ۱۹)

اسباط نے سدی سے روایت کی ہے کہ سدی نے فرمایا وہ (منافق) نبی کریم ﷺ سے بات سنتے اور اس کو پھیلا دیتے تھے یہاں تک کہ وہ (راز کی) بات مشرکین تک پہنچ جاتی۔

(۱۱)۔ محمد نسیب الرفاعی اپنی مختصر میں لکھتے ہیں

وقال ایضاً کانوا یسمعون من النبی ﷺ الحدیث فیفشونه حتی یبلغ المشرکین، وقال زید نهاکم ان تخونوا الله والرسول کما صنع المنافقون۔ (تیسر العلی القدیر لاختصار تفسیر ابن کثیر ر ۱ ر ۹۶۶)

سدی نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ (منافق) نبی کریم ﷺ سے (راز کی) بات سنتے اور اس کو پھیلا دیتے تھے یہاں تک کہ وہ بات مشرکین تک پہنچ جاتی حضرت زید نے فرمایا کہ اللہ اور رسول سے خیانت کرنے سے تمہیں منع کیا گیا ہے جیسا کہ منافقین خیانت کرتے ہیں۔

(۱۲)۔ ابن حبان اندلسی فرماتے ہیں

وقیل فی قوم کانوا یسمعون الحدیث من الرسول فیفشونه حتی یبلغ المشرکین۔ (البحر المحیط تحت الانفال ر ۲۷ ر ج ۵ ر ۳۰۷)

اور ایک قوم کے بارے میں کہا گیا ہے جو رسول اللہ ﷺ سے بات کو سنتے تھے پھر اس کو پھیلا دیتے یہاں تک کہ مشرکین

تک پہنچ جاتی۔

(۱۳)۔ابو اسحاق احمد بن ابراہیم نیشاپوری فرماتے ہیں

قال عطاء ابن ابی رباح حدثنی جابر بن عبدالله ان ابا سفیان خرج من مکه فاتی جبرئیل (علیه السلام) النبی ﷺ فقال ان ابا سفیان فی مکان کذاو کذا، فقال النبی ﷺ لا صحابه، ان ابا سفیان فی مکان کذا و کذا فاخرجوا الیه واکتموا، قال فکتب رجلا من المنافقین الیه ان محمد یریدکم فخذوا حذرکم، فانزل الله تعالیٰ الایه: وقال السدی، کانوا یسمعون الشی من النبی ﷺ فیفشونه حتی بلغ المشرکین ۔(الکشف والبیان عن تفسیر القرآن ر ج ۳۴۶/۴)

عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں مجھے جابر بن عبداللہ نے روایت نقل کی کہ ابوسفیان مکہ سے نکلا تو جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ ابوسفیان فلاں فلاں جگہ ٹھہرا ہوا ہے تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو فرمایا کہ ابوسفیان فلاں فلاں جگہ ٹھہرا ہوا ہے تم اس کی طرف خروج کرو اور اس خبر کو چھپاؤ (تا کہ ابوسفیان کو خبر نہ ملے) راوی کہتے ہیں کہ منافقین میں سے ایک شخص نے خط لکھ کر ابوسفیان کو بتا دیا کہ محمد تمہاری طرف آ رہے ہیں تم اپنی حفاظت کا سامان کرو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

اور سدی کہتے ہیں کہ (منافق) نبی کریم ﷺ کی جو باتیں سنتے ان کو پھیلا دیتے یہاں تک کہ وہ مشرکین تک پہنچ جاتیں۔

(۱۴)۔ابو حفص عمر بن علی ابن عادل (متوفی بعد ۸۸۰) بھی اپنی تفسیر اللباب لابن عال جلد ۱ صفحہ ۲۵۲۹۔۲۵۳۰ پر سدی کا وہی قول نقل کرتے ہیں جو دیگر متعدد مفسرین نے نقل کیا ہے کہ منافق نبی کریم ﷺ سے جو باتیں سنتے ان کو مشرکین تک پہنچانے کا انہوں نے عجیب وغریب حربہ اختیار کیا ہوا تھا یہ یہاں سے سنی ہوئی اہم باتوں کو لوگوں میں پھیلا دیتے یوں چلتے چلتے مشرکین تک یہ باتیں پہنچ جاتیں تھی۔

مذید لکھتے ہیں

وقال ابن زید نهاهم الله ان یخونوا کما صنع المنافقون یظهرون الاسلام و یسرون الکفر

وقال جابر بن عبدالله، ان ابا سفیان خرج من مکه فعلم النبی ﷺ خروجه و عزم علی الذهاب الیه فکتب رجل من المنافقین الیه ان محمد ایریدکم فخذو احذرکم.

ابن زید کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں روکا ہے اس بات سے کہ تم خیانت کرنے والے بنو جیسے کہ منافقوں نے کیا جو (زبان سے تو) اسلام کا اظہار کرتے ہیں مگر کفر کو اندر ہی اندر چھپائے رکھتے ہیں۔

اور جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ابوسفیان مکہ سے نکلا جس کا نبی کریم ﷺ کو علم ہو گیا تو آپ نے اس پر چڑھائی کا عزم کرلیا پس (مسلمانوں میں چھپے ہوئے) منافق نے خط لکھ کر اس کو (سب کچھ) بتا دیا کہ محمد تیری طرف آ رہے ہیں اپنے بچاؤ کا سامان کرو۔ (تفسیر اللباب لابن عادل ۱/۲۵۲۹۔۲۵۳۰)

(۱۵)۔ الشیخ شہاب الدین محمود ابن عبداللہ الحسینی الوسیؒ نے اپنی تفسیر روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۱۸۳ پر سدی اور جابر بن عبداللہ کے وہی اقوال نقل فرمائے ہیں جو اوپر متعدد کتابوں کے حوالے سے نقل ہو چکے ہیں عبارت کو محض تکرار کی وجہ سے چھوڑ دیا ہے خلاصہ یہی ہے کہ منافقین جو دل میں کفر کو چھپا کر محض زبانوں سے اسلام کا اظہار کر کے اہل ایمان کو دھوکہ دیتے تھے وہ مسلمانوں کے اندر اسی لئے گھسے ہوئے تھے کہ جاسوسی کریں اور جو کوئی راز کی بات ان کو معلوم ہو یا نبی کریم ﷺ اور مسلمان کفار کے خلاف کوئی پروگرام ترتیب دیں تو یہ ان حساس خبروں کو اپنے شیطانوں تک پہنچائیں جس کے مختلف طریقے انہوں نے ایجاد کر رکھے تھے ایک طریقہ یہ تھا کہ وہ جس بات کو مشرکین تک پہنچانا چاہتے اس کو لوگوں میں پھیلا دیتے یعنی جہاں چار بندے نظر آئے وہاں مسلمانوں کے خفیہ پروگرام کو مصالحے لگا کر بیان کر دیا یوں چلتے چلتے یہ بات ان تک پہنچ جاتی جہاں یہ پہنچانا چاہتے ہیں اسی طریقہ کو سدی نے نقل کیا ہے جاسوسی کا یہ طریقہ بڑا محفوظ تھا کیونکہ براہ راست کافروں کو مخبری کرنے اور راز کی بات بتانے کے الزام سے ایسے لوگ محفوظ تھے اس مخبری کے طریقہ سے مخبروں کے پھیلے ہوئے جال کی طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بالکل قریب رہنے والے جاسوس بات کو سن کر باہر یعنی اسلامی صفوں کے کناروں میں چلنے پھرنے والے جاسوسوں تک خبر پہنچاتے اور وہ گویا عام زیر تبصرہ بات کو سن کر اگلی منزل تک اس کو اڑا لے جاتے مخبری کے دوسرے طریقہ کا ذکر جابر بن عبداللہ کی روایت میں موجود ہے کہ باقاعدہ تحریری وسیلہ استعمال کرتے ہوئے ایک اہم جنگی راز یہ منافق اسلام کے خلاف صف آرا فوج یا سرداروں تک پہنچاتے تھے۔

(۱۶)۔ مفسر شیخ محمد ثناء اللہ العثمانی المظہر ی نے بھی اپنی تفسیر مظہری کی جلد ۳ صفحہ ۱۴۷ پر مذکورہ اقوال نقل کیے ہیں ان میں حضرت جابر بن عبداللہ کی وہ روایت بھی ہے جس میں منافق نے نبی کریم ﷺ کے خفیہ جنگی راز کو با قاعدہ تحریر کر کے ابوسفیان کو بھیج دیا حالانکہ نبی کریم ﷺ نے اس خبر کو چھپانے کا حکم دیا تھا مگر منافق نے حکم نبوی کو پوری ڈھٹائی کے ساتھ پائمال کرتے ہوئے نبی رحمت ﷺ اور ان کے دین کے ساتھ غداری کی جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ منافقوں کے خود کو مؤمن کہنے اور اس پر اصرار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس مؤمن ہونے کے جھوٹے دعوے کے بغیر وہ جاسوسی نہیں کر سکتے اور ان کا خود کو پورے زور کے ساتھ مؤمن کہنا کفار کیلئے جاسوسی کرنے اور خود کو مسلمانوں کے ہاتھ سے محفوظ رکھنے کی خاطر ہے نیز مفسر نے سدی کا قول بھی نقل کیا ہے جس میں ان منافقوں کی جاسوسی کا دوسرا طریقہ واردات بیان کیا گیا ہے۔

(۱۷)۔ مفسر علاء الدین علی بن محمد المعروف علامہ خازن اپنی تفسیر لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۳۰۶ پر سورۃ انفال کی آیت نمبر ۲۷ کی تفسیر فرماتے ہوئے مفسر سدی کا وہی ارشاد نقل کرتے ہیں جو دیگر مفسرین نے نقل کیا ہے کہ

کانوا یسمعون السر من النبی ﷺ فیفشونه حتی یبلغ المشرکین

یعنی وہ منافق نبی کریم ﷺ سے راز کی باتیں سنتے اور ان کو پھیلا دیتے یعنی ایسے طریقے سے لوگوں کے کانوں میں ڈالتے کہ وہ خفیہ راز مشرکین تک پہنچ جاتے۔

نیز علامہ خازن نے حضرت جابر بن عبداللہ کا وہ قول بھی نقل کیا ہے جو اوپر بہت ساری تفاسیر کے حوالے سے نقل ہو چکا ہے جس میں منافق نے انتہائی خفیہ راز تحریر کر کے مخالفین تک پہنچا دیا۔

”اللہ کا حکم ، منافق تمھارے دشمن ھیں ان سے بچو“

سورۃ منافق کی چوتھی آیت میں اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں

وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ وَإِن يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ ۔(المنافق ۴)

مسلمانو! تم ان منافقوں کے جثّے دیکھو تمہیں بڑے اچھے نظر آئیں گے، اگر وہ بات کریں تم ان کی باتیں سنتے رہ جاؤ گے، مگر وہ ایسے ہیں جیسے ٹیک لگائی ہوئی لکڑیاں، ہر ہنگامہ ان کیلئے خطرے کی گھنٹی ہے، یہی لوگ تمہارے دشمن ہیں، ان سے بچ کر رہو، اللہ انہیں غارت کرے، ان کی عقل کہاں ماری گئی۔

اس آیت میں اللہ جل شانہ نے منافقین کے احوال بیان کرتے ہوئے امت اسلام کو جوانتہائی اہم حکم دیا ہے وہ یہ ہے کہ ''هُمُ الْعَدُو'' یہی لوگ تمہارے دشمن ہیں اور ''فَاحْذَرْهُم'' ان سے بچ کر رہو۔

اس ارشاد ربانی کے تحت جوعلمائے ربانی کے بیانات ہیں ان میں سے کچھ باتیں ملاحظہ فرمائیں

(۱)۔علامہ محمد ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) اس آیت کے تحت ارشاد فرماتے ہیں

یقول اللہ جل ثناء ہ لنبیہ ﷺ هم العدو یا محمد فاحذرهم فان السنتهم اذا لقوكم معكم و قلوبهم عليكم مع اعدائكم فهم عين لاعدائكم عليكم ۔(جامع البیان فی تاویل القرآن، طبری تحت المنافقون ۴، جلد ۲۳/۳۹۶)

اللہ جل ثناءہ اپنے نبی ﷺ سے فرماتے ہیں کہ اے محمد ﷺ وہ (منافق) تمہارے دشمن ہیں آپ ان سے بچ کر رہو جس وقت وہ آپ سے ملتے ہیں تو ان کی (صرف) زبان آپ کے ساتھ ہوتی ہے اور ان کے دل آپ کے خلاف آپ کے دشمنوں کے ساتھ ہوتے ہیں، پس وہ آپ کے خلاف آپ کے دشمنوں کے جاسوس ہیں۔

(۲)۔ابوالقاسم سلمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی الشامی الطبرانی (متوفی ھ) فرماتے ہیں

(فاحذرهم) يا محمد ولاتامنهم وان اظهروا انهم معک ولا تطلعهم علی سرک كانهم عيون لاعدائک من الكفار ۔(تفسیر القرآن العظیم المنسوب للامام الطبرانی تحت المنافقون ۴)

آپ ان سے بچ کر رہو اے محمد اور ان سے بے خوف نہ ہو جاؤ اگر چہ وہ یہ ظاہر کریں کہ وہ آپ کے ساتھ ہیں اور آپ ان کے سامنے اپنے راز کی باتیں ظاہر نہ کریں وہ آپ کے کافر دشمنوں کی طرف سے آپ کے خلاف جاسوس ہیں۔

(۳)۔علامہ شوکانی (متوفی ۱۲۶۰ھ) لکھتے ہیں

(فاحذرهم) ان يتمكنوا من فرصته منک، اويطلعوا علی شی من اسرارک لانهم عيون

لاعدائک من الکفار۔(فتح القدیر تحت المناقون/۴/جلد۷/۲۲۶)
آپ ان سے بچ کر رہیں کہ وہ آپ سے فرصت پا کر آپ پر سوار ہو جائیں، یا وہ آپ کے رازوں سے واقف ہو جائیں اس لئے کہ وہ آپ کے دشمن کفار کے جاسوس ہیں۔
(۴)۔مفسر جمال الدین عبدالرحمان بن علی بن محمد الجوزی (متوفی/۵۹۷) فرماتے ہیں
(هم العدو افاحذرهم) ای لا تامنهم علی سرک لانهم عیون لاعدائک من الکفار۔(زاد المیسر فی علوم التفسیر تحت المنافقون/۴/جلد۶/۳۳)
یعنی: وہی آپ کے دشمن ہیں آپ ان سے بچ کر رہو، یعنی اپنے رازوں کے بارے میں ان سے بے خوف نہ ہو جاؤ اس لئے کہ وہ آپ کے دشمن کفار کی طرف سے جاسوس ہیں (جو آپ کی جاسوسی کرنے کیلئے آپ کی صفوں میں گھسے ہوئے ہیں)۔

(۵)۔مفسر ابوبکر الجزائری اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں
(هم العدو فاحذرهم) ای العدو التام العداوه فاحذرهم ان یفشوا سرک اویریدوک بسوء۔
(ایسر التفاسیر للجزائری تحت المنافقون/۴/۴/۲۶۳)
یعنی: وہی تمہارے دشمن ہیں ان سے بچ کر رہو، یعنی وہ دشمن دشمنی میں کامل ہیں پس آپ ان سے بچ کر رہو کہ وہ آپ کے راز (سے واقف نہ ہو جائے کہ وہ ان رازوں کو) پھیلا دیں یا آپ کے ساتھ برائی (نقصان پہنچانے) میں کامیاب ہو جائیں۔

(۶)۔علامہ زحیلی اپنی تفسیر المنیر میں رقم فرماتے ہیں
فهم اعداء الالداء فاحذر موامرائهم ولا تطلعهم علی شی من اسرارک: لانهم عیون لاعدائک من الکفار۔(التفسیر المنیر فی العقیدہ والشریعہ والمنهج، تحت الانفال/۴/جلد۲۸/۲۱۷)
پس منافق اذیت ناک دشمن ہیں آپ ان کے ساتھ مجالست سے بچ کر رہیں اور اپنے رازوں سے ان کو بالکل مطلع نہ ہونے دیں اس لئے کہ وہ آپ کے کفار دشمنوں کی جانت سے جاسوس ہیں۔

(۷)۔علامہ زحیلی اپنی دوسری تفسیر الوسیط میں فرماتے ہیں

فھم اعدا الالداء فاحذرھم موامراتھم ولاتطلعھم ایھا النبی علی شی من الاسرار لانھم جواسیس للمشرکین والکفار۔(التفسیر الوسیط للزحیلی تحت المنافقون ۴/۳/۲۶۶۴)

منافق نقصان دہ دشمن ہیں پس ان کے ساتھ مجالس سے بچ کر رہیں اور اے نبی آپ اپنے رازوں سے ان کو مطلع نہ ہونے دیں اس لئے کہ وہ مشرکین اور کفار کے جاسوس ہیں۔

(۸)۔شیخ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی (متوفی ۹۱۱) فرماتے ہیں

(ھم العدو فاحذرھم)فانھم یفشون سرک للکفار۔(جلالین تحت المنافقون ۴/جلد ۱۱/۲۰۳)

منافق (تمہارے) دشمن ہیں ان سے بچ کر رہو پس وہ تمہارے رازوں کو کفار کے سامنے جا کر کھولتے ہیں۔

(۹)۔تفسیر حقی میں ہے

(فاحذرھم) ای فاحذر ان تثق یقولھم و تمیل الی کلامھم اوفاحذرمما یلتھم لاعدائک و تخذیلھم اصحابک فانہ یفشون سرک للکفار۔(تفسیر حقی تحت المنافقون ۴/۱۵/۳۳۸)

یعنی ان کی باتوں کی توثیق کرنے سے اور ان کے کلام کی طرف مائل ہونے سے بچ کر رہیں یا یہ کہ وہ آپ کے دشمنوں سے ملتے اور آپ کے صحابہ کی برائی کرتے ہیں اس سے بچ کر رہیں پس بے شک وہ کفار کے سامنے آپ کے راز ظاہر کر دیتے ہیں۔

(۱۰)۔الشیخ ابوالمظفر منصور بن محمد بن عبدالجبار السمعانی (متوفی ۴۸۹) فرماتے ہیں

(فاحذرھم) قال ذالک لانھم یطلعون المشرکین علی اسرار المسلمین و یجبنون صنعفاء المسلمین۔(تفسیر القرآن المعروف تفسیر سمعانی تحت المنافقون ۴/جلد ۲/۴۴۲)

پس تم ان سے بچ کر رہو، یہ اس لئے فرمایا کیونکہ منافقین مسلمانوں کے رازوں سے مشرکین کو مطلع کرتے تھے اور کمزور مسلمانوں کو بزدل بناتے (یعنی ان کے دلوں میں کفار کا خوف ڈالتے) تھے۔

(۱۱)۔مفسر ابن خازن اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں

(فاحذرهم) ای لاتامنهم فانهم و ان كانوا معك و يظهرون تصديقك اعداء لك فاحذرهم ولا تامنهم على سرك لانهم عيون لاعدائك من الكفار ينقلون اليهم اسرارك۔ ((للباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن تحت سورۃ المناقون ۴/جلد ۴/ ۲۹۸)

آپ ان سے بچ کر رہیں، یعنی ان سے بے خطر نہ ہوں اس لئے کہ یہ اگرچہ آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کے سچے ہونے کی (تصدیق کرنے) کا اظہار کرتے ہیں (مگر یہ) آپ کے دشمن ہیں پس آپ ان سے بچ کر رہیں اور اپنے راز (میں رکھے جانے والے پروگراموں) کے بارے میں ان سے بے خطر نہ ہو جائیں اس لئے کہ بلاشبہ یہ آپ کے کافر دشمنوں کے جاسوس ہیں وہ آپ کے راز ان کی طرف نقل کرتے (رہتے) ہیں۔

(۱۲)۔شیخ اسماعیل حقی بن مصطفیٰ استنبولی الحنفی فرماتے ہیں۔۔۔

(فاحذرهم) ای فاحذر ان تثق بقولهم و تميل الى كلامهم او فاحذر مما يلتهم لاعدائك و تخذيلهم اصحابك فانهم يفشون سرك للكفار۔ (تفسیر روح البیان تحت المنافقون ۴/جلد ۹/ ۴۳۱)

یعنی ان کی باتوں پر اعتماد کرنے سے اور ان کے کلام کی طرف میل ہونے سے بچیں یا آپ کے دشمنوں سے ملنے والوں سے بچیں جو آپ کے دشمنوں سے ملتے اور آپ کے اصحاب کی اہانت کرتے ہیں آپ ان سے بچیں پس بے شک وہ آپ کے راز کفار کے پاس جا کر ظاہر کر دیتے ہیں۔

(۱۳)۔شیخ برھان الدین ابی الحسن ابراھیم بن عمر البقاعی فرماتے ہیں

(هم) ای خاصته (العدو) ای كامل العداوه بما دل عليه الاخبار بالمفرد الذى يقع على الجمع دون الجمع اشارة على انهم فى شدة عداوتهم للاسلام و اهله و كمال قصدهم و شدة سعيهم فيه. على قلب واحد وان اظهرو التودد فى الكلام والتقرب به الى اهل الاسلام فان السنتهم معكم اذا لقوكم و قلوبهم عليكم مع اعدائكم فهم عيون لهم عليكم۔ (نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور تحت المنافقون ۴/جلد ۷/ ۶۰۹)۔

وہ (منافق) یعنی خاص وہی، تمہارے دشمن ہیں، یعنی دشمنی میں کامل ہیں اس طرح کہ اس پر دلالت کرنے والی خبر مفرد (کے صیغہ کے ساتھ) لائی گئی ہیں جو جمع پر واقع ہوئی ہیں جمع کے (صیغوں کے) علاوہ: اس (طریقہ کلام) سے اس طرف اشارہ ہے کہ اسلام اور اہل اسلام کی عداوت میں وہ شدت پرست ہیں اور عداوت کے ارادہ کرنے میں وہ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں اور اس بارے میں ان کی کوشش بہت سخت ہے ایک دل پر اگرچہ وہ زبانی باتوں میں بڑی محبت کو ظاہر کرتے اور اہل اسلام سے بڑے قرب کا اظہار کرتے ہیں پس بے شک جس وقت وہ آپ سے ملتے ہیں تو اس وقت ان کی زبانیں تو آپ کے ساتھ ہوتی ہیں (مگر) ان کے دل آپ کے خلاف آپ کے دشمنوں کے ساتھ ہوتے ہیں پس وہ آپ پر کفار کے جاسوس ہیں۔

"سورۃ بقرہ کا دوسرا رکوع اور اہل علم کے ارشادات"

اللہ جل شانہ نے سورۃ بقرہ کے دوسرے رکوع میں منافقین کو پہچاننے کی چند علامات اور نشانیاں بیان فرمائی ہیں اس رکوع کی تفسیر میں حضرات مفسرین کے فرمائے ہوئے چند ارشادات ملاحظہ فرمائیں

(۱)۔علامہ وھبہ بن مصطفیٰ الزحیلی فرماتے ہیں

وکم کان للنفاق فی المجتمعات من اضرار بالغته والجاسوس المتآمر علی وطنه و امته منافق و لتجسس الذی یخدم العدو مظهر من مظاهر النفاق۔(التفسیر الوسیط للزحیلی رجلدا/۱۴)۔

اور کتنے ہی معاشرے منافقین کے ہاتھوں نقصان میں مبتلا ہوئے اور وطن و امت کیخلاف سازشی جاسوس (جو جاسوسی کرتے رہے وہ) منافق ہی تھے اور دشمن کی خدمت کرتے ہوئے جاسوسی کرنا نفاق کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے۔

امت اسلام کی گزری تاریخ پر سرسری سی نظر ڈال کر دیکھا جائے تو امت کا ماضی مفسر قرآن ڈاکٹر زحیلی کے لکھے گئے لفظ لفظ کی صداقت پر گواہی دے رہا ہے امت اسلام، اسلامی معاشرہ اور دین حق کے وجود پر لگے ہوئے زخموں کا پس منظر دیکھا جائے تو ان کاری زخموں اور بے رحمانہ ظلم کے پیچھے کوئی ایسا مؤمن موجود ہوتا ہے جس کو اللہ مؤمن نہیں مانتا (وما ھم بمؤمنین) مفسر موصوف نے ایسے ہی مؤمنین کے کردار سے ذرا سا پردہ ہٹایا ہے۔

(۲) الشیخ ابو سعود محمد بن محمد فرماتے ہیں

والخدع ان یوهم صاحبه خلاف ما یرید به من المکروه یوقعه فیه من حیث لایحتسب، او یوهمه المساعده علی مایرد هو به لیغتر بذالک فینجوا منه بسهولته، من قولهم ضب خادع و خدع وهو الذی اذا امر الحارس یده علی باب حجره یوهمه الاقبال علیه فیخرج من بابه الاخر و کلا المعنیین مناسب المقام: فانهم کانوا یریدون بما صنعوا ان یطلعو علی اسار المؤمنین فیذیعو ها الی المنا بذین و ان یدفعوا عن انفسهم یا یصیب سائر الکفره۔(ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم رتحت البقرہ ۹/ جلد ۱/ ۴۶)

اور ''الخدع'' یہ ہے کہ خادع اپنے ساتھی کو دھوکہ میں ڈال کر ایسی مصیبت میں پھنسادے جس کا اس نے ارادہ بھی نہ کیا ہو اور ایسی جگہ سے جہاں سے (اس مصیبت میں پھنسنے کا) اسے وہم و گماں بھی نہ ہو یا وہ اپنے ساتھی کو اس بات میں وہم میں ڈالے جس کا وہ ارادہ کرتا ہے تا کہ اس کے ذریعے (اپنے ساتھی کو) دھوکہ دے کر آسانی کے ساتھ اس کے ہاتھوں سے نجات پا جائے، (خداع) ان کے قول ضب خادع اور ضب خدع سے ہے اور وہ یہ ہے کہ جب شکاری گوہ کو پکڑنے کیلئے اس کے داخل ہونے والے سوراخ کے سامنے آتا ہے تو یہ اس آنے والے کو وہم میں ڈالتی ہے کہ وہ اس سوراخ سے نکلے گی اور وہ دوسرے سوراخ کی طرف سے نکل جاتی ہے، اور یہ دونوں معنی اس مقام کے مناسب ہیں، پس یہ (دعوی ایمان سے) وہی کچھ چاہتے تھے جو کرتے تھے کہ مؤمنین کے رازوں سے واقف ہو جائیں اور اپنے کارندوں کے سامنے ان کو کھول دیں اور وہ اپنی طرف سے تمام کفار تک ان رازوں کو پہنچا دیں۔

(۳)۔الشیخ نسفیؒ (متوفی ۷۱۰/) سورۃ بقرہ دوسرے رکوع میں منافقوں کے ''فساد فی الارض'' پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وکان فساد المنافقین فی الارض انهم کانوا یمایلون اللکفار ویمالئونهم علی المسلمین یافشاء اسرارهم الیهم واغرائهم علیهم و ذالک ممایؤدی الی هیج الفتن بینهم ۔(مدارک التنزیل وحقائق التاویل تحت البقرہ/۱۲/ جلد ۱/ ۱۸)

اور منافقین کا زمین پر فساد پھیلانا یہ تھا کہ وہ کفار کی طرف میل تھے (کفار سے یارانہ رکھتے تھے) اور مسلمانوں کے راز

ان کے سامنے کھول کر ان کو مسلمانوں کے خلاف شرارت پر آمادہ کرتے اور ابھارتے اور یہ امر فتنوں کے بھڑکانے کا باعث بنتا تھا۔

(۴)۔حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اپنی بہت مختصر اور عام فہم تفسیر میں منافقین کی طرف سے مسلمانوں کے استہزا کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔۔۔اور ہم ان کے راز کی باتیں اڑالاتے ہیں اور وہ اس پر بھی ہمارے فریب کو نہیں سمجھتے۔(تفسیر عثمانی تحت البقرہ ۱۴/جلد ۱/ ۵۵)

سورۃ بقرہ، المائدہ، التوبہ اور سورۃ منافقون کی آیات میں اللہ جل شانہ نے اس راز سے پردہ ہٹایا ہے کہ کچھ لوگ جو خود کو مؤمن کہتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ مؤمن ہونے کا روپ دھار کر کافروں کیلئے جاسوسی کرتے ہیں اور یہ مؤمن ہونے کا دعویٰ، ایک ڈھال کے طور پر استعمال کر رہے ہیں، ان آیات کی روشنی میں حضرات مفسرین کے ۱۳۰ ارشادات اوپر نقل کئے گئے جن میں حضرات اہل علم نے وضاحت کی ہے کہ وہ تقیہ کے طور پر خود کو مؤمن کہتے تھے تاکہ کفار کیلئے جاسوسی کر سکیں اور اس کام میں کسی قسم کی رکاوٹ یا مسلمانوں کی گرفت سے بچے رہیں ورنہ حقیقت میں یہ اہل اسلام اور اسلام کے سخت دشمن تھے۔اولیاء الرحمٰن کے مقابلے میں یہ حزب الشیطان بلکل شیطان بن کر میدان میں کودے خود کو حزب اللہ کہہ کر مسلمانوں کے قلب تک پہنچ گئے انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد صرف صحابہ کرام سے دشمنی وعداوت کو بنا لیا کبھی ان کو سفیہہ کہہ کر اور کبھی استھہزا کر کے دل کی بھڑاس نکالتے، رات دن سازشوں کے جال بنتے اور بچھاتے رہتے، طویل مشورے اور اجلاس کرتے اسلام کے خلاف نئے نئے منصوبے بناتے اور کفار کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتے رہتے الغرض دشمنی وعداوت کی جو پٹی شیطان ان کو پڑھاتا یہ اس کے حکم پر لبیک کہتے اور میدان مقابلہ میں کود جاتے چونکہ اس حزب الشیطان کے پاس ایک ایسا ہتھیار بلکہ ایسا ایٹم بم ہے جو اولیاء الرحمان کے پاس نہیں یعنی جس طرح اللہ قادر وخالق کے پاس سب کچھ ہے مگر عاجزی نہیں اسی طرح اللہ قادر وخالق کے اولیاء اور دین محمد کے رکھوالوں کے پاس خدا کی دی ہر دولت ہے مگر ان کے دین میں دھوکہ نہیں، ان کے دل کے اندر اور زبان کے بول میں کوئی تضاد اور دورنگی نہیں جبکہ حزب الشیطان کا واحد اور ناقابل تسخیر ہتھیار ہی دھوکہ ہے جو کبھی تقیہ کے رنگ میں تو کبھی خداع کے روپ میں اولیاء الرحمان پر حملہ آور ہوتے ہیں لہٰذا اسی سے کام لیتے ہوئے یہ گروہ امت اسلام پر پے در پے ضربیں لگاتا چلا جارہا ہے، تاریخ اسلام کے اوراق ماضی پر نظر ڈالی جائے تو حضرت عثمانؓ کی شہادت سے نواسہ رسول حضرت حسین

ابن علیؑ کی شہادت تک کوفی غداروں سے ابن علقمی کی ہلاکو کے ساتھ ساز باز کر کے بغداد کے لاکھوں مسلمانوں کے قتل عام تک طوسی کی ہلاکو نوازی سے سقوط خلافت عثمانیہ تک سلطان ٹیپو کے ساتھ غداری سے دور حاضر کی افغانستان میں قائم ہونے والی امارت اسلامیہ تک عراق کی تباہی سے شامی مسلمانوں کے قتل عام تک حتی کہ طیب اردوغان کے خلاف اٹھنے والی ناکام فوجی بغاوت تک ہر موڑ اور چوک پر اسلام اور اہل اسلام پر ہونے والے حملہ اور پھیلنے والی تباہی کے پیچھے ایک ہی طریقہ کا کالا سا ہاتھ پایا جاتا ہے جس کے ماتھے پر لبیک یا حسین کی پٹی اور زبان پر مؤمن ہونے کا دعوی رقص کر رہا ہوتا ہے مگر دل کا حال تو وہی ہے جو دل کا حال جاننے والے علم بذات الصدور نے صاف صاف بتا دیا کہ

''واذا خلوا عضو علیکم الانامل من الغیظ، قل موتوا بغیظکم'' اور ''قد بدت البغضاء من افواھیھم وما تخفی صدور ھم اکبر''

یہی وہ جاسوس ہیں جو چودہ صدیوں سے امت اسلام پر حملہ آور ہیں یہی وہ قاتلانِ حسینؓ ہیں جو کربلا میں قیامت برپا کرنے کے بعد انتقام حسین کا انتہائی مکارانہ نعرہ لگا کر امت اسلام کے خون سے ہولی کھیل رہے ہیں۔

''صدائے قرآن اور صدائے حسینؓ''

اللہ تعالیٰ نے انہی کے بارے میں فرمایا ''وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَيَاطِينِهِمْ'' (البقرہ ۱۴) گویا یہ شیطان ہیں اور شیطان کا وار بڑا ہی سخت اور دھوکہ بے حد زہر آلود ہوتا ہے اس لئے قرآن پاک میں جا بجا ان کے تقیہ و دھوکہ اور مکاری و فریب کاری کو نقل کیا گیا ہے تا کہ امت اسلام کو ان دھوکہ بازوں کی چالاکی کا علم ہو جائے اور وہ ان سے ہوشیار رہیں فرمایا

''وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا''۔(البقرہ ۱۴-۷۶)

''أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ''۔(النساء ۶۰)

''يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ''۔(المائدہ ۴۱)

''وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ''۔(التوبہ ۵۶)

''وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّن بَعْدِ ذَلِكَ''۔(النور ۴۷)

''وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ''۔(عنکبوت ۱۰)

''إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ''۔(المنافقون ۱)

صرف یہی نہیں بلکہ مذید یہ بھی بتایا کہ یہ گروہ جتنا بڑا تقیہ کرتا ہے اس دھوکہ ومکاری کو سچ دکھانے کیلئے اتنا ہی زور لگاتا اور جھوٹی قسمیں کھاتا ہے، چرب لسانی اور زبان درازی کے فن میں ماہر یہ لوگ بڑے سے بڑے جھوٹ کو ایسے رنگ میں ڈھالتے ہیں کہ سننے والے دنگ رہ جاتے ہیں اللہ کریم نے ان کے دھوکے اور مکاری پر مبنی جھوٹے دعوے نقل کرنے کے ساتھ ساتھ جھوٹ کو سچ دکھانے کیلئے جو وہ جھوٹی قسمیں کھاتے تھے ان کو بھی نقل فرمایا ہے تا کہ امت اسلام خبردار اور ان سے ہوشیار ہو جائے فرمایا

”وَيُشْهِدُ اللّهَ عَلَى مَا فِى قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ“ ۔(البقرہ/۲۰۴)

”يَحْلِفُونَ بِاللّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ“ ۔(التوبہ/۶۲)

”يَحْلِفُونَ بِاللّهِ مَا قَالُواْ وَلَقَدْ قَالُواْ كَلِمَةَ الْكُفْرِ“ ۔(التوبہ/۷۴)

”وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ“ ۔(مجادلہ/۱۴)

”وَيَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۔(النور/)

ان جھوٹے دعووں، جھوٹی قسموں اور دھوکہ وفریب پر مبنی بیانات کو نقل کرنے کے بعد اللہ کریم نے کمال درجہ کی بلاغت اور زوردار تاکید کے ساتھ ان کا رد کیا، ان کے دھوکے کا بھانڈہ سرعام پھوڑ کر امت اسلام کو سبق دیا کہ ان کے دھوکے میں مت آنا اگر ان کی باتوں پر اعتماد کرو گے اور ان کی چرب لسانی پر کان دھرو گے تو کسی خطرناک حادثے اور مشکل ترین مصیبت میں پھنس کر رہ جاؤ گے، چنانچہ قرآن کریم نے ان کے جھوٹے دعوے، دھوکے، مکاریاں اور ان تقیہ بازیوں کو سچ قرار دینے پر اصرار اور اس پر ان کی زوردار قسمیں سب کچھ اسی لئے نقل فرمایا اور اسی لئے امت اسلام کو یہ بات بتائی کہ یہ تو اللہ کو بھی دھوکہ دے چلے تھے ”یخادعون اللہ (البقرہ)“ تا کہ امت کو یہ بات اچھی طرح سمجھ آ جائے اور یہ نصیحت پلے باندھ لی جائے کہ جو اپنے خیال میں اللہ تعالیٰ کو بھی دھوکہ دینے لگے تو ایسے لوگوں کے ہاں اللہ کے بنائے ہوئے کمزور سے بندوں کو دھوکہ دینے میں کیا حجاب اور کیسی رکاوٹ رہ جاتی ہے پس یہ بات اچھی طرح سے سمجھانے کیلئے ان کے دھوکے، تقیے وغیرہ نقل فرمائے اور پھر ایسے زور سے ان کا جھوٹا ہونا بیان فرمایا کہ تقیہ بازی کا سارا کھیل تماشہ ان کے گلے میں رسوائی کا طوق بن گیا اگر قرآن حکیم کے ارشادات پر غور کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ اللہ جل شانہ کو ان کے دھوکہ اور مکاریوں سے زیادہ امت اسلام کے ان پر اعتماد کر کے نقصان میں مبتلا ہونے کی فکر ہے اسی لئے جابجا ان کے جھوٹ دھوکے، پرفریب قسمیں اٹھانے کو نقل فرما کر ان کو رد فرمایا تا کہ امت

اسلام ان دھوکہ بازوں کی ماننے کی بجائے اللہ کی مانے ،ان کی زبان اور چرب لسانی پر اعتماد کرنے کی بجائے کلام خدا پر اعتماد کرے اوران کی چکنی چپڑی باتوں پر کان دھرنے کی بجائے اپنے مالک کی سنے جو فرما رہا ہے کہ

"وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ" ۔(البقرہ/۸)

"ولا یؤمنون باللہ ولاباليوم الآخر ۔(النساء/؟)

"وَلَمْ تُؤْمِن قُلُوبُهُمْ" ۔(المائدہ/۴۱)

وَتَأْبَى قُلُوبُهُمْ ۔(التوبہ/۸)

وَمَا هُم مِّنكُمْ ۔(التوبہ/۵۶)

وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۔(النور/۴۷)

أُولَئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا ۔(احزاب/۱۹)

مَّا هُم مِّنكُمْ ۔(مجادلہ/۱۴)

ان آیات سے ایمان کا جھوٹا دعوی کرنے والے لوگوں کی جو زبردست تردید اور تکذیب ہو رہی ہے وہ محتاج بیان نہیں جو لوگ کافر ہونے کے باوجود خود کو مؤمن کہتے ہیں ان کے تقیہ میں چھپے ہوئے چہرے تو قرآن پاک کی ایک ہی آیت سے صاف واضح ہو جاتے ہیں اللہ جل شانہ کا صرف ایک باران کو "ماھم بمؤمنین" یا اس جیسا کوئی ایک لفظ ہی کہہ دینا کافی تھا صرف اہل ایمان کیلئے نہیں معمولی عقل سے کام لینے والوں کیلئے بھی مگر اللہ تعالیٰ نے تو بار بار ایمان کے جھوٹے دعوے کرنے والے ان تقیہ بازوں کے منہ سے تقیہ کا نقاب ہٹایا اور ان کے مؤمن ہونے کی زوردار طریقے اور مختلف الفاظ سے تردید فرمائی ہے اس سے ہر خداداد عقل رکھنے والا ہر شخص جان سکتا ہے کہ اللہ پاک اپنے نبی کی بے خبر امت کو کس طرح خطرناک جاسوس ٹولے اور ان کے خطرناک طریقہ واردات سے آگاہ کرنا چاہتا ہے اور ان سے بچنے کی زوردار دعوت دینا چاہتا ہے ان اوپر دی گئی چند خدائی ہدایات سے دھوکہ بازوں کی صورت حال تو بلکل واضح ہو جاتی ہے اور مسئلہ کی نزاکت وحساسیت کا تو خوب اندازہ ہو جاتا ہے مگر اللہ پاک نے صرف اتنا کچھ فرما کر سلسلہ گفتگو روک نہیں دیا بلکہ ان مکار لوگوں کی حد درجہ چرب لسانی اور جھوٹ کو سچ دکھانے میں مہارت دیکھ کر مالک کریم نے اپنے بندوں کی راہنمائی میں کمال فرما دیا وہ جانتا ہے کہ "المؤمنین غِر کریم "الحدیث لہٰذا جس طرح جھوٹی قسمیں کھا کر شیطان نے انسانیت کے باپ کو اپنے دام فریب میں لے لیا اسی طرح یہ بھی جھوٹی قسمیں اور محبت کے کمال درجہ کے

جھوٹے دعوے کر کے ابن آدم کو دام فریب میں لے لیتے ہیں، چنانچہ اللہ کریم نے ان دھوکہ بازوں کے تقیہ وجھوٹ پر ایسی زبردست مہر لگائی کہ کمال ہی ہو گیا، وہ اس طرح کہ اللہ کریم ان کے جھوٹے ہونے پر خود گواہ بن گیا۔

اللہ تعالیٰ ان کے تقیہ و دھوکہ اور جھوٹی قسموں کو نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتا ہے

"وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ"۔(الحشر/۱۱)

"وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ"۔(المنافقون/۱)

"وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُون"۔(التوبہ/۱۰۷)

کسی بھی دعوی کا وزن اس کے گواہوں سے معلوم ہوتا ہے جن کے جھوٹ پر خود اللہ گواہ بن گیا کیا اس سے اندازہ نہیں ہو رہا کہ ان جھوٹ بولنے والوں نے کتنا بڑا جھوٹ بولا اور اس جھوٹ پر ایسے پردے اور ایسی ملمع سازی کی کہ عام لوگوں سے بڑھ کر نیک، شرفاء، حتی کہ اولیاء الرحمان بلکہ انبیاء بلکہ فرشتوں کی گواہی بھی ان کے جھوٹ اور تقیہ کے وزن میں کم پڑ گئی گویا ان جھوٹے مکار لوگوں نے جھوٹ کو اتنا وزنی بنایا اور ایسا خطرناک اور زہر آلود کیا کہ خلقت کی گواہی اس کے سامنے ضعیف و کمزور شے بن گئی تب پھر ان کے اس تقیہ کی حقیقت بتانے کیلئے خود اللہ تعالیٰ گواہ بن گیا

اللہ کریم ان کے جھوٹ پر گواہی کیوں دے رہا ہے؟ صرف اس لئے کہ رحمت عالم ﷺ کی امت ان دھوکہ بازوں کے مکر میں کہیں نہ آ جائے ان کی چکنی باتوں اور چرب لسانی کا شکار نہ ہو جائیں اس لئے اللہ پاک نے صاف صاف بتا دیا کہ وہ جھوٹے ہیں تمہاری سمجھ تو بہت چھوٹی ہے خدا اعلان کرتا ہے کہ ان کی دھوکہ بازیوں کو تم کیا جانو میں جانتا ہوں جب ہی تو میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ دھوکہ باز ہیں۔

يُخَادِعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا ۔(البقرہ/۹)

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللّٰهَ ۔(النساء/۱۴۲)

وَإِن يُرِيدُوا أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۔(انفال/۶۲)

ان دھوکہ بازوں نے اپنی دھوکہ بازی کی دکان جھوٹ کے سہارے جاری رکھی ہوئی ہے اللہ کریم ان کے جھوٹ اور اس کے انجام کو قرآن پاک میں جابجا بیان فرماتا ہے کہ

وَلَهُم عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۔(البقرہ/۱۰)

اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے بسبب اس کے کہ وہ جھوٹ کہتے ہیں

يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۔(ال عمران/۱۶۷)

وہ اپنی زبانوں سے ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتی

مِنَ الَّذِينَ قَالُواْ آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِن قُلُوبُهُمْ ۔(المائدہ/۴۱)

لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو منہ سے تو یہی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل مؤمن نہیں ہیں

يُرْضُونَكُم بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَى قُلُوبُهُمْ ۔(التوبہ/۸)

وہ آپ کو منہ کی باتوں سے راضی رکھنا چاہتے ہیں اور ان کے دل (اس بات کا) انکار کرتے ہیں

يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ أَن تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِم قُلِ اسْتَهْزِئُواْ إِنَّ اللّهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُونَ ۔(التوبہ/۶۴)

منافق اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ کوئی سورۃ ایسی نہ اتر پڑے جو ان کے دل کی (اصل) حالت کو بیان کردے آپ فرما دیجئے کہ تم استہزا کرتے رہو اللہ پاک نے اس چیز کو کھولنا ہے جو تم استہزا کرتے ہو

قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ۔ (المنافقون/۱)

(منافق) کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک اللہ کے رسول (ہی) ہو اور بے شک وہ (منافق) البتہ جھوٹے ہیں

ان کے جھوٹ کی حد یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ پر بھی جھوٹ بولنے سے باز نہ آتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَيَقُولُونَ عَلَى اللّهِ الْكَذِبَ ۔(آل عمران/۷۵)

وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں

الغرض اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی امت کو راستہ دکھا رہے ہیں انہیں بتایا جا رہا ہے کہ خود کو مؤمن کہہ کر ایک گروہ ملت اسلامیہ میں ایسا بھی گھس آیا ہے جن کو اللہ جل شانہ نے شیطان کہا ہے

(واذا خلوا الی شیاطینھم) یہ انسانوں میں پھرنے والے شیاطین الانس بھی اسی طرح دھوکہ دیتے اور قسمیں اٹھاتے ہیں جیسے ابلیس نے انسان اول کو دھوکہ دیا اور ان کے سامنے قسمیں کھا گیا تھا مسلمانوں کی صفوں میں گھس آنے والے ان دھوکہ بازوں کا مشن بھی وہی ہے اسی طرح کا دھوکہ اسی طرح کی قسمیں اس طرح کی تاویلیں جیسے حضرت آدم کو اللہ

تعالیٰ نے فرمایا" ولاتقربا ھذہ الشجرۃ "اس درخت کے قریب مت جانا: اب ابلیس نے بھی اس کی تاویل کی کہ اس کی وجہ یہ ہے کہیں آپ ہمیشہ اس میں رہنے والے نہ بن جائیں یا آپ فرشتہ نہ بن جائیں، قرآن کریم نے اس کی تاویلوں کو نقل کیا ہے بلکل اسی طرح کی تاویلیں اس گروہ نے بھی اختیار کیں دیکھنے والوں نے بتایا کہ حیدر کرار تو صدیق اکبر کے دست حق پرست پر بیعت کر کے ان کے خلیفہ بلافصل ہونے کا اعلان فرمارہے ہیں، ان کی اقتدا میں نمازیں ادا کر رہے ہیں ان کے رفیق، مشیر اور قاضی ہیں تو انکا جواب اس جواب سے کوئی زیادہ مختلف نہیں تھا جو حضرت آدمؑ نے جنت میں اس وقت سنا تھا جبکہ آپ جنت کے باسی تھے اور شجرہ ممنوعہ کے قریب بھی نہ جاتے تھے بہر حال اللہ جل شانہ نے ملت اسلامیہ کی صفوں میں چھپے اور گھسے ہوئے جاسوسوں اور ان کے خطرات سے آگاہ فرمادیا ہے۔ اب یہ امت اسلام کی ذمہ داری ہے کہ وہ دھوکہ دینے والے جاسوسوں سے خبردار رہے ورنہ اگر کسی نے ان شیطانوں پر اعتماد کر لیا اور چرب لسانی کا شکار ہو گئے تو پھر آئے روز کربلا کے کارزار سجتے رہیں گے، سقوط بغداد کا نظارا ہوتا رہے گا قرامطہ کا مصر اور صفویوں کا ایران امت اسلام پر مسلط ہوتا رہے گا افغانستان کی امارت اسلامی لٹتی اور عراق کی اینٹ سے اینٹ بجتی رہے گی شام کے بوڑھے، بچے، ضعیف ظلم کی آگ میں سلگتے رہیں گے۔

"امامیہ دین اور قرآن کا سبق"

قرآن اللہ پاک کا بھیجا ہوا وہ ہدایت نامہ اور روش قندیل ہے کہ اس کی روشنی میں چلنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوتا ہمارے محبوب ﷺ جو امت اسلام کیلئے اللہ کی طرف سے نسخہ کیمیا لائے ہیں، وہ امت کا ایسا راہنما ہے کہ کسی موڑ پر بھی امت اسلام کو بھٹکنے نہیں دیتا وہ ہر خطرے سے صاف صاف آگاہ کر دیتا ہے، مذاہب کی دنیا میں کون کیا ہے اور کتنے پانی میں ہے قرآن پاک ہر ایک کی درجہ بندی کر کے سب کو نکھار دیتا ہے یہ قرآن کا اعجاز ہی تو ہے کہ خوب سے خوب تر پردوں میں چھپے ہوئے ہاتھی کے کھانے والے دانت گن گن کر امت اسلام کو بتا اور ایسے دکھا دیئے جیسے کہ ہاتھی کے دکھانے والے دانت۔

پھر مسلمان تو اللہ کی کتاب میں عباد الرحمان کہلاتے ہیں مہربان مالک تو غیروں کو بھی سیدھی راہ ایسے دکھاتا ہے اور پہچان کی ایسی یقینی صورت حال پیدا کر دیتا ہے کہ "یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم" (البقرہ/) وہ ہادی برحق کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔

تو جو رب اوروں کو اس درجہ کی پہچان کروا دیتا ہے تا کہ وہ کہیں بھٹک نہ جائیں وہ مہربان مالک بھلا اپنے حبیب کے امتی کو کیسے ان کی پہچان نہیں کروائے گا جو کہ اس کے متاع ایمان پر ڈاکہ ڈال کر اس کی آخرت ویران کرنے پر تلے ہوئے ہوں؟

جاننا چاہیے کہ حزب الشیطان کے حربے تو بہت ہی سخت اور مکر و فریب تو آسمانوں کو چھو لینے والا ہے مگر اس کے بھیانک چہرے پر پڑے ہوئے ہزاروں پردے ہی کیوں نہ ہوں کریم مالک ان کی شکلوں سے پردہ ہٹا ضرور دیتا ہے وہ پہچان کرواتا اور دشمن کی دشمنی، دھوکے، مکر و فریب ہی کو بے نقاب نہیں کرتا بلکہ اس کی عداوت کا پیمانہ اور دشمنی کا درجہ بھی بتا دیتا ہے پھر اس کا نظام تعارف اور پہچان کروانے کا طریقہ ایسا یقینی اور لاریب ہے کہ جس کے نادرست ہونے کا تھوڑا سا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا، تو آیئے ہم قرآن سے ہی پوچھتے ہیں کہ اے ہمارے مالک کے بھیجے ہوئے منباء ہدایت ہمیں بتا یہ کچھ لوگ جو زور لگا کر جو اپنے کو مؤمن کہتے ہیں آل رسول سے محبت کا بلند بانگ دعویٰ کرتے ہیں نبوت کے بعد امامت کا عقیدہ بنا کر کبھی ان کو خدا تک پہنچاتے ہیں تو کبھی تقیہ کروا کر مارے خوف کے ان کو جھوٹ بولنے والا بتاتے ہیں صف ماتم برپا کر کے کچھ ملکوں میں تو محرم میں نظام زندگی کو ہی مفلوم کر دیتے ہیں صحابہ کرام کو مرتد بتا کر ان پر تبرا کرتے اور سب وشتم کو دین کا لازمی حصہ بتاتے ہیں اے ہمارے مالک کے پاک کلام ہمیں بتا یہ کون ہیں؟ اور کیا ہیں؟

محترم حضرات اللہ کا کلام ان کے بارے میں جو کچھ کہتا ہے اس کی وضاحت کرنے کی کوشش آنے والے صفحات میں کی گئی ہے، یہ کام تو بے حد بڑا اہمیت کے لحاظ سے بہت ہی حساس ہے جس کیلئے امت اسلام کے ان چنے ہوئے کسی ماہرین علم و عرفان کو اپنی خداداد صلاحتیں کو بروئے کار لاتے ہوئے قدم اٹھانا چاہیے تھا جو واقعی اس کام کے اہل اور اس عظیم ذمہ داری کو اٹھانے کے متحمل ہیں مگر امت اسلام کو درپیش ہزاروں مسائل کے حل میں مصروف ان چنے ہوئے ارباب علم کو فرصت ہی کہاں؟ پھر ایک سے بڑھ کر ایک دشواریاں اور فتنے تسبیح کے ٹوٹ جانے والے دھاگے کے بعد تسبیح کے گرتے دانوں کی طرح برس رہے ہیں بھلا وہ کس کس کام کی طرف متوجہ ہوں جبکہ دوسری طرف گذشتہ صدی میں امت کا بکھر جانے والا شیرازہ دیکھ کر غیروں کی لالچ یہاں تک ترقی کر گئی کہ وہ خدا کے سچے دین کو امریکی اور جھوٹا اسلام بتا کر اس کی جگہ اس دین کو لا کر رکھ دیں جس کی خفیف سی جھلک اوپر پیش کی گئی تا کہ امت کا قبلہ بیت اللہ سے ہٹا کر کربلا اور ان کا مرکز محبت مدینہ سے بدل کر اس اصفہان وغیرہ کی طرف پھر دیا جائے جس اصفہان نے دجال کا

بھرپور استقبال کرنا ہے اوراس کی تیاریاں تو اب زوروں پر ہیں لہٰذا اس اہم عنوان پر کچھ لکھنے بولنے میں تاخیر کی تو اب گنجائش ہی باقی نہیں رہ گئی کہ کسی ایسے شخص کا انتظار کیا جائے جو واقعی اس عظیم کام کو سرانجام دینے کا اہل ہو، لہٰذا باوجود اس کے کہ راقم کے دامن میں نہ تو علم کا کوئی ذرہ ہے اور نہ عمل کی کوئی رتی، ماضی پر نظر ڈال کر ڈھونڈتے ڈھونڈتے کوئی ایک سجدہ بھی ایسا نظر نہیں پڑتا جس کا واسطہ دے کر عطاؤ والے کے دربار میں پیش کیا جا سکے یہ سب اپنی جگہ سچ ہے مگر اب کیا کیا جائے کہ زمین خدا ان چھپے ہوئے ہلاکوؤں کے فساد سے بھر گئی امت اسلام کا خون ان کے ہاتھوں پانی کی طرح بہنے لگ گیا، ہر وہ جگہ جہاں کچھ مسلمان آباد ہیں وہاں مسلمانوں کو وادی ارتداد میں دھکیلنے کی کاروائیاں منہ زور طوفان بن گئیں تب پھر یہ سوچتے ہوئے قلم تھام لیا کہ مالک کریم کے ہاں تو قابلیت نہیں قبولیت کا سکہ چلتا ہے، کیا عجب وہ ابابیل کی کنکری سے ارض مجوس کے ابراہِ وقت اوراس کے بھنگ کے نشہ میں مست ہاتھی کا کام تمام کر دے اور حرم پاک کی طرف اٹھتے ناپاک قدم اس کی طرف اٹھتی میلی آنکھ اور نجس عزم کے ساتھ اس طرف کو نکلتے اصحاب الفیل کا وہی عبرت ناک انجام بنا دے جو قرآن پاک کی زبانی بیان ہوا

فجعلهم كعصف ماء كول

"کچھ کتاب کے بارے میں"

اس مقالہ میں قرآن پاک کی ۱۳ آیات یعنی ایک رکوع میں بیان ہونے والے سبق کو ۱۲ نمبروں میں پیش کیا گیا ہے جس میں ایسے لوگوں کی ۱۰ نشانیاں مذکور ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے "ما ھم مؤمنین" کہا ہے یعنی ان کے دعوے کو رد کر کے ان کی اصلی شکل اور لباس خضری میں چھپے ہوئے رہزن کا چہرہ کھول دیا ہے کہ وہ کون ہیں؟ اور ان کے اپنے آپ کو مؤمن کہنے کی حقیقت کیا ہے؟ قرآن پاک نے کس وضاحت سے ان کی پہچان کروائی ہے؟ آپ آنے والے قرآنی آیات کے دیئے سبق میں پڑھ لیں گے اگر اللہ تعالیٰ کی نظرم کرم شامل حال رہی تو آنے والی دس نشانیوں کو دیکھ کر آپ کے دل سے خود یہ صدا نکلے گی کہ قرآن پاک تو صدیوں سے ان چھپے ہلاکوؤں کو بے نقاب کر رہا ہے ایسے جیسے اللہ نے یہ رکوع ان ہی کے واسطے اتارا ہو۔

قرآن پاک کی ۲ سو آیات ہیں جن میں امت کو کچھ ایسی ہدایات، سبق اور راہنمائی مہیا کی گئی ہے جن کا تعلق زیر بحث گروہ سے ہے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس پہلے حصہ کی طرح اپنی خصوصی توفیق، احسان اور مہربانی سے وہ مہربان مالک باقی آیات کے دیئے ہوئے سبق و ہدایات امت اسلام کی خدمت میں پہچانے کی سعادت عطاء فرمائے گا۔

یہ ۱۳ آیات پر مشتمل قرآن کے اسباق کا پہلا حصہ ہے، علی الترتیب حصے اس کے بعد انشاء اللہ آتے رہیں گے اللہ جل شانہ محض اپنے کرم سے اس کاوش کو قبول فرمائے (آمین)

اللھم صلی وسلم علی سید الاولین والاخرین محمدن المصطفی و علی اله الطیبین و اصحابه الطاهرین و من تبعهم باحسان الی یوم الدین

خیراندیس:۔ موءلف

نحمده و نصلی وسلم علی رسوله الکریم اما بعد اعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ. يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ج وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ. فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ لا فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ج وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ م بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ. وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ لا قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ. اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ. وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَاءُ ط اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ. وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ج وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ لا قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ لا اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ. اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ. اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ص فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ. مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ج فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ. صُمٌّ م بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ. اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ج يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ط وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ م بِالْكٰفِرِيْنَ. يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ط كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ق وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ'' (البقرہ۸تا۲۰)

ترجمہ: ''کچھ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت پر ایمان لے آئے حالانکہ وہ (حقیقت میں) مؤمن نہیں ہیں، وہ اللہ کو اور ان لوگوں کو جو (واقعی) ایمان لاچکے ہیں، دھوکہ دیتے ہیں اور (حقیقت تو یہ ہے کہ) وہ اپنے سوا کسی اور کو دھوکہ نہیں دے رہے لیکن انہیں اس بات کا احساس نہیں ہے، ان کے دلوں میں روگ ہے چنانچہ اللہ نے ان کے روگ میں اور اضافہ کردیا ہے اور ان کیلئے دردناک سزا تیار ہے کیونکہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے اور جب ان سے کہا جاتا

ہے کہ تم زمین میں فساد نہ مچاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں، یادرکھو یہی لوگ فساد پھیلانے والے ہیں لیکن اس بات کا احساس نہیں ہے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی اسی طرح ایمان لے آؤ جیسے دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم بھی اسی طرح ایمان لائیں جیسے بے وقوف لوگ ایمان لائے ہیں؟ خوب اچھی طرح سن لو کہ یہی لوگ بے وقوف ہیں لیکن وہ یہ بات نہیں جانتے اور جب یہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لا چکے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب یہ اپنے شیطانوں کے پاس تنہائی میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو (مسلمانوں کے ساتھ) مذاق کررہے تھے، اللہ ان سے مذاق (کا معاملہ) کرتا ہے اور انہیں ایسی ڈھیل دیتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی ہے لہٰذا نہ ان کی تجارت میں نفع ہوا اور نہ انہیں صحیح راستہ نصیب ہوا، ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک آگ روشن کی پھر جب اس (آگ نے) اس کے ماحول کو روشن کر دیا تو اللہ نے انکا نور سلب کرلیا اور انہیں اندھیریوں میں چھوڑ دیا کہ انہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا، وہ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں چنانچہ اب وہ واپس نہیں آئیں گے، یا پھر (ان منافقوں کی مثال ایسی ہے) جیسے آسمان سے برستی ایک بارش ہو، جس میں اندھریاں بھی ہوں اور گرج بھی، اور چمک بھی، وہ کڑکوں کی آواز پر موت کے خوف سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیتے ہیں اور اللہ نے ان کافروں کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے، ایسا لگتا ہے کہ بجلی ان کی آنکھوں کو اچک لے جائے گی، جب بھی بجلی ان کے لئے روشنی کردیتی ہے وہ اس (روشنی) میں چل پڑتے ہیں اور جب وہ ان پر اندھیرا کردیتی ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے سننے اور دیکھنے کی طاقتیں چھین لیتا بے شک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے‘‘۔

”اس رکوع کی تفسیر میں چند اہل علم کے ارشادات“

اس رکوع کا ترجمہ پیش کرنے کے بعد سب سے پہلے اردو زبان میں لکھی جانے والی چند تفاسیر کے کچھ اقتباسات عرض کئے جارہے ہیں تا کہ قرآن پاک کے اس مقام پر دی جانے والی ہدایات کا علم ہوجائے: ملاحظہ فرمائیں

سورہ بقرہ کے اس دوسرے رکوع کی تفسیر فرماتے ہوئے فخر المفسرین الشیخ حضرت مولانا عبدالحق الحقانی الدھلویؒ فرماتے ہیں، کہ نفاق کی چند اقسام ہیں:

اول یہ کہ زبان سے اسلام ظاہر کرے مگر در پردہ صاف منکر ہو۔

دوم یہ کہ در پردہ صاف منکر تو نہ ہو مگر یقین بھی نہ ہو بلکہ متر داور تذبذب ہو۔

سوم یہ کہ دل میں تصدیق تو ہو مگر کامل نہ ہو اور گناہوں اور حب دنیا اور غلبہ شہوت نے اسکوایسا کر دیا ہو کہ یہ دنیا کے منافع کوایمان پر مقدم سمجھتا ہو دنیا کی خاطر اسلام کا مقابلہ اور اہل اسلام کی بربادی اور دین کی ہجواس کے نزدیک کچھ مشکل کام نہ ہو یہ تینوں خدا کے نزدیک سخت کافر ہیں اور جہنم کے سب سے اسفل طبقہ میں رہیں گے "ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار" یہ تینوں قسم کے منافق مدینہ میں موجود تھے چہارم یہ کہ قال حال کے مطابق نہ ہو زبان سے کچھ کہے دل میں کچھ اور ہو جس کو تقیہ کہتے ہیں یہ بھی منافقین کا شیوا ہے اور سراسر ناراستی ہے نور ایمان اور صداقت کی روشنی ذرا بھی مکروفریب کو گوارا نہیں کرتی چہ جائے کہ اس پاک مذہب کا رکن قرار دے کر اس کے نورانی چہرہ پر دھبہ لگایا جاوے۔ (تفسیر حقانی، جلد۲، صفحہ۹۷)

آ گے چل کر نکات کے ضمن میں فرماتے ہیں

نکات:۔منافقین دعویٰ کرتے تھے کہ ہم اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں پس خدا تعالیٰ نے بھی ان کے ادعا کے موافق "بالله وباليوم الاخر" کو خاص کیا تا کہ معلوم ہو کہ جس میں تم دعوی کرتے ہو اس میں بھی تم سچے نہیں۔آ گے چل کر فرماتے ہیں

اگر چہ سیاق کلام یہ چاہتا تھا کہ ان کے جواب میں "ما امنوا" کہا جاتا تا کہ جواب مطابق ہوتا مگر برعکس اس کے "ما هم بموء منين" فرمایا تا کہ ان سے ایمان کی نفی اچھی طرح سے ہو جائے، کس لئے کہ زمانہ ماضی میں ان کو ایمان سے باہر بیان کرنا جیسا کہ "ما امنوا" سے سمجھا جاتا اس امر میں اتنا فائدہ نہیں بخشتا کہ جو اس کو ہمیشہ کے لئے "ما هم بموء منين" سے ایمان سے باہر کر دینا بخشتا ہے۔علاوہ اس کے "ما امنوا" میں بمقابلہ جواب صرف اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے کی نفی سمجھی جاتی اور جبکہ "ما هم بموء منين" کہا اور نفی کو باسے مؤکد کر دیا تو بالکل ایمان سے بے بہرہ ہونا ثابت کر دیا کہ ان کا ایمان نہ اللہ پر ہے، نہ قیامت پر، نہ نبی ﷺ، اور قرآن اور اس کے معجزات پر۔۔۔۔ (صاحب تفسیر تقیہ والی بات پر حاشیہ لگا کر اسکے تحت فرماتے ہیں/از راقم)

اہل اسلام میں اول صدی کے اخیر میں جو کچھ خلافت کی بابت زیادہ نزاع ہوئی تو ایک گروہ حضرت علیؓ کی طرف داری کا یہاں تک دم بھرنے لگا کہ جس کو وہ خود بھی جائز نہ رکھتے تھے اور پھر رفتہ رفتہ وہ ایک فریق ہو گیا جس کو شیعہ کہتے ہیں اور یہ فریق اکثر عراق وایران میں پھیلا اور ایران میں مجوس کے ہاں یہ تقیہ ہمیشہ سے چلا آتا تھا چنانچہ دساتیر نامہ ساسان اول

کے (۴۰) جملہ میں مرقوم ہے ان کی تقلید سے یہ مسئلہ اس گروہ نے بھی اپنے مذہب میں جاری کیا۔۔۔(ایضا رصفحہ ۹۷)
متعلقات:۔''خدع''لغت میں بُری بات چھپانا اور اس کے برعکس دکھانا تا کہ کسی کو فریب دیا جائے۔(ایضا رصفحہ ۹۸)

نکات:۔

ا۔ چونکہ منافقین یہ فریب بازی ہمیشہ کرتے تھے اور آئندہ بھی ان سے یہ فعل متوقع تھا تو اس رمز کے لئے مضارع سے ان کے اس حال کو تعبیر کیا تا کہ تجدد وحدوث پر اور آئندہ کے صدور پر دلالت کرے۔

۲۔ان کی پرلے درجے کی حماقت ثابت کرنے کو ''وما یشعرون ''کہا ''یعلمون'' نہ کہا کیونکہ شعور محسوسات کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور علم محسوسات ومعقولات دونوں کے لئے، پس جب ''ما یشعرون'' کہا تو گویا یہ ثابت کر دیا کہ اس مکر کی برائی ایک محسوس چیز ہے مگر چونکہ ''عَلَى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَة'' یعنی ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے' وہ دیکھ نہیں سکتے۔(ایضا رصفحہ ۹۸)

فائدہ:۔عذاب کو کذب سے متعلق کیا تا کہ اس سے جھوٹ کا حرام ہونا ثابت ہو اس لئے اسلام میں بالاتفاق جھوٹ بولنا حرام قرار دیا گیا ہے، یہ وہ فعل ہے جس کے قبح پر اکثر بنی آدم متفق ہیں۔اب اگلی آیتوں میں خدائے تعالیٰ ان کے مرض قلب کو ثابت کرتا ہے کہ وہ بُری باتیں کرتے ہیں اور ان کو بھلی سمجھتے ہیں، جس طرح کوئی مریض کڑوی چیز کو میٹھی یا بالعکس تصور کرتا ہے اور یہ جہل مرکب ہے حکماء کے نزدیک یہ مرض لاعلاج ہے۔(ایضا رصفحہ ۱۰۰)

یعنی مرض قلب ان پر یہاں تک غالب آ گیا ہے کہ ان کو نیک وبد میں تمیز نہیں۔کس لئے کہ جب کوئی مومن یا رسول اللہ یا خود خدائے تعالیٰ ان سے یہ فرماتا ہے کہ تم ملک میں فساد نہ ڈالو یعنی گناہ اور چغل خوری اور غمازی نہ کیا کرو تو اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہم تو بھلائی کرتے ہیں وہ اس غمازی اور گناہ کو بھلائی سمجھ گئے۔(ایضا)

فساد کسی شے کا اعتدال سے باہر ہونا اور جو نفع کہ اس سے متصور ہے اس کے قابل نہ رہنا اس کی نقیض صلاح ہے یعنی جس طرح فساد میں بگڑنا ہے ویسا ہی صلاح کے معنی میں سنورنا معتبر ہے اس جگہ فساد سے مراد بقول ابن عباسؓ وحسن وقتادہ معاصی ہیں کیونکہ جب دنیا میں گناہ گاری، چوری، قتل، زنا، فتنہ انگیزی، شرک وکفر کی اشاعت ہوتی ہے تو انتظام عالم میں خلل آ جاتا ہے۔

نکات:۔جس طرف منافقین نے بزعم فاسد اپنے فساد کو صلاح بتایا اور ''انما نحن مصلحون'' میں صلاح کا انحصار اپنے ہی نفس پر کیا تھا اسی طرح اس کے رد میں لفظ ''الا'' اور ''انهم هم المفسدون'' کلمہ انحصار فرمایا کہ بلاشک

یہی مفسد ہیں تا کہ کلام مقتضی حال کے مطابق ہو جائے یہ ان منافقوں کی دوسری حرکت ناشائستہ تھی۔(ایضا رصفحہ ۱۰۱)

چوتھی خصلت نازیبا وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا (البقرہ ۱۴ر)۔۔۔۔اور جب اپنے سرداروں کے پاس جاتے ہیں تو نہایت تاکید سے کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ہی ساتھ ہیں ہم تو مسلمانوں سے بطور دل لگی کے (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کہہ دیتے ہیں اور وہ بے وقوف سیدھے سادھے لوگ ہیں ہماری اس بات کو سچ جان کر ہمیں اپنے رازوں اور دلی ارادوں سے مطلع کرتے اور فوائد میں شریک بنا لیتے ہیں (ایضا رصفحہ ۱۰۳)

۔۔۔(مسلمانوں سے منافقین کا کہنا ''امنا'' مگر کفار شیاطین سے ''انا معکم'' تاکید کے ساتھ لانے میں مسلمانوں کی سادہ دلی صاف گوئی اور اعتماد واعتبار جبکہ شیاطین کا شاطرانہ مزاج صاف معلوم ہو رہا ہے رملخص۔(تفسیر حقانی رج ۲ ر ۹۷ تا ۱۰۴)

''تفسیری ماجدی''

حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادی سورۃ بقرہ دوسرے رکوع کی تفسیر میں فرماتے ہیں

''مـن'' واحد، تثنیہ، جمع تینوں موقعوں پر یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔۔۔۔اب ذکر ایک تیسری صنف کا شروع ہو رہا ہے، ہوتے یہ بھی کافر و منکر ہی ہیں لیکن اپنے کفر وانکار پر پردہ مکر و فریب کا ڈالے رکھتے ہیں یعنی زبان پر دعویٰ اسلام رکھتے ہیں لیکن دل میں کفر خالص۔۔۔ان ننگ انسانیت انسانوں کو شریعت کی اصطلاح میں منافق کہتے ہیں۔نفاق کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اعلان واظہار بھلائی کا کرتا پھرے اور شر کو اندر ہی اندر چھپائے رکھے ''النفاق هو اظهار الخير و اسرار الشر'' رابن کثیر

۔۔۔۔۔مدینہ میں منافقین کثرت سے تھے اسلام سے عداوت میں اور رسول اسلام سے عناد میں یہ لوگ کھلے ہوئے کافروں سے کچھ کم نہیں تھے شاید کچھ بڑھے ہوئے تھے۔۔۔۔بعض لوگوں نے اپنے کو محض تقیہ بلا شائبہ ایمان و صداقت مومن و مسلم کہنا شروع کر دیا اس پارٹی کا سرغنہ یا سرخیل۔۔۔۔ابن ابی تھا۔۔۔۔یہ اپنے وقت کا کامیاب ترین لیڈر تھا، یک بیک اسلام کے قدم مدینہ میں جم گئے اس نے اپنی دکان اجڑتے دیکھی تو اپنے پیروؤں کے کان میں یہ افسون پھونک دیا کہ زبان سے کلمہ اسلام پڑھتے جاؤ لیکن دل میں اپنے ہی عقائد پر جمے رہو۔اوس وخزرج کے علاوہ یہود کی بھی ایک غدار و ضمیر فروش جماعت نے خوشی سے اس تحریک پر لبیک کہا البتہ مکہ کا کوئی مہاجر اس تحریک میں شامل

نہیں ہو(تفسیر ماجدی/البقرہ/۸/حاشیہ۲۲)

"وما هم بمومنين"یعنی ان کے دل میں ایمان کا گزر ذرہ برابر بھی نہیں، ایمان انہیں چھو بھی نہیں گیا

يقولون ذالك قولاً ليس ورآءه شيءً آخر /ابن کثیر

انهم ليسوا من الايمان فی شیء /بیضاوی

"بمومنين" حرف "با" تاکید کے لئے ہے،

اكدالنفی بالباء /بیضاوی

ظاہر سیاق کا تقاضا تھا کہ فعل ماقبل "قالو اامنا" کی تردید وتغلیط میں 'ماامنوا' یا اس قسم کا کوئی اور فعل ماضی ہی لایا جاتا لیکن یہاں تاکید اور زور کیلئے بجائے فعل کے اسم فاعل لایا گیا کہ ان لوگوں سے نفی ایمان کی ماضی، حال، مستقبل ہر زمانہ سے نکل آئے۔

و فيه من التوكيد و المبالغته ماليس فی غيره /کشاف

تاكيدا و مبالغته فی التكذيب لان اخراج ذواتهم من عدادالمؤالمنين ابلغ من نفی الايمان عنهم فی ما فی الزمان /بیضاوی

كان ذلک مبالغته فی تكذيبهم / کبیر (ماجدی/حاشیہ نمبر۲۳)

"يخادعون الله"۔۔۔ جرم کفر پر اضافہ خدع کا کر رہے ہیں۔"یخادعون" باب مفاعلہ سے ہے اور اس کا خاصہ طرفین سے مشارکت ہے لیکن یہاں "يخدعون" کے معنی میں ہے اور باب مفاعلہ محض زور اور تاکید کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔

المفاعلته لافاده المبالغته فی الكيفيه /ابوسعود

اخرج فی ذنته فاعلت للمبالغته /بیضاوی

"يخادعون الله" حق کی مخالفت اور تکذیب کرتے کرتے جسارت اتنی بڑھ گئی تھی کہ اپنے خیال و پندار میں خدا کو بھی دھوکہ دے چلے تھے۔

اجترء و علی الله حتیٰ ظنوا انهم يخادعون الله /ابن جریر عن ابن عباسؓ

یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ کو دھوکہ دے رہے ہیں اپنے خیال کے مطابق

معناه یخادعون اللہ فی زعمھم/مدارک (ماجدی/حاشیہ نمبر ۲۴)

شعور عربی میں علم حسی کو کہتے ہیں۔اور اسی کا نام اردو میں احساس ہے اور مشاعر انسان کے الات حواس کو کہتے ہیں۔اس لفظ کے لانے میں نقطہ بلاغت یہ ہے کہ منافقوں کو اس مکروفریب سے جو نقصان پہنچ رہا ہے اور پہنچے گا وہ بالکل مادی ہونے کی طرح صاف اور صریح ہے لیکن یہ احمق فرط غفلت سے اسکا بھی احساس نہیں رکھتے۔

والمعنیٰ ان لحوق ضرر ذالک بھم کالمحسوس و ھم لتمادی غفلتھم کالذی لاحس لہ/ کشاف

ای لا تدرکونہ بالحواس //راغب (ماجدی/حاشیہ نمبر ۲۷)

"فی قلوبھم مرض" (ان کے دلوں میں بیماری ہے)۔کفر کی اور نفاق کی اور شک کی۔۔۔۔۔**شک و نفاق وخلاف و ظلمتہ**/ابن عباس۔

دوسرا پہلوان کم اعتقادوں کے مرض کا یہ تھا کہ جوں جوں مسلمانوں کو ترقیاں اور کامیابیاں حاصل ہوتی جاتی تھیں ان کے رشک وحسد میں بھی ترقی ہوتی جاتی تھی۔۔۔۔

والمعنی ان المنافقین مرضت قلوبھم لھا او اثبات امر النبی ﷺ و استعلا شانہ یوماً فیوماً/کبیر

المراد بہ ھا ھنا فی قلوبھم ..... من الغل و الحسد و البغضاء لان صدورھم کانت تقلی رسول اللہ ﷺ والمؤمنین/کشاف (حاشیہ نمبر ۲۸)

"فزادھم" میں حرف "ف" بہت اہم ہے۔یہ گویا اس کا اعلان ہے کہ آگے جس فعل کا ذکر آرہا ہے وہ محض بطور ثمرہ یا نتیجہ کے پیدا ہوا ہے۔

والفاء للدلالتہ علی ترتب مضمونھا علیہ/ابوسعود۔۔۔۔(حاشیہ نمبر ۲۸)

"بما کانوا یکذبون" یعنی اپنے مومن ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرتے تھے۔یہ عذاب الیم جس کا یہاں ذکر ہے منافقوں کے مطلق کفر پر نہیں بلکہ ان کی منافقت پر یا جھوٹے دعویٰ ایمان پر ہوگا۔"عذاب الیم" کافروں کے لئے جس عذاب کی خبر اوپر دی جا چکی ہے (آیت ۷ میں) اس کی صفت "عظیم" آئی ہے اور یہاں منافقوں کے لئے جس عذاب کی وعید ہے وہ الیم ہوگا،اور الیم کے معنی ہیں "مولم" یعنی دُکھ پہچانے والا گویا تکلیف واذیت کا پہلو اس میں زیادہ نمایاں ہوگا۔

وصف به العذاب للمبالغه/ بیضاوی

خوب سمجھ لیا جائے کہ جو منافق تھے وہ کافر تو تھے ہی لیکن کافر کے علاوہ بھی کچھ اور تھے یعنی خادع وکاذب، تو عذاب عظیم کے مستحق تو وہ اپنے کفر کی بنا پر ہو ہی چکے تھے یہ منافقت کا عذاب الیم اس پر مستزاد۔ گویا منافقوں پر دونوں عذابوں کا مجموعہ ہوگا۔

قد حصل للمنافقین مجموع العذابین فصار المنافقون اشد عذاباً من غیر هم من الکفار/ بحر

بما میں (ب) سببیہ ہے اور ما مصدری **الباء للسببیه و ما مصدریه**/ ابوسعود

اسی حاشیہ کے تحت صاحب تفسیر نے سابقہ آسمانی کتب کے حوالے نقل فرمائے ہیں جس میں منافقت سے ڈرایا گیا اور دردناک عذاب کی خبر سنائی گئی تھی۔ (تفسیر ماجدی/ حاشیہ ۲۹)

(**کما امن السفهاء**) یہ تنز ہے اس وقت کے پکے اور سچے مسلمانوں پر۔ رسول ﷺ کے صحابیوں پر۔

یعنون اصحاب النبی ﷺ/ ابن جریر عن ابن عباس وابن مسعود رضی اللہ عنھم (حاشیہ/ ۳۵)

کیا ٹھکانہ ہے ان کے حمق و نافہمی کا؟ پہلے افساد کو اصلاح کہہ رہے تھے اب حمق بالائے حمق یہ ہے کہ عقل، دوراندیشی ۔حکمت کو بے عقلی ٹھہرا رہے ہیں۔ (ایضا حاشیہ نمبر ۳۶)

(**قالو ا امنا**) (اور آپ ہی جیسے مسلمان ہیں) **امنا کایمانکم**/ معالم التنزیل

یہ بات یہ لوگ ذی اثر مسلمانوں کی رضاء جوئی اور خوشنودی کے لئے کہتے تھے۔

غرورا منهم للمؤمنین و مصانعته و تقیته/ ابن کثیر

منافقین کی ایک ذہنیت یہ تھی کہ غریب عوام مسلمانوں کے مقابلے میں تو اکڑتے رہتے لیکن مسلمانوں میں جو صاحب اثر واقتدار ہوتے ان کے آگے خود جھک جاتے اور ان سے بہ تملق پیش آتے۔ (ماجدی/ حاشیہ نمبر ۳۵)

(**واذا خلو ا الی شیاطینهم**) ۔۔۔۔۔ یہاں شیاطین سے مراد رؤساء یہود ومنافقین کے لئے گئے ہیں جو اپنی سرکشی وطغیان کے لحاظ سے خود ہی شیطان بنے ہوئے تھے ۔۔۔۔۔ (ماجدی/ حاشیہ نمبر ۳۹)

(**انما نحن مستهزء ون**) یعنی ہم مسلمانوں کے ساتھ تو محض ظاہرداری کے طور پر ہیں اور مصلحتاً اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتے ہیں ورنہ حقیقتاً تو ہم تمہارے ہی ہم عقیدہ وہم مذہب ہیں۔ (ماجدی/ حاشیہ نمبر ۴۱)

”آسان ترجمہ قرآن“

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی اپنے آسان ترجمہ کے تحت حاشیہ نمبر ۱۰ میں فرماتے ہیں، سورت کے شروع میں پہلے مؤمنوں کے اوصاف اور ان کا انجام بیان فرمایا گیا، پھر ان لوگوں کا ذکر ہوا جو کھلے کافر ہیں، اب یہاں سے ایک تیسرے گروہ کا ذکر ہو رہا ہے جسے منافق کہا جاتا ہے یہ لوگ ظاہر میں تو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے مگر دل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے (آسان ترجمہ قرآن صفحہ ۴۴)

”تفسیر محمود“

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ فرماتے ہیں، منافقین کی کئی اقسام ہوتی ہیں

۱۔ سب سے ارزل واذل درجہ کے منافق یہ ہیں کہ زبان سے اقرار کریں لیکن دل میں مکمل جحود وانکار ہو۔

۲۔ دوسری قسم یہ ہے کہ جو ظاہر و باطن دونوں میں متردد ہو ظاہر میں یہ سمجھتا ہو کہ یہ لوگ (مسلمان) غالب آئیں گے یا نہیں۔ (تفسیر محمود، جلد ۱، صفحہ ۱۶۳)

آگے چل کر نفاق اعتقادی و عملی ۱۲ اقسام اور ان کی تفصیل بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں

اسی طرح پاکستان میں اسلام کو خطرہ عسائیت یا بدھ مت سے نہیں بلکہ منافقین سے زیادہ خطرہ ہے۔ یہ منافق آپ کو فریب دینا چاہتے ہیں۔ (ایضا رصفحہ ۱۶۴)

۔۔۔امنا باللہ میں ایمان بالفعل کا ذکر ہے جس میں دوام واستمرار نہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ“ یہ نفی علی الدوام ہے۔ (تفسیر محمود، جلد ۱، صفحہ ۱۶۸)

”تفسیر عثمانی“

حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنی مختصر تفسیر ”تفسیر عثمانی“ میں فرماتے ہیں

(فی قلوبھم مرض) یعنی ان کے دلوں میں نفاق اور دین اسلام سے نفرت اور مسلمانوں سے حسد اور عناد“۔ یہ مرض پہلے سے موجود تھے اب نزول قرآن اور ظہور شوکت اسلام اور ترقی ونصرت اہل اسلام کو دیکھ دیکھ کر ان کی وہ بیماری اور بڑھ گئی۔ (تفسیر عثمانی حاشیہ نمبر ۶ رجلد ۱ رصفحہ ۵۳ رالبقرہ ۱۰)

اس جھوٹ کہنے سے وہی اسلام کا جھوٹا دعویٰ (آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الآخِرِ) مراد ہے جو اوپر گزر چکا یعنی عذاب الیم حقیقت میں ان کے نفاق کی سزا ہے نہ مطلق جھوٹ بولنے کی ۔ (تفسیر عثمانی (تین جلدوں والی) ناشر دارالاشاعت کراچی: جلدا حاشیہ نمبر ۷ صفحہ ۵۳)

”تفسیر جمالین شرح جلالین“

جلالین کی اردو شرح جمالین میں ہے

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ کفر کے ذریعہ اور ایمان میں رکاوٹ ڈال کر زمین میں فساد برپا نہ کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں اور وہ جس طریقہ پر ہیں وہ فساد نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے اسکی تردید کرتے ہوئے فرمایا خبردار درحقیقت یہی لوگ مفسد ہیں ۔ (ترجمہ جلالین صفحہ ۶۷)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ لوگوں یعنی صحابہ نبی ﷺ کی طرح تم بھی ایمان لے آ ؤ تو جواب دیتے ہیں کہ کیا ہم بے وقوفوں یعنی جاہلوں کی طرح ایمان لے آئیں؟ یعنی ہم ایسا نہ کریں گے (اللہ تعالیٰ زوردار طریقے سے جواب یوں ارشاد فرماتا ہے) خبردار حقیقت میں تو یہ خود بے وقوف ہیں لیکن اس کو وہ سمجھتے نہیں ۔ ”ترجمہ جلالین“ صفحہ ۶۸

آج کے منافق یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ صحابہ کرام دولت ایمان سے محروم تھے جیسا کہ اہل تشیع کا یہی حال ہے اللہ تعالیٰ نے جدید وقدیم منافقوں کی تردید فرمائی ہے۔ (جمالین اردو شرح جلالین ج اص ۱۷۱ البقرہ رکوع ۲)

”تفسیر ابن کثیر مترجم اردو“

علامہ ابن کثیر کی تفسیر مترجم اردو سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں

ابن جریج فرماتے ہیں کہ منافق کا قول اس کے فعل کے خلاف، اس کا باطن ظاہر کے خلاف، اس کا آنا جانے کے خلاف، اس کی موجودگی عدم موجودگی کے خلاف ہوا کرتی ہے ۔

(ابن ابی) نے دیکھا کہ یوں کام نہیں چلے گا (چنانچہ) فوراً بظاہر اسلام قبول کر لینے اور بہ باطن کافر رہنے کی ٹھان لی اور جس قدر جماعت اس کے زیر اثر تھی سب کو یہی ہدایت کی ۔ اس طرح منافقین کی ایک جمعیت مدینہ میں اور مدینہ کے آس پاس قائم ہوگئی اِن منافقین میں بحمد اللہ مکی مہاجر ایک بھی نہ تھا۔

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں یہ منافق اوس وخزرج کے قبیلوں میں سے تھے اور یہودی بھی جوان کے طریقے پر تھے قبیلہ اوس وخزرج کے نفاق کا اِن آیات میں بیان ہے ابوالعالیہ، حسن، قتادہ اور سدی نے بھی یہی بیان کیا ہے۔۔

چونکہ حقیقت میں منافقین کا قول ان کے عقیدے کے مطابق نہ تھا اس لئے باوجود ان لوگوں کے شاندار اور تاکیدی الفاظ کے اللہ تعالیٰ نے انہیں جھٹلا دیا اور فرمایا "واللہ یشھدانھم لکاذبون" یعنی اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بالیقین منافق جھوٹے ہیں اور یہاں بھی فرمایا "وَمَا هُم بِمُؤْمِنِيْن"۔۔۔۔۔۔

باطن کے خلاف ظاہری الفاظ کہتے تھے اس لئے انہیں دھوکہ باز کہا گیا۔

قتادہ فرماتے ہیں منافقوں کی یہی علامت ہوتی ہے کہ زبان پر کچھ دل میں کچھ، عمل کچھ عقیدہ کچھ، صبح کچھ شام کچھ، کشتی کی طرح جو ہوا کے جھونکے سے کبھی ادھر جاتی ہے کبھی اُدھر۔(تفسیر ابن کثیر مترجم اردو جلد ا، صفحہ ۶۰۔۶۱)

"بعض منافقوں کو اچھی طرح جاننے کے باوجود پھر بھی قتل نہ کرنے کی وجہ"

حضورﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ لوگوں میں یہ چرچے ہوں کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کر ڈالتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جو اعرابی آس پاس ہیں انہیں یہ تو معلوم نہ ہوگا کہ ان منافقوں کے پوشیدہ کفر کی بنا پر انہیں قتل کیا گیا ان کی نظریں تو صرف ظاہرداری پر ہوں گی جب اُن میں یہ بات مشہور ہو جائے گی کہ حضورﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کر ڈالتے ہیں تو ڈر ہے کہ کہیں وہ اسلام قبول کرنے سے رُک نہ جائیں۔

بعض محققین نے کہا ہے کہ ان کے قتل نہ کئے جانے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ کے رسول کی موجودگی میں ان کی شرارتیں نہیں چل سکتی تھیں اللہ تعالی مسلمانوں کو وحی کے ذریعہ ان کی برائیوں سے محفوظ رکھ لیتا تھا لیکن حضور کے بعد اللہ نہ کرے ایسے لوگ ہوں کہ ان کا نفاق کھل جائے اور مسلمان بخوبی معلوم کرلیں تو قتل کر دئے جائیں گے امام مالک کا فتویٰ ہے کہ نفاق حضورﷺ کے زمانے میں تھا لیکن آج کل تو وہ بے دینی اور زندیقیت ہے۔(ایضا رصفحہ ۶۲)

(علامہ ابن کثیر نے امام مالک کا فتوی نقل کرنے کے بعد زندیق کے استتابہ پر بھی بحث کی ہے کہ زندیق کی توبہ قبول ہے یا نہیں، اہل علم کے اس بارے میں کیا ارشادات ہیں نیز منافق کو پہچاننے کا کیا طریقہ ہے؟ اس بارے میں بھی گفتگو فرمائی ہے کہ منافق کو اس کی نشانیوں اور علامات سے پہچانا جاسکتا ہے رملخص)

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لاَ تُفْسِدُواْ فِي الأَرْضِ کے تحت منافقین کوفساد کا بانی قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ ان کا فساد کفر اور معصیت الٰہی تھی، پھر حضرت سلمان فارسیؓ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ اس خصلت کے لوگ اب تک نہیں آئے مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں یہ بدخصلت لوگ تھے تو سہی لیکن اب جو آئیں گے وہ ان سے بھی بدتر ہوں گے۔ (ملخص/ایضا/صفحہ ۶۳)

قرآن کریم نے کفار سے موالات اور دوستی رکھنے کو بھی زمین میں فساد ہونے سے تعبیر کیا ہے۔ارشاد ہوتا ہے

وَالَّذينَ كَفَرُواْ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ إِلاَّ تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ (الانفال/۷۳) ”یعنی کفار آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اگر تم نے ایسا کیا یعنی ان کفار سے دوستی کی تو زمین میں بھاری فتنہ اور بڑا فساد پھیل جائے گا۔۔۔ چونکہ منافق کا ظاہر اچھا ہوتا ہے اس لئے مسلمانوں پر حقیقت پوشیدہ رہ جاتی ہے وہ ایمانداروں کو اپنی چکنی چپڑی باتوں سے دھوکہ دے دیتے ہیں اور ان کے بے حقیقت کلمات سے اور ان کی کفار سے پوشیدہ دوستیوں سے مسلمانوں کو خطرناک مصائب جھیلنے پڑتے ہیں پس یہ منافقین فساد کے بانی ہوئے اگر یہ اپنے کفر پر ہی رہتے تو ان کی خوفناک سازشوں اور گہری چالوں کا مسلمانوں کو اتنا نقصان ہرگز نہ پہنچتا۔۔۔ باوجود اس خطرناک پالیسی کے جب انہیں یکسوئی کی نصیحت کی جاتی تو جھوٹ بولتے کہ ہم تو صلح جو ہیں۔(ابن کثیر مترجم صفحہ ۶۳۔۶۴)

”تفسیر السعدی“

تفسیر السعدی میں اِن مذکورہ آیات کے تحت لکھا ہے

معلوم ہونا چاہیے کہ نفاق بھلائی کا اظہار کرنے اور باطن میں برائی چھپانے کا نام ہے (تفسیر السعدی ج ا۔ص ۷۹)

اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر میں اہل اسلام کو غلبے اور فتح ونصرت سے سرفراز فرمایا، پس مدینہ میں رہنے والے وہ لوگ جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا، ذلیل ٹھہرے۔ چنانچہ ان میں سے کچھ لوگوں نے خوف کی وجہ سے دھوکے کے ساتھ اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا۔ درآنحالیکہ وہ مسلمان نہیں تھے۔ اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم تھا کہ اس نے ان منافقین کے احوال واوصاف ان کے سامنے واضح کر دیئے جن کی بنا پر وہ پہچان لئے جاتے تھے تا کہ اہل ایمان ان سے دھوکہ نہ کھا سکیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اصل نفاق کو بیان کیا وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللّهِ وَبِالْيَوْمِ الآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ (البقرہ/۸) بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر حالانکہ وہ ایمان لانے

والے نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اپنی زبان سے ایسی بات کا اظہار کرتے ہیں جوان کے دلوں میں نہیں ہوتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ (البقرہ/۸) کہہ کرانہیں جھوٹا قرار دیا اس لئے کہ حقیقی ایمان وہ ہے جس پر دل وزبان متفق ہوں۔ان منافقین کا یہ اظہار ایمان تو اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان کو دھوکہ دینا ہے۔

(المخادعہ) دھوکہ یہ ہے کہ دھوکہ دینے والا شخص جس کو دھوکہ دیتا ہے اس کے سامنے زبان سے جو کچھ ظاہر کرتا ہے اس کے خلاف اپنے دل میں چھپاتا ہے تا کہ اس شخص سے اپنا مقصد حاصل کر سکے۔(تفسیر السعدی/اردو/ج ۱/۸۰)

فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ ۔۔۔۔قلب کو دو قسم کے امراض لاحق ہوتے ہیں جو اسے صحت واعتدال سے محروم کر دیتے ہیں۔

ا۔شبہات باطلہ کا مرض

۲۔ ہلاکت میں ڈالنے والی شہوت کا مرض

پس کفر ونفاق اور شکوک و بدعات یہ سب شبہات کے امراض ہیں۔

زنا،فواحش ومعاصی سے محبت اوران کا ارتکاب، یہ سب شہوات کے امراض ہیں۔(ایضا/۸۱)

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لاَ تُفْسِدُواْ فِي الأَرْضِ قَالُواْ إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ .أَلا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَـكِن لاَّ يَشْعُرُونَ (البقرہ/۱۱۔۱۲) ترجمہ''اور جب ان کو کہا جاتا ہے کہ تم زمین میں فساد مت پھیلاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں خبردار بے شک وہی لوگ فساد پھیلانے والے ہیں لیکن وہ اس کا شعور نہیں رکھتے''۔

جب ان منافقوں کو زمین میں فساد پھیلانے سے روکا جاتا ہے اور فساد سے مراد اعمال کفر اور معاصی ہیں نیز دشمن کے پاس اہل ایمان کے راز پہچانا اور کفار کے ساتھ دوستی رکھنا ہے۔تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرتے ہیں پس انہوں نے دو باتوں کو اکٹھا کر دیا۔

ا۔فساد فی الارض کا ارتکاب

۲۔اس بات کا اظہار کہ یہ فساد پھیلانا نہیں بلکہ اصلاح ہے

یوں گویا ایک تو حقائق کو بدل دیا (فساد کا نام اصلاح رکھا) دوسرے باطل اور اس کے حق ہونے کے اعتقاد کو جمع کر دیا یہ لوگ ان لوگوں سے زیادہ بڑے مجرم ہیں جو گناہ کو حرام سمجھتے ہوئے گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔فرمایا أَلا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ خبردار۔بے شک یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر، اللہ تعالیٰ کی آیات

سے روکنے، اللہ تعالیٰ اور اس کے اولیاء کو دھوکہ دینے سے بڑا کوئی فساد نہیں۔ کیا اس فساد کے بعد بھی کوئی اور فساد رہ جاتا ہے؟ (تفسیر السعدی/اردو/ج ۸۲/۱)

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُواْ كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُواْ أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاء أَلا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاء وَلَكِن لاَّ يَعْلَمُونَ (البقرہ/۱۳) یعنی جب منافقین سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جیسے لوگ ایمان لائے ہیں یعنی جیسے صحابہ کرامؓ ایمان لائے ہیں۔ تو یہ اپنے زعم باطل میں جواب دیتے ہیں کیا ہم ویسا ایمان لائیں جیسا بے وقوف لوگ ایمان لائے ہیں؟ ان کا بُرا ہو بے وقوف لوگوں سے ان کی مراد صحابہ کرامؓ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعوے کی تردید کرتے ہوئے خبر دی کہ درحقیقت وہی بے وقوف اور احمق ہیں۔ یہ صفت ان منافقین ہی پر منطبق ہوتی ہے۔

(تیسر الکریم الرحمان فی تفسیر کلام المنان المعروف تفسیر السعدی اردو از عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی ج ۱ ص ۷۹ تا ۸۳)

"تفسیر تیسر الرحمن"

وَمِنَ النَّاس ۔۔۔ حاشیہ/۱۶۔ اِن آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے انہی منافقین کی حالت اور ان کے اوصاف بیان کئے ہیں تاکہ مسلمان ان سے دھوکہ نہ کھائیں۔

وَمَا هُم بِمُؤْمِنِين ۔۔۔ حاشیہ/۱۷۔ اللہ تعالی نے ان کی تکذیب کی کہ یہ لوگ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔

يُخَادِعُونَ اللّه ۔۔۔ حاشیہ/۱۸۔ یہ تو درحقیقت اللہ اور اس کے مومن بندوں کو دھوکہ دینے کے لئے صرف زبان سے اسلام کا اظہار کررہے ہیں (تیسر الرحمٰن/۲۰)

وَلَهُم عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُون ۔۔۔ حاشیہ/۲۲۔ دردناک عذاب کا سبب ان کا کذب ونفاق ہے اس میں جھوٹ کی قباحت کی طرف اشارہ ہے اور اس طرف بھی کہ "ایمان باللہ" میں نفاق سے بڑھ کر کوئی جھوٹ نہیں۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لاَ تُفْسِدُواْ فِي الأَرْض ۔۔۔ حاشیہ/۲۳۔ جب منافقین سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ یعنی کفر و معاصی کا ارتکاب نہ کرو، کافروں کے ساتھ دوستی نہ کرو۔ مسلمانوں کے بھید ان کے دشمنوں کو نہ دو اور کافروں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر آگ نہ سلگاؤ۔ تو کہتے ہیں کہ دراصل ہم ہی تو اصلاح کرنے والے ہیں کہ مسلمانوں اور کافروں کے ساتھ مدارت سے کام لیتے ہیں اور ان کے درمیان اصلاح کرتے ہیں۔ مسلمان کیا اصلاح کریں گے؟ اس طرح انہوں نے قلب حقیقت سے کام لیا، زمین میں فساد پھیلایا اور ظاہر کیا کہ ان کا عمل فساد فی الارض نہیں بلکہ

اصلاح بین الناس ہے۔

أَلا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ ۔۔۔حاشیہ/۲۴۔اللہ تعالیٰ نے ان کے زعم باطل کی تردید کی کہ ان سے بڑھ کر فسادی کون ہوسکتا ہے اور اس سے بڑا فساد اور کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جائے،اس کے دین سے لوگوں کو روکا جائے، اللہ اور اس کے اولیاء کو دھوکہ دیا جائے اور اس کے دشمنوں سے دوستی کی جائے۔

إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۔۔۔حاشیہ/۲۵۔مرض نفاق میں مبتلا ہونے کے سبب حق و باطل کے درمیان تمیز کی حس بھی کھو چکے ہیں اس لئے زمین میں فساد پھیلانے کو اصلاح سمجھ رہے ہیں۔(تیسر الرحمٰن/۲۱)

قَالُواْ أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاء ۔۔۔حاشیہ/۲۷۔رسول اللہ ﷺ جب انہیں ایمان خالص کی دعوت دیتے تو وہ لوگ اپنی نجی محفلوں میں کہتے کہ کیا ہم ان بے وقوفوں کی طرح ایمان لے آئیں؟ صحابہ کرام کو سفیہ اور بے وقوف سمجھتے کہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئے،اپنا گھر بار چھوڑا اور کافروں سے دشمنی مول لی۔حالانکہ ان کے نزدیک عقل کا تقاضا اس کے برعکس تھا اس لئے صحابہ کرام کو کم عقلی اور بے وقوفی کی طرف منسوب کیا۔

وَإِذَا لَقُواْ الَّذِينَ آمَنُواْ قَالُواْ آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْاْ إِلَى شَيَاطِينِهِمْ قَالُواْ إِنَّا مَعَكْمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ۔۔۔ حاشیہ/۲۸۔اللہ تعالیٰ نے ان کا راز افشاء کیا کہ یہ لوگ مسلمانوں کے سامنے تو اسلام کا اظہار کرتے ہیں لیکن اپنی مجلسوں میں صحابہ کرام کے بارے میں اپنے گندے خیالات کا اظہار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا ہے کہ فی الواقع منافقین ہی کم عقل اور بے وقوف ہیں۔

وَإِذَا لَقُواْ الَّذِينَ آمَنُوا ۔۔۔حاشیہ/۲۹۔آیت نمبر ۸ میں منافقین کی زبانی ان کا عقیدہ اور مذہب بیان کیا گیا ہے اور یہاں ان کے کردار و گفتار میں تناقض اور تباین کو انہی کی زبانی بیان کیا گیا ہے کہ جب مسلمانوں کے ساتھ ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں تاکہ مسلم سوسائٹی کے منافع اور مصالح سے مستفید ہوں اور جب اپنے سرداروں کی مجلسوں میں جاتے ہیں تو انہیں یقین دلاتے ہیں کہ ہم آپ لوگوں کے ساتھ ہیں۔ہم تو یونہی مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔

(تیسر الرحمٰن لبیان القرآن/از محمد لقمان السّلفی ۲۰ تا ۲۲)

”کتاب اللہ کی مذکورہ آیات اورمفسرین کے ارشادات سے حاصل شدہ چند فوائد“

حضرات مفسرین نے سورۃ بقرہ کی درج بالا آیات کے تحت جوتحریرفرمایااس کے کچھ نمونے اردو کی چند تفاسیر سے نقل کرنے کے بعد حاصل شدہ کچھ فوائد وثمرات عرض کئے جاتے ہیں جن کا اجمالی خاکہ یہ ہے

ا۔سورۃ بقرہ کی درج بالا آیات نمبر۸ تا۲۰ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں

۲۔صرف اتنادعویٰ کردینا کہ میں مومن ہوں” آمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الآخِرِ “اس سے وہ مومن نہیں بن جاتا، بلکہ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو بہت زوردار الفاظ میں اپنے کومومن کہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کمال مبالغہ کے ساتھ ان کا رد کرتا ہے۔۔ وَمَا ھُم بِمُؤْمِنِیْن

۳۔کتاب ہدایت نےفتویٰ وَمَا ھُم بِمُؤْمِنِیْن کوایسا مبہم نہیں چھوڑا کہ جھوٹے لوگ تلبیس وتشکیک پیدا کرسکیں کہ اب کیا پتہ کون سے ایمان کا دعویٰ کرنے والے ہیں جن کواللہ تعالیٰ نے جھٹلایا ہے بلکہ علامات ونشانیوں کے ذریعے اس مسئلہ کوایسا روشن فرمایا کہ معمولی سی سوجھ بوجھ رکھنے والے کوبھی ایمان کے جھوٹے دعویداروں کو پہچاننے میں ذرا برابر شک وشبہ نہیں رہ سکتا چنانچہ ان کی پہلی علامت ونشانی یہ ارشادفرمائی کہ وہ تمام ایمانیات کو ماننے کی بجائے بعض کو مانتے اوربعض کاانکارکرتے ہیں پھر جن بعض ایمانیات کو مانتے ہیں اُن کودلیل بنا کراپنے مومن ہونے کاراگ الاپتے ہیں۔ جیسے” آمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الآخِرِ“ ان دوایمانیات کی بناپرخودکومؤمن قراردیا۔

۴۔اسرار الشر و اظھار خلافه ،یعنی بُرائی کفروشرک کوچھپا کراس کے برعکس ایمان ودین داری ظاہرکرکے دھوکہ دینا،اُن جھوٹے مدعیان ایمان کی دوسری علامت اور پہچاننے کی دوسری نشانی ہے۔ یُخَادِعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِیْنَ آمَنُوا

۵۔اُن وَمَا ھُم بِمُؤْمِنِیْن کی تیسری علامت دین میں تشکیک،وریب پیدا کرنااورنفاق کا مرض ہے۔فِیْ قُلُوبِھِم مَّرَض

٦۔وہ اپنے آپ کومومن کہنے والے جن کواللہ تعالیٰ مومن نہیں مانتا بلکہ ان کے دعویٰ مومن کو پوری شدت کے ساتھ جھٹلاتاہےایسے چھپے ہلاکوؤں کی چوتھی مابہ الامتیازخصلت تقیہ ہے۔بِمَا کَانُوا یَکْذِبُونَ

۷۔ مذکورہ جھوٹے مومنوں کو پہچاننے کی پانچویں علامت، خصلت اور نشانی انکا زمینِ خدا پر فساد پھیلانا ہے۔لاَ تُفْسِدُوا فِی الأَرْض

۸۔اللہ تعالیٰ نے اِن مذکورہ لوگوں کی چھٹی پہچان یہ ارشاد فرمائی ہے کہ وہ انقلاب حقیقت میں کامل مہارت رکھتے ہیں یعنی جو چیز عین فساد ہے بلکل اسی چیز کو یہ لوگ اصلاح کا نام دیتے ہیں۔إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ

۹۔ساتواں مابہ الامتیاز وصف، جوان جھوٹے مدعیانِ ''مومن'' کواہل ایمان سے واضح طور پر الگ اور جدا کر دیتا ہے وہ ان کا امتیازی وصف ''تبرا'' ہے۔ أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاء۔ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ

۱۰۔آٹھویں خصلت ان کا دوغلہ پن اور کفار کے ساتھ نا قابل تسخیر وہ دینی رشتہ ہے جس کا اظہار کھلے بندوں حرام اور خلوت وتنہائی میں پوری آب تاب اورزورومبالغہ کے ساتھ کرتے تھے۔وَإِذَا خَلَوْاْ إِلَى شَيَاطِينِهِمْ قَالُواْ إِنَّا مَعَكُم۔

۱۱۔نویں عادت اوران کا کارخیر ہدایت کے بدلے گمراہی کا خریدنا سچ کے عوض تقیہ کا ہار پرونا حلال وطیب کے عوض حرام ومتعہ کے نام سے زناکاری کوفروغ دینا ہے۔ اشْتَرُوُاْ الضَّلاَلَةَ بِالْهُدَى۔

۱۲۔ان کی دسویں علامت اور مشاہداتی خصلت یہ ہے کہ ہزار ہا روشن دلائل مضبوط ترین اور واضح براھین پیش کردیں تب بھی وہ ہدایت کی نعمت سے متنفر اور راہِ حق سے مفرہی رہیں گے۔صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لاَ يَرْجِعُونَ۔

سورۃ بقرہ کے دوسرے رکوع میں جو واضح اور کھلے ہوئے عام فہم فوائد موجود ہیں اُن میں سے چندایک فوائد ۱۲ نمبرات پر مشتمل ذکر کیے ہیں جن کی مختصر وضاحت ابواب کے تحت آپ آگے ملاحظہ فرمائیں گے۔

باب ۱

”بالاتفاق یہ آیات منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ھیں“

فصل ا۔شان نزول

اس بارے میں ارباب علم کوئی دورائے نہیں رکھتے بلا تفاق یہ آیات منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں ”المنافقين من الاوس وا لخزرج و من كان على امرهم“ یعنی یہ آیات اوس وخزرج قبیلہ کے منافقین اور جوان کے اسی منافقانہ طرز پر تھے،ان کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔(تفسیر طبری، جامع البیان تحت البقرہ۸/ج ۱/۲۶۹)۔(تفسیر ابن ابی حاتم /البقرہ/۸/ج ۴۲/۱)۔(ابن کثیر/البقرہ/۸/ج ۱۷۷/۱)۔(الدرالمنثور/البقرہ/۸/ج ۱/۴۳/۷)۔(الصحیح المسبور من تفسیر بالماثور/البقرہ/۸/ج ۱/۱۰۷)

حضرت قتادہ سے اِن آیات کی تفسیر کے بارے میں منقول ہے

قال هذه فى المنافقين یعنی یہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔(طبری/ج۱/۲۶۹)۔(تفسیر ابن ابی حاتم /ج۱/۵۰)۔(درمنثور/ج۱/۴۷)۔(الصحیح المسبور/ج۱/۱۰۸۔۱۱۲)

ابن نجیح مجاہد سے نقل کرتے ہیں

قال هذه الايته الى ثلاث عشرة فى نعت المنافقين امام مجاہد نے فرمایا اس آیت (و من الناس) سے آگے کی تیرہ آیات منافقین کے اوصاف کے بیان میں نازل ہوئی ہیں۔(طبری تحت البقرہ/۸/ج ۱/۲۶۹)

ربیع بن انس ابوالعالیہ سے مذکورہ آیت کی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں

قال هولاء المنافقون، قال ابو محمد و كذالك فسره الحسن و قتاده و السدى فرمایا یہ منافقین کے بارے میں اتری ہیں ابو محمد کا قول ہے کہ حسن،قتادہ،سدی نے بھی یہی تفسیر بیان کی ہے۔(تفسیر ابن ابی حاتم /البقرہ/ج ۱/۴۲)

علامہ ابن جریر طبری بطور خلاصہ کے نقل فرماتے ہیں

اجمع جميع اهل التاويل على ان هذه الايته نزلت فى قوم من اهل النفاق و ان هذه الصفته صفتهم کہ تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت منافق قوم کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس آیت میں جو وصف بیان ہوا وہ منافقین کا ہی وصف ہے۔(جامع البیان فی تاویل القرآن لمحمد بن الجریر ابو جعفر الطبری/البقرہ/۸/۱/۲۶۸)

فصل ۲۔ منافق کس کو کہتے ہیں؟

منافق کی تعریف کے بارے میں اہل علم کے بیان پیش خدمت ہیں، لیکن سب سے پہلے رب ذوالجلال کا پاک کلام ملاحظہ فرمائیں

منافق کی تعریف قرآن پاک میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کی گئی ہے

"يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِم" (ترجمہ) وہ اپنے منہ سے ایسی بات بولتے ہیں جوان کے دلوں میں نہیں۔ (آل عمران ر۱۶۷)

"يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِم" (ترجمہ) وہ اپنی زبانوں سے ایسی بات کہتے ہیں جوان کے دلوں میں نہیں۔ (الفتح ر۱۱)

منافق کی تعریف میں اہل علم فرماتے ہیں

"**فالمنافقون الذين يظهرون الايمان و يبطنون الكفر**" منافق وہ ہیں جو ایمان کو ظاہر کرتے ہیں اور کفر کو چھپاتے ہیں۔

(تفسیر ابن عطیہ المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز رسورۃ نساء ر۱۴۴ تا ۱۴۷ رج ۲ ر۱۲۸)۔ (البحر المحیط راحزاب ر۳۳ تا ۳۷ رج ۸ ر۴۵۰)۔ (ابن کثیر راحزاب ر۶۰ رج ۲ ر۴۸۲)۔ (نظم الدرر فی تناسب الایات والسور رالنساء ر۱۴۰ رج ۵ ر۴۳۹)۔ (فتح القدیر رالبقرہ ر۲۰۴ تا ۲۰۷ رج ۱ ر۲۳۸)۔ (تفسیر المنار رالنساء ر۱۴۱ رج ۵ ر۳۷۹)۔ (تفسیر المراغی رالنساء ر۱۴۱ رج ۵ ر۱۸۵)۔ (تفسیر الشعراوی رالنساء ر۸۸ رج ۴ ر۲۵۱۵)۔ (ایسر التفاسیر للجزائری راحزاب ر ج ۴ ر۲۳۹)۔ (التفسیر المیسر رالنساء ر۶۱ رج ۱ ر۸۸+۱۰۰)۔ (صفوۃ التفاسیر رالبقرہ ر۸ رج ۱ ر۲۸ + ج ۲ ر۴۹۴ تا ۶۹۶)۔ (التفسیر المنیر للزحیلی راحزاب ر۶۰ رج ۲۲ ر۱۱۲)۔ (التفسیر الوسیط راحزاب ر۴۵ تا ۴۹ رج ۳ ر۲۰۷۸)۔ (فتح البیان رالبقرہ ر۲۰۴ رج ۱ ر۴۱۵ + ج ۹ ر۲۴۶)۔ (ایسر التفاسیر لاسعد حومد راحزاب ر۶۰ ر۳۴۷۴)۔

علامہ ابوالفدا اسماعیل بن عمر بن کثیر المعروف علامہ ابن کثیر نفاق کی تعریف یوں فرماتے ہیں

"**النفاق: هو اظهار الخير و اسرار الشر**" نفاق، وہ خیر کا ظاہر کرنا اور شر کو چھپانا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر رالبقرہ ر۸ رج ۱ ر۱۷۶)

الشیخ فیصل بن عبدالعزیز بن فیصل نے اپنی تفسیر توفیق الرحمٰن فی دورس القرآن میں اور شیخ محمد علی الصابونی نے اپنی تفسیر

صفوۃ التفاسیر میں سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۸ کے تحت نفاق کی یہی تعریف نقل فرمائی ہے۔

تفسیر بغوی میں ہے

"النفاق فھو ان یقر اللسان و لا یعتقد بالقلب" نفاق کی تعریف یہ ہے کہ منافق زبان سے (ایمان کا) اقرار کرتا ہے اور دل میں اس کا اعتقاد نہیں رکھتا۔ (بغوی ربقرہ ر۸رج ۱ر۸۶)۔ (السراج المنیر ربقرہ ر۸رج ۱ر۲۰) الکلمات البینات فی قولہ تعالیٰ و بشر الذین امنوا و عملوا الصالحات ر مقدمہ فی مناسبتہ ھذہِ الایہ ر۱ر۵۵

علامہ السعدی فرماتے ہیں

"ان النفاق ھو اظھار الخیر و ابطان الشر" بے شک نفاق وہ خیر کا اظہار کرنا اور شر کا (دل میں) چھپانا ہے۔
(تفسیر السعدی، تیسیر الکریم الرحمان رعربی رالبقرہ ر۸ر۱ر۴۲+۴۴)

علامہ ابن جریر فرماتے ہیں

"یظھرون لک الایمان و لیس فی قلوبھم" وہ آپ کے سامنے ایمان ظاہر کرتے ہیں اور (ایمان) ان کے دل میں نہیں ہوتا۔ (طبری رتحت آل عمران ر۱۶۶)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں

"ای اظھروا الایمان و اضمروا الکفر" یعنی وہ ایمان کو ظاہر کرتے ہیں اور کفر کو چھپاتے ہیں۔ (قرطبی رج ۴ر ص ۲۶۷ تحت آل عمران ر۱۶۶)

تفسیر التسہیل میں ہے

"کانوا یقولون بالسنتھم ما لیس فی قلوبھم" وہ اپنی زبانوں سے ایسی بات کہتے جو ان کے دلوں میں نہ تھی۔ (التسہیل رص ۲۳۹۳ رتحت المنافقون ر۱)

فصل ۳۔ منافقین کی دور اسلام میں ابتدا

فتح بدر کے بعد اللہ جل شانہ نے اسلام کو واضح غلبہ عطاء فرمادیا تو مدینہ منورہ میں قیام پذیر کفار کے لئے اپنے کفر کو بچانا مشکل ہو گیا تب اِن کمال کے مکاروں نے نظریہ ضرورت کے تحت فلسفہ منافقت کو متعارف کروایا جس کے تحت ایک طرف اپنا اصلی عقیدہ چھپا کر وہ کچھ زبان سے بولتے تھے جو اُن کے دلوں میں نہیں ہوتا تھا، اس سے گویا انہوں نے اپنا

اصلی عقیدہ بچا کر رکھ لیا اور اپنے باپ دادے والے دین کو چھوڑنے کی تکلیف سے بچ گئے تو دوسری طرف اپنے اس اصلی عقیدہ کی قابل قدر اور ناقابل تسخیر خدمت کا موقعہ بھی حاصل کر لیا جس کے تحت وہ اپنے ہم مذہب لوگوں کے لئے انٹیلی جنس خدمات یعنی جاسوسی کرنے کے قابل ہو گئے۔

پس ہجرت مدینہ کے بعد انسانوں کی دوئی تقسیم (یعنی کافر و مسلم) کے علاوہ یہ تیسری جنس بھی پیدا ہو گئی۔

علامہ ابن کثیر کی تفسیر میں گزر چکا ہے کہ یہ تیسری جنس مدینہ منورہ میں پیدا ہوئی۔

"لان مكته لم يكن فيها نفاق" بے شک مکہ میں نفاق (کا مرض) نہیں تھا (ابن کثیر/البقرہ/۸/۱/ ۱۷۶)۔ (محاسن التاویل، تفسیر القاسمی/البقرہ/۸/۱/۲۴۸)

یہی وجہ ہے کہ منافقین کا تذکرہ ان سورتوں میں پایا جاتا ہے جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں ہیں۔

"ان صفات المنافقين انما نزلت فى السور المدينه" یعنی منافقین کی صفات مدنی سورتوں میں نازل ہوئی ہیں۔ (محاسن التاویل، تفسیر القاسمی/البقرہ/۸/۱/۲۴۸)

انما نزلت صفات المنافقين فى السور المدينه بے شک منافقین کی صفات ان سورتوں میں نازل ہوئیں جو مدنی ہیں۔ (ابن کثیر/البقرہ/۸/۱/۱۷۶)۔ (صفوۃ التفاسیر/البقرہ/۸/۱/۲۹)

فصل ۴۔ صحرائے کفر میں اس صنف ثالب کا مقام و مرتبہ

ارباب علم نے منافقین کی صحرائے کفر میں بلند پرواز پر کیا کچھ بیان فرمایا ہے یہ تو ایک تفصیل طلب بحث ہے جس کا مفصل تذکرہ کسی دوسرے مقام پر ہو گا اجمالاً صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اللہ جل شانہ نے اول کی ۵ آیات میں اہل ایمان کے اوصاف اور جزائے خیر کو بیان فرمایا پھر ۲ آیات میں ایسے کفار کا تذکرہ فرمایا جو کھل کر اسلام کے مقابلے میں آئے تھے اعلانیہ کفر کے علاہ اللہ کے آخری نبی پر جو ظلم کے پہاڑ انہوں نے توڑے تھے وہ کوئی مخفی چیز نہیں بدر واحد سمیت ۲۷ جنگیں تو وہ ہیں جن میں حضرت نبی کریم ﷺ بنفس نفیس موجود تھے جب کفار اللہ کے آخری نبی کے خلاف تلواریں لے کر میدان میں کود گئے تھے صحابہ کرام کے خلاف ان کے معرکے اس کے علاوہ ہیں پھر سرزمین مکہ میں جو رحمت عالم ﷺ پر ظلم کے پہاڑ توڑے کہ راستے میں کانٹے بچھائے اوپر کوڑا کرکٹ ڈالا عین حالت نماز میں اونٹ کی اوجڑی گردن پر لا کر اس وقت ڈال دی جب کہ آپ حرم پاک میں اپنے رب کے حضور سجدہ ریز تھے آپ ﷺ کی

بیٹیوں کو طلاق دینے اور شاعر مجنون و دیوانہ کہنے جیسے بے شمار مظالم اظہر من الشمس ہیں مگر ان کا تعارف صرف ۲ آیات میں کروایا لیکن جب زیر عنوان صنف ثالث کا تذکرہ ہوا تو پھر ایک دو نہیں پوری ۱۳ آیات اور وہ بھی ذم و زجر، عذاب و عقاب کی اخبار سے لبریز ارشاد فرمائی گئیں حالانکہ کھلے میدان میں لڑنے اور اعلانیہ کفر کا ارتکاب کرنے کی ان کو کبھی ہمت ہی نہیں ہوئی کیا رب کریم کا یہی انداز بیان ہی اِس حقیقت کے انکشاف کی کافی دلیل نہیں کہ دھوکہ، فریب، مکاری، عیاری، شاطرانہ حرکات اور کفار کے لئے جاسوسی جیسے بدترین کرداران کے کفر کو اتنا وزن دار اور بدترین بنا چکے ہیں کہ اللہ جل شانہ ان کے رزائل و خطرات سے امت اسلام کو آگاہ کرنے لگے تو پوری بلاغت کے ساتھ ان کے ضرر، غلظت، فریب کاری و تقیہ بازی کا پردہ چاک کرنے کے لئے کامل رکوع نازل فرمایا قرآن پاک کا یہ انداز بیان امت اسلام کے لئے سبق ہے کہ کھل کر کفر کا ارتکاب اور دشمنی و عداوت رکھنے والے کا کفر منافق کے مقابلے میں اتنا ہی ٹھگنا اور چھوٹا ہے جتنا کہ اللہ جل شانہ کا کھلے کافروں کے لئے بیان اور کفر کے چھپے ہلاکوؤں کیلئے نزول کلام، کہ کافروں کا تعارف صرف ۲ آیات میں جبکہ منافقوں کی بات چلی تو پوری ۱۳ آیات کا رکوع نازل فرمایا۔

عالم مشاہدہ میں مختلف دشمنوں کی عداوت و ضرر کے درمیان واضح فرق صاف نظر آ رہا ہو کہ یہود و ہنود بھی بہت سخت دشمن اسلام اور بدترین عدو ہیں مگر ان یہود و دیگر کفار کے لئے جاسوسی کرنے والے ان سے بہت زیادہ ضرر رساں اور سخت درجے کے دشمن اِسلام ہیں تب بھی ممکن ہے کہ تجزیہ کرنے میں کہیں کمی بیشی ہو جائے کہ انسانی مشاہدہ یا تجزیہ کوئی حرف آخر اور وحی جیسا امر قطعی نہیں مگر جب وحی اُس مشاہدہ کی نہ صرف تائید کر رہی ہو بلکہ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ (آل عمران/۱۱۸) اور وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ (آل عمران/۱۱۹) اور اس جیسے متعدد ارشادات سے ایسے جاسوسوں کا عداوت میں، اغلظ، اشد، ابغض، اشر، اعظم اور اخطر ہونا بیان فرما دے تب پھر اِن چھپے ہلاکوؤں کی عداوت اسلام اور سخت درجہ کی دین حق سے دشمنی کا جو کامل یقین اور پختہ اعتقاد اہل ایمان کے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ کسی بھی بندہ مومن پر مخفی نہیں، ارباب علم نے اسی قرآنی سبق کو دھرایا اور اپنی اپنی تفاسیر میں امت اسلام کو بتایا کہ

''ان النفاق اخطر من الکفر الصریح '' بے شک نفاق صاف کفر سے بہت زیادہ خطرناک ہے۔(التفسیر الواضح /التوبہ/ج ۱/۹۰۳)

''ابطان الکفر مع اظہار الایمان اعظم من الکفر الصریح'' ایمان کو ظاہر کرنا اور کفر کو دل میں چھپانا کفر

صریح سے بہت بھاری (جرم) ہے۔(التحریر والتنویر/التوبہ/ج ۲۸/۲۳۷)

"(وعد الله المنافقين....)واما تاخر ذكر الكفار عن المنافقين فهو دليل على انهم شر من الكفار" آخرت کی سزا بیان کرتے ہوئے سورۃ توبہ کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار کے ساتھ جہنم کی آگ کا وعدہ کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ کیلئے رہیں گے، اس آیت کے تحت علامہ زحیلی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے کفار کی سزا کا ذکر منافقین کی سزا کے بعد کیا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ منافقین کفار سے زیادہ بدتر ہیں۔(المنیر للزحیلی/التوبہ/ج ۱۰/۲۹۲)

"(ان المنافقين في الدرك الاسفل)اى فى طبقته السفلى من جهنم وهى سبع طبقات و فى ذالك دليل على انهم شر من الكفار" سورۃ نساء کی آیت "ان المنافقين" کے ضمن میں علامہ ابن جزی فرماتے ہیں کہ جہنم کے سات طبقات ہیں اور منافقوں کو ان سات طبقات میں سب سے نیچے والے طبقہ میں ڈالا جائے گا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ منافق کفار سے کہیں زیادہ بدتر ہیں۔(تفسیر ابن جزی، التسہیل لعلوم التنزیل/النساء/۵۰تا۵۶/ج ۱/۲۱۴)

"انهم شر من الكفار" وہ (منافقین) کفار سے زیادہ بدتر ہیں۔(تفسیر القرآن الکریم لمحمد بن احمد اسماعیل المقدم/درس نمبر ۷۶/۲)

"اعظم من الكفر" (نفاق) کفر سے زیادہ (بھاری) برا ہے۔(تفسیر رازی/البقرہ/۱۷/ج ۲/۳۱۳)

"ان الكافر و اظهر و المنافق كافر و ستر، فكان ستره لكفره كفر ا آخر.... فكان اعظم من الكفر الصريح" کافر نے اپنے کفر کو ظاہر کر دیا اور منافق کافر بھی ہے اور (ساتر) کفر کو چھپانے والا بھی ہے پس اس کا ایک کفر اپنے کفر کو چھپانا دوسرا کفر ہے۔۔۔۔پس یہ کفر صریح سے بہت بڑا کفر ہوا۔(البحر المدید لابو العباس احمد بن محمد/النساء/۱۴۸۔۱۴۹/۱/۵۸۲)

"لان ابطان الكفر مع اظهار الايمان اعظم من الكفر الصريح" کفر کو چھپانا ایمان ظاہر کرنے کے ساتھ یہ کفر صریح سے بڑا کفر ہے۔(التفسیر الوسیط/منافقون/۱/۱۴/۴۰۲)

"ان النفاق اخطر من الكفر الصريح" بے شک نفاق کفر صریح سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔(التفسیر الواضح للحجازی محمد محمود/المنافقون/ج ۱/۹۰۳) ۔ (المنیر للزحیلی/المنافقون/۷/ج ۱۰/۲۹۶)

”شر من العدو الظاهر“ (منافق) ظاہری دشمن سے زیادہ بدتر ہے۔(تفسیر شعراوی /التوبہ ۶۸/ باب ۶۸/ج ۹ /۵۲۶۹)

”فانھم الکاملون فی العداوۃ بالنسبتہ الی غیرھم“ بے شک منافق دوسرے کافروں کے مقابلے میں دشمنی میں کمال رکھتے ہیں۔(رازی/منافقون ۴تا ۶/ ۳۰/ ۵۷۴)

”ھم العدو ای الکاملون فی العداوۃ“ وہ دشمن ہیں یعنی دشمنی میں کامل ہیں۔(تفسیر زمخشری /منافقون ۴/ج ۴ /۴۵۱)۔(تفسیر النیسابوری غرائب القرآن /ج ۴/ ۳۰۵)۔(تفسیر ابی سعود، ارشاد العقل السلیم /۸/ ۲۵۲)۔(روح البیان /۹/ ۵۳۴)۔(البحر المدید /۷/ ۴۹)۔(مظہری /۹/ ۳۰۸)۔(فتح القدیر /۵/ ۲۷۶)۔(مراح لبید /۲/ ۵۳۰)۔(تفسیر الوسیط لطنطاوی /۱۴/ ۴۰۴)۔(صفوۃ التفاسیر /۳/ ۳۶۴)۔(تفسیر الواضح /۳/ ۶۸۰)۔(تفسیر المنیر /۲۷/ ۲۲۰)۔(فتح البیان فی مقاصد القرآن /۱۴/ ۱۴۸)

”وھم فی ھذا اجرموا بجرمین کبیرین: الحف بایمان الکاذبتہ و الصدعن الدخول فی الاسلام..... فکانوا اقبع الناس...“ اور وہ (ان جھوٹی قسموں کے اٹھانے کی وجہ سے) دو بڑے بڑے بھاری جرائم کے مرتکب ہیں ایک تو جھوٹی قسمیں اٹھانا، دوسرا لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکنا۔۔۔پس یہ لوگوں میں سب سے زیادہ (قبیح) بدتر ہیں۔(التفسیر الوسیط للزحیلی /منافقون /۱/ ۶/ج ۳ /۲۶۶۳)

”واما المنافق فانہ عدو صعب لانہ یغشانا فلا نامنہ“ بہر حال منافق: تو بے شک وہ مشکل دشمن ہے کیونکہ وہ ہماری آنکھوں سے چھپا ہوا ہے ہم اس سے امن میں نہیں رہ سکتے (تفسیر الشعراوی /التوبہ /۷۳/ج ۹ /۵۳۳۱)

”وما ذاک الا لشدۃ عداوتھم و بغضھم لکم“ منافق کے پاس تیرے لئے سخت دشمنی اور بغض کے سوا اور کچھ نہیں (ابن کثیر /النساء /۸۸ تا ۹۱/ ۲/ ۳۲۸)

وھم اخبث الکفرہ و ابغضھم الی اللہ وہ کفر کی خبیث ترین حالت پر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہیں (بیضاوی /بقرہ /۸/ ۱/ ۴۳)۔(نسفی /۱/ ۴۷)۔(البحر المدید /۱/ ۷۸)۔(تفسیر المراغی /۱/ ۴۸)۔(صفوۃ التفاسیر /۱/ ۲۹)۔(نواہد الافکار وشواہد الافکار /۱/ ۳۵۷)

باب ۲

’’کیا ہر وہ شخص مؤمن ہے جو مؤمن ہونے کا دعویٰ کرے؟‘‘

زیرِ درس آیات میں جو پہلی بات ارشاد فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ’’ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الآخِرِ (ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر) (البقرہ/۸)‘‘ تو کہتے ہیں مگر ’’ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ (البقرہ/۸) ’’وہ مؤمن نہیں ہیں اِس قرآنی ارشاد سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہو رہی ہے کہ اپنے آپ کو مؤمن کہنے والا ہر شخص مؤمن نہیں بلکہ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو محض دھوکہ دینے اور اپنے کفریہ مقاصد پورے کرنے کی غرض سے اپنے مؤمن ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں، چونکہ ان کے اِس جھوٹے اور فریب کاری پر مبنی دعوے کے پسِ پردہ جو عزائم و مقاصد تھے وہ انتہائی خطرناک، زہر آلود اور امت اسلام کی تخریب و تنقیص پر مبنی تھے اور اِس اپنے جھوٹے مؤمنانہ دعوے کے ذریعے امت اسلام کا شیرازہ بکھیرنا اور اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کر دینا چاہتے تھے لہٰذا اللہ جل شانہ نے اُن کے مؤمن ہونے کی ایسی زوردار تردید و تکذیب فرمائی کہ ان کی مؤمنیت کا دعویٰ ان کے لئے رسوائی کا طوق اور ذلت کا نشان بن گیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان کے اس مؤمن ہونے کے جھوٹے دعویٰ کے پسِ پردہ جو بدتر عزائم تھے اُن پر پڑے ہوئے دھوکے، فریب اور تقیہ کے پردوں کو تار تار کر دیا ایک ایک کر کے ان کی عادات بد سے امت اسلام کو ایسے خبردار فرما دیا کہ یہ چھپے ہلاکو باوجود سازشی دماغ کی زور آوری کے بلکل ننگے ہو کر رہ گئے پس سورۃ بقرہ کی اس آیت نمبر ۸ سے یہ بات صاف طور پر کھل گئی کہ اپنے آپ کو مؤمن کہنے والے کا دعویٰ بغیر دلیل کے سچا نہیں ہو سکتا بلکہ بعض ایسے لوگ بہر حال موجود ہیں جو اپنے آپ کو تو بڑے زوردار طریقے سے مؤمن کہتے ہیں مگر اللہ جل شانہ نہ صرف یہ کہ اُن کو مؤمن نہیں مانتا بلکہ اُن کو اُن کافروں سے بھی بدتر قرار دیتا ہے جو کھل کر اسلام کے مقابلے میں میدان کارزار کے اندر نکلے اور رزم گاہوں کو گرم کیا، نیز واضح فرمایا کہ کھل کر اسلام سے ٹکرانے والے کافروں کے لئے تو عذاب عظیم ہے مگر ’’ آمَنَّا بِاللّٰهِ‘‘ کہہ کر اپنے لئے مؤمن مؤمن کی رٹ لگانے والوں کو عذاب عظیم کے ساتھ عذاب الیم کا اضافی اور سخت تر عذاب بھی دیا جائے گا۔

فصل ا۔ اسلام ایک جامع مانع دین ہے

جاننا چاہیے کہ جس طرح کسی شے کی مکمل تعریف وہ ہوتی ہے جو جامع بھی ہو اور مانع بھی، یعنی جس چیز کی تعریف کی جا

رہی ہے اس کے لئے تعریف کے ایسے الفاظ لائیں جائیں جس کے تحت اُس شے کے تمام افراد اِس تعریف میں پوری طرح سما جائیں یہ اس تعریف کا ''جامع'' ہونا ہے کہ اپنے تمام افراد کو اپنے تحت جمع کرنے والی ہے، ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس شے کی تعریف میں کوئی اس کا غیر ہرگز شامل نہ ہو سکے یہ اس تعریف کا ''مانع'' ہونا ہے کیونکہ یہ **دخول عن الغیر** سے مانع ہے، جیسے انسان کی تعریف کرتے ہوئے ارباب منطق ''حیوان ناطق'' کا جملہ استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ناطق انسان کے لئے ایسی فصل ہے جو انسان کے لئے جامع ہے کہ انسان کا کوئی فرد بالقوہ اس سے خارج نہیں ہوتا بلکہ لفظ ناطق نے جنس ''انسان'' کے تمام افراد کو اپنے تحت جمع کر لیا ہے ایسے ہی کسی دوسری جنس کا کوئی فرد ''ناطق'' کی چھتری استعمال نہیں کر سکتا، گائے، بکری، بھینس وغیرہ تمام حیوان کو اس ناطق نے ایسا خارج کیا کہ کوئی حیوان ''ناطق'' کے سائے میں جگہ نہیں پا سکتا تو یہ گویا کہ حیوان کی تمام باقی اجناس اور غیر کے لئے مانع بھی ہے پس یہ تعریف اس فن والوں کے نزدیک گویا مکمل تعریف ہے اگر کسی شے کی تعریف ''جامع، مانع'' جیسی اِن بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے تو وہ تعریف ناقص اور ناقابل قبول قرار پاتی ہے، کسی شے کی تعریف کے بارے میں ہماری اس گزارش کا مقصد یہ عرض کرنا ہے کہ جیسے تعریف کا جامع و مانع ہونا ضروری ہے تاکہ وہ اپنے تمام افراد کو اپنے سایہ تلے جگہ دے سکے ساتھ ہی غیر کو اِس جنس میں داخل ہونے سے پوری طرح روک سکے، تو وہ دین حق جسے اللہ تعالی نے صرف کامل ہی نہیں بنایا بلکہ صفت اکمل کے عالی شان امتیازی وصف سے نوازا ہے اُس اکمل دین میں یہ بات کیسے باور کی جا سکتی ہے کہ وہ ''**دخول عن الغیر**'' سے مانع نہیں ہوگا کہ جس کے داخلی حصے میں کوئی ایسا فرد شامل و شریک ہو سکے گا جو اِس جنس کا فرد نہیں بلکہ غیر جنس کا فرد ہے؟

نہیں بلکہ یہ اکمل دین اور نعمت خدا اپنے ماننے والوں کی جو جنس ہے یعنی ''اہل ایمان'' اُن کے لئے تو جامع ہے کہ جنس ''مؤمن'' کا کوئی فرد بھی اِس نعمت خداوندی سے خارج نہیں بلکہ اپنے تمام افراد کو جامع ہے ساتھ ہی محض مؤمن مؤمن کی رٹ لگانے والے کسی ایسے فرد کو یہ اکمل دین اپنے داخلی گھر میں جگہ ہرگز نہیں دیتا جو جنس ''مؤمن'' کا فرد نہیں بلکہ وہ محض اپنے کفریہ مقاصد کو پورا کرنے اور امت اسلام کی جاسوسی کرنے کی غرض سے اپنے کو مؤمن کہتا ہے ایسے کسی جنس غیر کو یہ اکمل دین قبول نہیں کرتا کیونکہ **وما هم بمؤمنين** وہ مومن نہیں ہیں۔

”دین اعتدال اور اس کی خوبی“

ہماری گذشتہ عرض میں تعریف، جامع، مانع وغیرہ جیسی خالص طالب علمانہ اصطلاحات تھی جوامت اسلام کے عوام کے لئے سمجھنا قدرے دشوار تھی اِس لئے ایسے حضرات کی خدمت میں سادہ لفظوں میں عرض کیا جاتا ہے کہ جیسے عام سادہ الفاظ میں یہ مثال بولی جاتی ہے کہ نہ اتنے سخت بنو کہ توڑ دیے جاؤ نہ اتنے نرم بنو کہ نچوڑ لئے جاؤ، جس کا مطلب یہ ہے کہ سمجھدار آدمی کو نرمی وسختی میں اعتدال کا راستہ اختیار کرنا چاہیے اِس طرح وہ ایک خوبصورت اور کامیاب زندگی بسر کر سکتا ہے۔ لہٰذا دین میں ایسی سختی کہ کسی مسلمان کا عقیدہ درست ہونے کے باوجود اس کو ترک اعمال صالحہ یا چھوٹے بڑے گناہوں کے باعث کافر بنانے کی مشین لگا لینا دین میں ممنوع ہے، کہ جو اچھا نہ لگے یا جس مسلمان میں کوئی کمی کوتاہی دیکھے تو اس پر فورا کفر کا فتوی لگا دے کیونکہ یہ ایسا ہی سخت بننے والی بات ہے جس میں توڑ دیئے جاؤ گے، جبکہ کوئی قادیانی ہو زندیق ہو یا قوم نوح کی طرح اللہ کے ۵ محبوبوں کو اللہ کی جگہ بٹھانے والا ۵ تنی گروہ: پس محض اس کے اپنے آپ کو مسلمان کہہ دینے سے مسلمان مان لینے کا نام ایسا نرم بن جاتا ہے جس کی پاداش میں نچوڑ لئے جاؤ گے، والی مثال پوری فٹ آتی ہے، پس اللہ جل شانہ بھی اپنے بندوں کو نہ صرف اعتدال کا راستہ بتاتے ہیں بلکہ ذات حق نے ”وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا (البقرہ/۱۴۳)“ میں راہ اعتدال کو امت اسلام کا امتیازی وصف بتایا ہے نیز امت اسلام کو اللہ جل شانہ نے جو مبارک دین اور زندگی گزارنے کا خوبصورت نظام اسلام عطاء فرمایا ہے اس میں ”راہِ اعتدال“ ہی وہ امتیازی وصف ہے جس پر اسلام کی یہ عظیم عمارت تعمیر کی گئی ہے۔ چنانچہ ہر کام میں راہِ اعتدال ہی اختیار کرنے کو انسانی عظمت کی معراج بتایا گیا ہے لہٰذا جس طرح انسانی قوت غضبانیہ میں طاقت کے بے جا استعمال کو ظلم اور برمحل طاقت کے عدم استعمال کو جبت یعنی بزدلی کہا ہے کہ ظلم میں طاقت ور نے افراط سے کام لیا اور (جبت) بزدلی میں اس نے تفریط کی راہ اختیار کر لی ہے، لہٰذا یہ دونوں پہلو قابل تعریف اور اسلام کی نظر میں اچھے نہیں بلکہ معاصیت اور جرم ہیں جن کا مرتکب گناہ گار کہلاتا ہے، ہاں برمحل طاقت کے استعمال کرنے اور بے محل استعمال نہ کرنے کا نام اعتدال ہے جسے شجاعت کہتے ہیں، جو قابل تعریف اور باعث اجر ہے ایسے ہی حرارت میں افراط کا نام گرمی، تفریط کا سردی اور اعتدال کا نام بہار ہے۔ ارباب علم ایمان کی تعریف یوں فرماتے ہیں ”الایمان بین الخوف و الرجاء ایمان خوف اور امید کی درمیانی راہ کا نام ہے“ محض خوف جس میں مایوسی ہو یا محض امید جس میں کسب خیر معطل ہو، یہ افراط وتفریط ہونے کی وجہ سے ایمان کے لئے ضرر رساں چیزیں ہیں پس ٹھیک اسی طرح کسی جاسوس کے محض دعویٰ کی بنا پر اس کو

مؤمن ماننے کا نام افراط اور کسی مسلمان شخص سے کسی گناہ کبیرہ یا صغیرہ سرزد ہونے پر اسے کافر ماننے کا نام تفریط ہے جب کہ کسی منافق و کافر کے ظاہری خوب صورتی اور ٹپ ٹاپ ہونے کے باوجود اس کو کافر ماننے اور گناہ گار مسلمان کی کمی کوتاہی کے باوجود صحت عقیدہ کی بنا پر اسے مؤمن ماننے کا نام اعتدال ہے۔

فصل ۲۔ کافر کو مؤمن ماننا بھی غلط ہے

جس طرح کسی مسلمان کو کافر کہنے پر باقاعدہ وعیدات منقول ہیں اور اس کو ایک بڑا جُرم بتایا گیا ہے، نبی مہربان ﷺ نے اِس بارے میں امت اسلام کو خبردار فرمایا کہ کسی مسلمان کو کافر قرار دینے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔(ملخص)

علامہ انورشاہ کشمیریؒ اکفار الملحدین میں نقل فرماتے ہیں

"ان تكفير المسلم المعلوم اسلامه قد جعله الشرع فی الحديث المار كفر بنفسه" ایسے مسلمان کی تکفیر کرنا جس کا مسلمان ہونا معلوم (واضح) ہے اس سے شرع نے حدیث مار میں بتایا کہ وہ خود کافر ہو جائے گا۔(اکفار الملحدین فی ضروریات الدین طبع الثالثۃ ۱۴۲۴ھ ناشر المجلس العلمی پاکستان صفحہ ۷۰ از علامہ انورشاہ کشمیریؒ متوفی ۱۳۵۳ھ)

نبی رحمت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے

"من قال لاخيه كافر فقد باء به احد هما" جس نے اپنے (مسلمان) بھائی کو کافر کہا تو ان دو میں سے ایک کافر ہو جائے گا۔(اکفار الملحدین ۲۵)

امام مسلم کی صحیح میں اِس عنوان کی روایات کے لئے مستقل باب من قال لاخيه كافر کے نام سے قائم کیا گیا ہے جس کے تحت اِس مذکورہ مفہوم کی روایات درج ہیں۔

شیخ عبداللطیف بن عبدالرحمٰن المتوفی ۱۲۹۲ھ اپنی کتاب منہاج التاسیس میں فرماتے ہیں

"من قال لاخيه كافر فقد باء بها احد هما" جس نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو یہ کفر کا فتوی ان دو میں سے ایک پر لاگو ہو جائے گا۔(منہاج التاسیس فی کشف شبھات داؤد بن جرجیس ج ۱ ص ۱۲۱)۔(شرح کتاب الابانہ من اصول الدیانہ شیخ ابوالاشیال حسن الزھیری، درس نمبر ۳۳، ص ۱۲)۔(شرح باب وحید الالوھیۃ من فتاویٰ ابن تیمیہ از ناصر بن عبدالکریم درس نمبر ۱۱ ص ۱۰)۔(موء طاء امام مالک بن انس بن مالک متوفی ۱۷۹ھ ناشر موء سسہ

زائد بن سلطان ۔۔۔ الامارات طبع اولیٰ ۱۴۲۰ حدیث نمبر ۳۶۰۶)۔"العواصم والقواصم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم (ج ۸ ص ۱۴۲) اور ایثار الحق علی الخلق لابن الوزیر محمد بن ابراھیم متوفی ۸۴۰ ھجرۃ (ج ۱ ص ۴۱۱)" اور اصول مسائل العقیدہ سعود بن عبدالعزیز سمیت عقائد کی کتابوں سے اس مسئلہ کی تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں، جس طرح کسی ایسے مسلمان کو جس کا مسلمان ہونا معلوم ہے اس کو کافر کہنا بڑا جرم ہے اسی طرح کسی معلوم الکفر کافر کو مسلمان خیال کرنا بھی سخت درجہ کا جُرم ہے مسلمان کو دائرہ اسلام سے نکالنے پر وعیدات تو احادیث میں موجود ہیں جبکہ کافر جو کہ اپنے کو زوردار الفاظ سے مؤمن کہہ رہا ہے اس کے اِس دعویٰ مؤمن کے انکار و تکذیب پر رب ذوالجلال نے قرآن پاک نازل فرمایا ہے جس میں کمال درجہ کی بلاغت اور تاکید کے ساتھ امت اسلام کو یہ درس دیا گیا ہے کہ ایسے لوگ جن میں قرآن پاک کے اِسی رکوع کی اگلی آیات میں درج شدہ علامات و نشانیاں پائی جائیں وہ اگر نشر و اشاعت کے سارے ذرائع استعمال کرتے ہوئے پورے زور و مبالغہ کے ساتھ اپنے کو مؤمن مؤمن کہتے رہیں وہ مؤمن نہیں کیونکہ اللہ جل شانہ اس سے بھی زیادہ مبالغہ، تاکید اور پوری طاقت کے ساتھ اُن کے اِس دعویٰ کی تردید کرتا ہے قرآن کریم نے جو اس آیت میں مذکورہ تردید فرمائی ہے اس کا ایک زبردست فائدہ یہ بھی ہے کہ اسلام کا "**دخول عن الغیر**" سے مانع ہونا واضح ہو جائے۔

"وحی ربانی کا امت کے لئے اہم پیغام"

قرآن پاک کی موجودہ ترتیب توقیفی ہے جسے اہل علم ترتیب رسولی کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں کیونکہ خود رسول اکرم ﷺ نے نزول وحی کے وقت آیات اور سورتوں کے بارے میں یہ حکم فرمایا کہ اس آیت کو فلاں آیت اور اس سورۃ کو فلاں سورۃ کے بعد رکھو اس ترتیب کے مطابق پہلی سورۃ کے بعد قرآن پاک کی سب سے بڑی سورۃ کا آغاز ہوا جس کی ابتدا میں تو قرآن پاک کا کتاب لاریب ہونا بیان ہوا ساتھ ہی اس سے پورا نفع پانے والوں اور اُن کے اوصاف کا تذکرہ فرمایا گیا تا کہ پہچاننے والوں کو ان کی پہچان میں ذرا برابر بھی شک و تردد نہ رہے ٹھیک اسی طرح یہ بات بھی کمال وضاحت سے بیان فرمائی ہے کہ یہ مبارک دین مکمل طور پر "**دخول عن الغیر**" سے مانع بھی ہے "**اللہ علیم و خبیر**" کو پتہ تھا کہ کچھ دھوکہ باز یہود و دشمنانِ اسلام کے جاسوس جو دھوکہ دے کر اسلام کی چھتری اوڑھنے کی کوشش کریں گے تا کہ اِس چھتری کے سائے میں نہ صرف جاسوسی کر کے امت اسلام کو تہس نہس کر سکیں بلکہ اسلام کو مکمل طور پر صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے اسلام کے نام سے ایک بالکل متوازی اور کفریہ نظام تیار کر کے امت اسلام کو اسلام کے

نام پر یہ کفریہ دین اپنانے پر مجبور کریں گے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ایسے خطرناک دشمنانِ دین سے پوری طرح سے خبردار کرنے کیلئے ان کی عادات ورزائل کو بیان فرمایا تاکہ امت اُن کو پہچان سکے پھر وحی الٰہی میں بتائی ہوئی علامات کے ذریعے سے جب ان کی پہچان ہو جائے تو جیسے اللہ جل شانہ نے ان کو مؤمن ماننے سے صاف انکار کر دیا ہے، قرآن پاک پر ایمان رکھنے والوں پر بھی لازم ہے کہ وہ بھی ان کے مؤمن ہونے کا انکار کر دیں اگر چہ وہ اپنے آپ کو بار بار مؤمن ہی کہتے رہیں۔

فصل۳۔ اس گروہ کے بارے میں خدائی فتویٰ

علوم کسبیہ کا عالم ومفتی کیسا ہی ماہر فن کیوں نہ ہو بہر حال انسان ہے مگروہ پاک ذات، جو علیم بذات الصدور ہے اس کا ارشاد پاک تو کمال یقین کی ایسی معراج ہے کہ یہ دولت دوسری جگہ حاصل نہیں ہو سکتی پس خود کو مؤمن قرار دینے کے مکارانہ دعوے اور زوردار الفاظ میں اپنے کو مؤمن کہنے والوں کی تکذیب میں اللہ جل شانہ نے جو مختصر جملہ فرمایا ہے کہ وہ مؤمن نہیں ہیں، اس میں اللہ جل شانہ نے امت اسلام کی زبردست نظریاتی تربیت فرمائی ہے۔وہ کس طرح؟ ملاحظہ فرمائیں

ا۔ ''امنا ''فعل ماضی ہے لہٰذا مذکورہ پُر فریب دعویٰ کرنے والوں کو جواب دیتے ہوئے فعل ماضی لایا جاتا اور ''ما امنوا '' کہہ کر ان کے اس دعوے کو رد کر دیا جاتا تاکہ ''امنا '' کے جواب میں ''ما امنوا '' کہنے سے دعویٰ اور اس کی تردید میں مطابقت بھی ہو جاتی اور یہ بھی پتہ چل جاتا کہ وہ جو کہہ رہے ہیں ہم ایمان لائے، یہ غلط ہے ''ما امنوا '' وہ ایمان نہیں لائے، مگر اللہ جل شانہ نے فعل ماضی کے جواب اور تردید وتکذیب میں فعل ماضی کا کوئی لفظ یا جملہ استعمال نہیں فرمایا اس کی وجہ کیا ہے؟ تفسیر ماجدی وغیرہ میں اس کی وضاحت گزر چکی ہے مزید عربی تفاسیر ملاحظہ فرمائیں۔

وکان اصلہ ''وما امنوا'' لیطابق قولھم فی التصریح اور اس (جواب دعویٰ کی) اصل ''ماامنوا'' تھی تاکہ صراحت میں جواب ان کے قول کے مطابق ہو جاتا (بیضاوی/البقرہ/۸/۱/۴۴)

وکان الاصل ان یقول ''وما امنوا'' لیطابق قولہ ''من یقول امنا'' اور اصل یہ تھی کہ (ان کے جواب میں) ''وما امنوا'' کہا جاتا تاکہ (یہ جواب) ''من یقول امنا'' کے مطابق ہو جاتا (صفوۃ التفاسیر البقرہ/۸/۱/۳۲)

المتبادر ان یقال ''وما امنوا'' لیطابق قولہ ''من یقول امنا'' متبادر یہ تھا کہ (جواب میں) ''وما امنوا'' کہا جاتا تاکہ یہ جواب ''من یقول امنا'' کے مطابق ہو جاتا (التفسیر المنیر للزحیلی/البقرہ/۸/باب التفسیر والبیان/۱/۸۰)

قال الطیبی، یعنی ان مقتضی المطابقتہ لقولہ "امنا" ان یقال "وما امنوا" لیتحدا فی ذکر شان الفعل

طیبی کا قول یہ ہے کہ (ان کے دعویٰ) "امنا" سے (جواب کی) مطابقت کا تقاضہ تو یہی تھا کہ (جواب میں) "ماامنوا" کہا جاتا تا کہ فعل ماضی میں (دعویٰ اور اسکا جواب) متحد ہو جاتے (نواہدالابکار وشواہدالافکار/البقرہ/۸/۱/۳/۲۷۳)

لیکن بجائے فعل ماضی کے اسم فاعل بمؤمنین لاکر جواب بطور جملہ اسمیہ کے دیا گیا ہے اِس لئے کہ جملہ فعلیہ حدوث پر دلالت کرتا ہے جبکہ جملہ اسمیہ دوام واستمرار پر دلالت کرتا ہے اللہ جل شانہ کے اِس طرز تکذیب وتردید سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اُن جھوٹے مؤمنوں کے دعوے کی تردید کسی خاص زمانے یا وقت پر محیط نہ رہی بلکہ پورے مبالغہ کے ساتھ ہر ہر زمانے میں اُن سے ایمان کی نفی اور تردید ہوگئی اردو تفاسیر "ماجدی" وغیرہ نے بھی یہ نکتہ بیان فرمایا ہے اور عربی تفاسیر میں بھی درج ہے

وقد بولغ فی نفی اللازم علی دوامہ المستلزم لانتفاء حدوث الملزوم مطلقا (حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی المسماۃ عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی علی تفسیر البیضاوی/شہاب الدین احمد بن محمد الخفی متوفی ۱۰۶۹/ج ا ص ۳۰۷)

وقد بولغ فی نفی اللازم بدلالتہ علی دوامہ (نواہدالابکار وشواہدالافکار/السیوطی متوفی ۹۱۱ھجہ ج ا ص ۲۷۴)

فعل ماضی کے جواب میں جملہ اسمیہ کے ذریعہ تردید وتکذیب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح اُن سے ایمان کی نفی زیادہ تاکید اور مبالغہ کے ساتھ ہوگی۔ تحقیق

لان اخراج ذواتھم من عداد المؤمنین ابلغ من نفی الایمان عنھم فی ما فی الزمان (بیضاوی/البقرہ/۸/۱/۴۴)۔(السراج المنیر/شمس الدین، محمد بن احمد الخطیب الشافعی متوفی ۹۷۷ھجہ مطبوعہ القاہرہ ۱۲۸۵، تحت البقرہ/۸/۱/۲۲)

حاصل یہ ہے کہ ان کو مؤمنین کی جماعت سے خارج کر دینا ان سے کسی زمانے میں ایمان کی نفی کر دینے سے زیادہ بلیغ ہے۔

۲۔اُن جھوٹے مؤمنوں سے ایمان کی مزید نفی اور نفی میں مبالغہ اور تاکید کے لئے مؤمنین پر ب داخل فرمائی گئی ہے۔

اہل علم فرماتے ہیں

ولذلک اکد النفی بالباء و اطلق الایمان علی معنیٰ انھم لیسوا من الایمان فی شیءٍ "ب" کے ساتھ نفی کی مزید تاکید کی گئی ہے اور ایمان کا اطلاق معنی پر ایسے طور پر کہ وہ ایمان میں سے کسی چیز پر نہیں ہیں (بیضاوی/ایضا)۔(السراج المنیر/ایضا)۔(مظہری/ایضا/۱/۲۵)

دخلت الباء فی خبر ما مؤکد للنفی لانه یستدل بها السامع علی الجهد اذا کان غفل عن اول الکلام ''ب'' کو ''ما'' کی خبر پرنفی کی تاکید کیلئے داخل کیا گیا ہے تاکہ اگر کوئی پہلے والے کلام سے غافل بھی ہوتو یہ تاکید سامع کے سامنےنفی پر استدلال کرے (ایجاز البیان عن معانی القرآن ۱/ ۶۸)۔(تفسیر النسفی مدارک التنزیل ۱/ ۴۸)

و انما زیدت الباء فی الخبر للتاکید و لاجل التاکید فی المبالغته نفی ایمانهم خبر پر ''ب'' زائدہ کو تاکید کیلئے داخل کیا اور اس لئے کہ وہ ان (جھوٹے ایمان کے دعویداروں سے) ایمان کی نفی میں مبالغہ کا مفہوم پیدا کرے (البحر المحیط/ البقرہ ۸/ ۱/ ۹۰)

اِن عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ''بمؤمنین'' پر جو ''ب'' زائد داخل کی گئی ہے اس کا مقصد تاکید کا مفہوم پیدا کرنا اور اُن (خود کو مؤمن کہنے والوں سے) ایمان کی نفی میں مبالغہ کرنا ہے۔

''ارشادات مفسرین کا خلاصه''

اِس مختصر جملے میں لفظ ''ما'' سے نفی اور ''با'' زائد سے تاکید اور مؤمنین صیغہ اسم فاعل لاکر ایمان کے جھوٹے دعویداروں سے پورے طور پر ایمان کی نفی کرنے کے جو ۳ زبردست طریقے اختیار فرمائے ہیں اہل علم اس کمال تردید کا پورا مفہوم سمجھ جائیں گے عام اہل اسلام کو بھی یقیناً اندازہ ہوجائے گا کہ جن جھوٹے لوگوں نے ''امنا'' کہہ کر اپنے مؤمن ہونے کا دعویٰ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید ''ما'' کے ساتھ فرمائی جونفی پر دلالت کررہا ہے، ''ب'' کے ساتھ جو تاکید پر دلالت کررہا ہے اور ''امنوا'' کی بجائے ''مؤمنین'' صغہ اسم فاعل لاکر مذید مبالغہ پیدا کرکے زوردار طریقے سے اُن کے دعوے کی تردید کی ہے صرف یہی نہیں بلکہ ماضی وغیرہ زمانے کی قید اٹھا کر مذید یہ مفہوم بھی پیدا کیا گیا کہ اُن سے ایمان کی نفی ہر زمانے سے نکل آئے، مذید یہ بھی کہ جملہ فعلیہ کی بجائے انکی تردید میں جملہ اسمیہ لایا گیا تاکہ یہ استمرار پر دلالت کرے جوایک طرح کا تاکیدی مفہوم رکھتا ہے، اس مبالغہ، تاکید اور زور کلام کے علاوہ کمال بلاغت کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو مؤمن کہہ رہے ہیں جبکہ ان کی وہ علامات ہیں جو آگے کی آیات میں نقل فرمائی جا رہی ہیں وہ بالکل مؤمن نہیں بلکہ وہ تو اُن کافروں سے بھی بدتر ہیں جو عذاب عظیم کی صورت میں ہمیشہ کی سزا کے مستحق ہوچکے ہیں کہ ان کو عذاب عظیم کے ساتھ ساتھ عذاب الیم کی سزا اور جہنم کے تمام طبقات میں سب سے نیچے والا طبقہ ٹھکانے کے لئے ملنے والا ہے اس انداز بیان اور زور کلام سے جو سبق امت کو دیا گیا ہے وہ مذید کسی وضاحت کا محتاج

نہیں، لہٰذا اپنے خاص مقاصد کے تحت مؤمن ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کو قرآنی قندیل لیکر اس کی روشنی میں تلاش کرنا اور امت کو اُن کے فریب سے بچانا اہل علم کی بالخصوص ذمہ داری ہے کہ وہ اس قرآنی تردید اور اس کے اہتمام سے جان سکتے ہیں کہ مالک کریم کے یہاں یہ مسئلہ کس قدر نازک، اہم اور قابل وضاحت ہے۔

”قرآنی حکم اور غلط فھمی پیدا کرنے والوں کا رویہ“

ایک طرف تو اللہ جل شانہ کا یہ صاف صاف حکم نامہ ہے جس میں بعض لوگوں کے جھوٹے مؤمن ہونے کے دعوے کو بھرپور طریقے سے رد کیا گیا ہے اس کے برعکس غلط فہمیوں کو پیدا کرنے والے بھی ہاتھ پر ہاتھ دھر کر آرام سے نہیں بیٹھے بلکہ وہ بھی اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر اپنی خدمات کا بھرپور استعمال کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ کا فرعون کے پاس جا کر نصیحت کرنا متعدد مقامات پر نقل فرمایا ہے اس بھلائی اور نصیحت کا اس پر کیا اثر ہوا؟ اور دعوت حق کو کہاں تک اس نے مانا یا قبول کیا؟ یہ تو ایک مستقل الگ باب ہے قرآن حکیم بتاتا ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مضبوط دلائل کے ساتھ نصیحت کی اور معجزات دکھائے تو وہ ہکا بکا رہ گیا جب اسے خطرہ لاحق ہوا کہ اِن معجزات اور سچی دعوت کو دیکھ اور سن کر کہیں لوگ حضرت موسیٰؑ کی نصیحت قبول نہ کر لیں تب اس نے ایک سیاسی وار کیا جیسے اللہ پاک نے نقل فرمایا ہے۔

قَالَ أَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ أَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يَا مُوسَى (طٰہٰ/۵۷)

”کہنے لگا اے موسیٰ کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے تاکہ تو ہمیں اپنے جادو کے زور پر ہمارے ملک سے نکال دے“

حضرت موسیٰؑ نے نہ تو فرعون کو مصر سے نکالنے کی دھمکی دی اور نہ ان کا ایسا کوئی ارادہ تھا، نیز نہ تو حضرت موسیٰؑ جادوگر تھے اور نہ ہی معجزات سے وہ فرعونی حکومت کا تختہ الٹنے کا ارادہ رکھتے تھے یہ سب کچھ فرعون کو بھی معلوم تھا مگر اس سب کے باوجود فرعون نے لوگوں کی سوچ بدلنے اور کلیم اللہ کی ہمدردانہ نصیحت کو قبول کرنے سے باز رکھنے کے لئے یہ چال چلی جس سیاسی نعرے اور پروپیگنڈے کا اثر یہ ہوا کہ لوگ معجزات کو جادو اور پیغمبرانہ نصیحت کو ملک پر قبضہ کی کوشش سمجھتے ہوئے اپنے انتہائی محبوب کے انتہائی دشمن بن گئے وہ دِن گیا اور آج کا دن آیا ہر ناصح کے مقابلے میں ایسے ہی سیاسی حربے اور مکارانہ نعرے ایجاد کر کے سچی نصیحت سے بے خبر لوگوں کو دور کیا جاتا ہے، چنانچہ بہت سارے بھلائی و خیر کے کاموں کی طرح قرآن پاک کی زیر بحث آیت نمبر ۸ کے اس ارشاد پر جب کوئی عمل کرنے لگتا ہے تو بجائے اس کے کہ

اِس حکم خداوندی کی زد میں آنے والے سیاہ دل لوگ عاقبت کی فکر کریں اور اصلاح کی طرف متوجہ ہوں الٹا اس حکم کی بجا آوری کرنے والے ناصح اور ہمدردوں کے ہی دشمن بن جاتے ہیں بلکہ جب فرعون کی طرح یہ خوف سوار ہوتا ہے کہ لوگ قرآنی نصیحت سے آگاہ ہوکر کہیں راہ حق کو قبول نہ کرلیں تب وہ ''أَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ أَرْضِنَا'' جیسے سیاسی مفروضے ایجاد کرکے قرآنی نصیحت کا مقابلہ کرتے ہیں چنانچہ قرآن کریم کی اِس آیت (طٰہٰ/۵۸) میں بیان کردہ سیاسی نعروں کی طرح آج کل پروپیگنڈے کے زور پر قوم کے محسن اور ملت کے خیر خواہ لوگوں کو بلکل اسی طرح بدنام کیا جارہا ہے جیسے قوم کے محسن اور اصلاح کی کوشش کرنیوالے گزرے لوگوں کو فرعونی پروپیگنڈے نے بدنام کیا تھا۔

''کتاب الٰہی تو روشن چراغ ہے''

جن لوگوں کا کل معاش دھوکہ دہی ہے وہ تو اللہ کی کتاب سے پھوٹنے والی روشنی کے آگے کوئی نہ کوئی بند باندھنے کی کوشش کرتے ہی رہیں گے تاکہ ان کی یہ دکان چلتی رہے ورنہ سچ یہ ہے قرآن پاک ابہام وتشکیک کو باقی نہیں رہنے دیتا بلکہ شفابخش روشنی سے ہر تاریکی کو زائل کرتا ہے تاکہ ''لیھلک من ھلک عن بینته و یحییٰ من حی عن بینته'' یعنی تاکہ جس کو ہلاک ہونا ہے وہ واضح دلائل آنے کے بعد ہلاک ہو اور جس کو زندہ ہونا ہے وہ واضح نشانیاں آنے کے بعد زندہ ہو۔

پس جو اللہ ہر بات کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے اس کا اعلان ہے کہ ''تبیاناً لکل شی'' تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ بعض لوگوں کے بارے میں اعلان فرمائے کہ وہ مؤمن نہیں ہیں۔ مگر جن کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے ان کے بارے میں ایسا ابہام پایا جائے کہ بالکل ہی پتہ نہ چلے اور معاملہ پردہ غیب میں رہے کہ پتہ نہیں اللہ جل شانہ نے کن ایمان کا دعوٰی کرنے والوں کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ وہ مؤمن نہیں ہیں

پھر کسی کے مؤمن یا غیر مؤمن ہونے کا معاملہ تو ایسا ہے جس کا براہ راست تعلق اہل ایمان کے داخلی معاملات کے ساتھ ہے جن کو اللہ جل شانہ نے امت وسط بنایا ہے جب کہ صورت حال تو یہ ہے کہ اپنے نہیں پرائے مسلم نہیں اہل کتاب جو ابھی تک دائرہ ایمان میں داخل نہیں ہوئے حق بات کو ان کے لئے ایسا واضح اور علامات نبوت کو ایسا صاف فرمایا کہ اہل کتاب سے حق بات کسی طرح سے پوشیدہ نہ رہی یہاں تک کہ ''یَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ (ترجمہ) وہ نبی کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں (البقرہ/۱۴۶)''

علامات ونشانیوں نے ثبوت کا وصف اُن کے سامنے اتنا روشن کیا اور ایسی صفائی کے ساتھ پہچان کروائی کہ اپنی اولاد کی پہچان اور نبی کی پہچان ایک جیسی ہوگئی جیسے کوئی بندہ اپنی اولاد کو دیکھتے ہی پہچان جاتا ہے اور اس بارے میں اسے ذرا برابر تردد نہیں رہتا پہچان میں ایسا جامع و مانع ملکہ حاصل ہوتا ہے کہ اپنی اولاد کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنی اولاد کے طور پر قبول نہیں کرتا اور اپنی اولاد میں سے کسی کو اولاد سے خارج نہیں کرتا ایسی ہی صورت حال نبی کے بارے میں اُن کو حاصل ہوئی جب اہل کتاب کے لئے علامات نبوت کو اس درجہ کی روشن چیز بنا دیا تو پھر یہاں تو اہل ایمان کا وہ نازک مسئلہ زیر عنوان ہے جس کا براہِ راست تعلق بندے کے مؤمن یا غیر مؤمن ہونے کے ساتھ ہے اب یہاں پر کسی طرح کا ابہام، اشتباہ اور شک بھلا کیسے باقی رہنے دیا جاسکتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی زیر غور رہنی چاہیے کہ قرآن کریم نے جو اندر کی بات بتائی ہے کہ ''یَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَ هُم (ترجمہ) وہ نبی کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں (البقرہ/۱۴۶)'' سچ وہی ہے جبکہ اس کے برعکس وَقَالَت طَّآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُواْ بِالَّذِىَ أُنزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُواْ وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُواْ آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (ترجمہ) اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہا کہ ایمان والوں پر جو (دین) اتارا گیا اس پر دن کے شروع حصہ میں ایمان لے آؤ اور دن ڈھلے اس کا انکار کردو شائد وہ لوٹ جائیں (آل عمران/۷۲)'' سازشی اہل کتاب نے مسلمانوں میں تشکیک پیدا کر کے جو ایمان سے ہٹانے کی دھوکہ پالیسی بنائی تھی اور اس مذکورہ آیت کے ضمن میں جو اہل کتاب کی ہفوات منقول ہیں کہ اجی ہم نے تو آپ کے صاحب (حضرت محمد ﷺ) کو نبی سمجھا تھا اور اسی وجہ سے اسلام قبول بھی کرلیا تھا مگر جب مسلمان ہو کر ہم نے قریب سے دیکھا اور غور کیا پھر اپنے عالموں سے پوچھا تو پتہ چلا کہ جن کے اوصاف ہماری کتابوں میں بتائے گئے ہیں وہ یہ نبی نہیں ہیں ملخص

یہ اور اس طرح کی خرافات محض دھوکہ پالیسی کا تسلسل ہیں ورنہ حق بات اور اندر کی خبر وہی ہے جس کا بیان خود کتاب الٰہی میں ''سورۃ بقرہ'' کے اندر موجود ہے۔

فصل ۳۔ ایمان کے جھوٹے دعویداروں کی پہچان انکی عادات واصاف سے ہوگی

اللہ جل شانہ نے اس اہم مسئلہ کو کسی طرح بھی مبہم نہیں رکھا کہ عدوانِ اسلام یا مریض دل کے لوگ اس سے امت اسلام کو دھوکہ دے سکیں بلکہ ''سورۃ بقرہ، آل عمران، النساء، المائدہ، توبہ، احزاب، محمد، فتح، حجرات، حدید، مجادلہ، حشر اور سورۃ

منافقون'' سمیت بہت ساری مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی سورتوں میں ان کی اتنی واضح اور صاف صاف علامات و نشانیاں بیان فرمائی ہیں کہ یہ جھوٹے مدعیان مؤمن، صاف صاف پہچان لئے جائیں گے۔ اہل علم فرماتے ہیں

فمن لطف الله بالمؤمنین ان جلاء احوالهم ووصفهم باوصاف یتمیزون بها لئلایغتربهم المومنون

اہل ایمان پر اللہ جل شانہ کا لطف وکرم ہے کہ اس نے منافقوں کے ایسے احوال واوصاف واضح فرمادیئے جن اوصاف کے ذریعے وہ (اہل ایمان سے) الگ تھلگ پہچانے جاتے ہیں تاکہ ایمان والے لوگ اُن سے دھوکہ نہ کھائیں۔
(تفسیر السعدی از عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی متوفی ۱۲۷۶/۱ھجہ تحت البقرہ ۸/ص ۴۲)

تفسیر حقانی (اردو) میں إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (النساء/۱۴۲) کے تحت صاحب تفسیر فرماتے ہیں۔

ان میں منافقین کے اوصاف بتلاتا ہے تاکہ انسان کو ان اوصاف سے اجتناب کا خیال رہے اور یہ جانے کہ منافق کسی ذات کا نام نہیں جس میں یہ وصف ہے وہی منافق ہے۔ (تفسیر حقانی ج ۳ ص ۲۹۶ تحت النساء/۱۴۲)

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں

ولهذا نبه الله سبحانه علی صفات المنافقین لعلایغتر بظاهر امر هم المؤمنون

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسی وجہ سے منافقین کی صفات کو بیان فرمایا (کہ ان اوصاف سے وہ منافقین کو پہچان لیں) اور ان کی ظاہری صورت حال سے کہیں مؤمنین دھوکہ نہ کھا جائیں۔ (ابن کثیر/البقرہ/۸/۱/۱۷۷)

علامہ رازی کا فرمان ہے

انه تعالیٰ لمابیین حقیقته صفات المنافقین عقبها بضرب مثلین زیاده فی الکشف و البیان

اللہ جل شانہ نے جب منافقین کی صفات (سے پردہ ہٹا کر) ان کی حقیقت کو کھولا تو دو مثالوں کے ساتھ اس کو واضح کیا کہ (ان کی صفات اچھی طرح) واضح ہو جائیں۔ (تفسیر رازی/تفسیر الکبیر۔ البقرہ/۱۷/۲/۳۱۲)

محاسن التاویل میں الشیخ جمال الدین قاسمیؒ متوفی ۱۳۳۲/ھجہ نے بھی علامہ ابن کثیر سے نقل کیا ہے کہ

نبه الله سبحانه علی صفات المنافقین (محاسن التاویل/تفسیر القاسمی/البقرہ/۸/۱/۲۴۹)

اللہ تعالیٰ نے منافقین کی صفات کو بیان فرمایا ہے (تاکہ ان علامات سے امت اسلام ان کو پہچانے اور ان اسلام کے

سخت دشمنوں سے اپنا بچاؤ کرے)

سورۃ محمد کی آیت نمبر ۳۰ **فَلَعَرَفْتَهُم بِسِيمَاهُمْ** کے تحت اہل علم کے چند ارشادات ملاحظہ فرمائیں تمام اقتباسات کو جمع کرنے سے ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی، اللہ جل شانہ نے اس آیت پاک میں اپنے حبیب ﷺ کو فرمایا ہے کہ ہم اُن منافقین کی آپ کو پہچان کروائیں گے۔

فلعرفتهم بسيماهم بعلامتهم یعنی منافقین کی علامات سے ان کو پہچان جاؤ گے (بغوی/محمد/۳۰/۷/۲۸۸)۔ (الثعالبی۔الکشف والبیان/محمد/۲۴ تا ۳۸/۹/۳۷)۔(الوجیز للواحدی/محمد/۳۰/۱/۱۰۰۴)۔(النسفی۔مدارک التنزیل /ایضا/ج۳/۳۲۹)۔(ارشاد العقل السلیم۔تفسیر ابی سعود/ایضا/۸/۱۰۱)

فلعرفتهم بسيماهم بعلامتهم التی نسمهم بها (روح البیان/محمد/۲۹۔۳۰/۸/۵۲۰)۔(البحر المدید فی تفسیر القرآن المجید/ایضا/۵/۳۷۵)۔(تفسیر ابی سعود/ایضا/۸/۱۰۱)

تم ان کی علامات سے ان کو پہچان جاؤ گے جو علامات ان کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں

فلعرفتهم بسيماهم الخبيثه (تفسیر مقاتل بن سلیمان/محمد/۱ تا ۳۸/۴/۵۰)

تم ان کو ان کی خبیث علامات سے پہچان جاؤ گے

وبعلاماتهم التی نسمهم بها (التفسیر الوسیط، مجموعہ من العلماء باشراف مجمع البحوث الاسلامیہ بالازہر/ایضا/۹/۹۷۰)

اور ان علامات کے ساتھ جو ان کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں (تم ان کو پہچان جاؤ گے)

یعنی بعلاماتهم الخبيثه (بحر العلوم۔تفسیر السمر قند/ایضا/۳/۳۰۵)

یعنی ان کی بری علامات سے (تم ان کو پہچان جاؤ گے)

فلعرفتهم بعلامات نسمهم بها (الموسوعہ القرآنیہ/ابراھیم بن اسماعیل متوفی ۱۴۱۴ھ/محمد/۳۱ تا ۳۳/۱۱/۲۰۰)

تم ان کو علامات سے پہچان لوگے جو ان کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں

"ان کفار سے غفلت بڑے فتنے و فساد کا باعث ھے"

علامہ ابن کثیرؒ کا فرمان

علامہ ابن کثیر سورۃ بقرہ آیت نمبر ۸ کی تفسیر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں **ولهذا نبه الله سبحانه علی صفات**

المنافقین لئلایغتر بظاھر امرھم المؤمنین فیقع بذالک فساد عریض من عدم الاحتراز منھم ء من اعتقاد ایمانھم، وھم کفار فی نفس الامر، وھذا امن المحذورات الکبار ان یظن باھل الفجور خیر فقال اللہ (وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُول ....) ترجمہ: یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی عادات و خصائل کا تفصیل سے ذکر فرمایا ہے تاکہ مؤمن انکے ظاہری حالات سے دھوکے میں مبتلا نہ ہوں ورنہ ان سے اجتناب نہ کرنے کی وجہ سے بہت بڑا فتنہ وفساد رونما ہو جائے گا کیونکہ سمجھا یہ جائے گا کہ وہ مؤمن ہیں حالانکہ وہ کافر ہیں اور یہ بہت بڑی خرابی کی بات ہے کہ فاسق وفاجر لوگوں کے بارے میں خیر و بھلائی کا گمان رکھا جائے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللّهِ وَبِالْيَوْمِ الآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ (البقرہ ۸)
(تفسیر ابن کثیر البقرہ ۸، ج ۱، ۱۷۷)

علامہ ابن کثیر کے اس ارشاد کو الشیخ محمد جمال الدین القاسمی المتوفی ۱۳۳۲ھ نے تفسیر قاسمی ج ۱ ص ۲۴۹ پر اور شیخ عبدلعزیز بن عبداللہ الراجحی نے مختصر تفسیر ابن کثیر میں اٹھارویں درس کے ص ۶ پر نقل فرمایا ہے اِس وضاحت میں علامہ ابن کثیر نے جو کچھ فرمایا ہے ایک بے غبار حقیقت اور امر واقعہ ہے اسلامی تاریخ کا مکمل ماضی اس روشن حقیقت کی ببانگ دہل گواہی پیش کر رہا ہے سیدنا فاروق اعظمؓ کے ٹارگٹ کلنگ سے شہادت مظلوم مدینہ تک پھر حیدر کرارؓ پر کوفہ میں عرصہ حیات تنگ کرنے اور بلآخر شہید کرنے سے حضرت حسنؓ پر حملے اور حضرت حسینؓ کو ان کے معصوم بچوں سمیت کربلا میں شہید کرنے تک پھر توابین کے نام سے سفاکیت کا بازار گرم کرنے سے سانحہ سقوط بغداد تک سقوط اندلس سے سقوط خلافت عثمانیہ تک ایوبیؒ کے خلاف جارحیت سے ٹیپو سے غداری تک ماضی کا ورق ورق علامہ کی اسی حقیقت شناسی کا اعلان کر رہا ہے ماضی تو کس نے دیکھا ہے دور جانے کی کیا ضرورت ہے عراق، افغانستان اور شام پر ہی ایک مختصر سی نظر ڈال لی جائے دنیا بھر کے اسلامی ممالک میں اسلام کے بالمقابل جو ایک سیاہی میں چھپا سرخ انقلاب مجسمہ رحمت ﷺ کی امت پر عرصہ حیات تنگ کر چکا ہے ان کا ظلم و جبر نقطہ عروج پر اور مکروفریب آسمان سے باتیں کر رہا ہے یہ سب کچھ کیا اِسی مختصر جملے میں چھپی ہوئی حقیقت کو سورج سے زیادہ روشن کرنے کی کافی دلیل نہیں؟

باب ۳

''ایمان کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے گروہ کی پہلی علامت''

اہل علم کا بڑا مشہور قول ہے ''تعرف الاشیاء باضدادھا'' چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں لہٰذا جس طرح گرمی کی پہچان سردی سے، میٹھے کی پہچان کڑوے سے، روشنی کی پہچان اندھیرے سے ہوتی ہے اسی طرح اسلام وکفر دو اضداد ہیں جن کی پہچان ایک دوسرے سے ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ابتداہی میں جب اللہ جل شانہ نے قرآن سے نفع حاصل کرنے والے متقی وپرہیزگار اولیاء الرحمٰن، جماعت رضوان کا تعارف کروایا تو ساتھ اس کی ضد کا تذکرہ بھی فرمادیا چونکہ سورۃ بقرہ کے پہلے رکوع میں جن چھ اوصاف کا ذکر خیر ہے وہ سب سے اول صحابہ کرام کا امتیازی وصف قرار پارہی ہیں جو ایمان اور ان اوصاف میں کامل تھے ''هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ'' اور ''الْمُفْلِحُونَ'' کا کمال بھی اُن کو حاصل تھا اس کے مقابلے میں جو ضد تھی وہ بھی اسی درجہ کی پیش فرمائی گئی ایک طرف کمال ایمان کا مظاہرہ ہے تو مقابلے میں کمال کفر کھڑا ہے چنانچہ کمال ایمان کی عظیم دولت پانے والوں کا ذکر خیر فرمایا تو ''یؤمنون'' کا ایسا لفظ لایا گیا جس نے خود بخود بتادیا کہ وہ ہر اس چیز پر ایمان لائے ہیں جو ''یؤمنون'' کے تحت تقاضہ کرنے والا چاہتا ہے۔یعنی تمام ایمانیات پر ان کا پورا یقین ہے،اسی سورۃ کی آخری ۲ آیات ملاحظہ فرمائیں جہاں ''آمَنَ الرَّسُولُ'' سے ایمانیات کو بیان فرمایا وہ یوں ہے۔

''آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا

(ترجمہ) یہ رسول (یعنی حضرت محمد ﷺ) اس چیز پر ایمان لائے ہیں جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور (ان کے ساتھ) تمام مسلمان بھی۔ یہ سب اللہ پر اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم اس کے رسولوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے (کہ کسی پر ایمان لائیں کسی پر نہ لائیں) وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے (اللہ اور رسول کے احکام کو توجہ سے) سن لیا ہے اور ہم خوشی سے (ان کی) تعمیل کرتے ہیں (البقرہ/۲۸۵)'' مگر اس کے برعکس کمال کفر کا جن کو تمغہ ملا ہوا تھا ان کی پہلی نشانی ہی یہ ارشاد فرمائی کہ وہ ایمانیات میں سب چیزوں کو ماننے کے روادار نہیں، فرمایا ''وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ (البقرہ/۸)'' لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور آخرت پر ایمان لائے، اس کی تفسیر لکھتے ہوئے ارباب علم نے اس موقعہ پر مفصل بحثیں فرمائی ہیں جن کو نقل کرنا کافی ضخامت کا طالب ہے بعض

حضرات نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ جملہ منافق لوگ محض تقیۃً کہتے تھے ورنہ حقیقت میں ان کے دل کے اندر ایسی کوئی بات نہ تھی جیسا کہ طبری وغیرہ نے نقل کیا ہے اس سلسلہ میں اہل علم کے کچھ ارشادات ہم آگے چل کر نقل کرنے والے ہیں جس سے تقیہ کی عمارت تعمیر کرنے والے ان اولین معماروں اور ماہر فن مستریوں کا پتہ چل سکے گا جنہوں نے اپنے کمال فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی نسل کو ایک محفوظ قلعہ مہیا کیا جو آج تک ان اولین معماروں کی آل کے زیر استعمال ہے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ یہودی وغیرہ کئی مختلف الخیال وعقائد لوگوں نے منافقت کا لبادہ اوڑھا ہوا تھا تو وہ ایسی بات کہتے جو اُن کے دین کے مطابق درست تھی، اللہ اور قیامت پر ایمان لانے کا تو یہود و نصاری وغیرہ سبھی دعویٰ کرتے تھے پس خاص ان ہی دو ایمانیات پر ایمان کا دعویٰ اپنے دین کے مطابق کرتے جس سے ان کا مقصد دھوکہ دینے کے ساتھ ساتھ اپنے دین سے ایفاء عہد بھی تھا چنانچہ اللہ اور آخرت کو ماننے کے دعویدار تو تھے ہی لہٰذا یہاں بھی انہوں نے ایسی مبہم سی بات کہہ کر دھوکہ دینے کا ارادہ کیا۔ صحابہ کرام تو ان کے دھوکہ سے واقف نہ تھے کہ تقیہ کرنے والا تو بہرحال اپنے اصل عقیدے کو بچا کر رکھتا اور اصل عقیدے کے خلاف عقیدے کا زبان سے اقرار کرتا ہے لہٰذا صحابہ کرام نے تو ان کو مؤمن مان لیا اور یہی سمجھا کہ جب یہ خود کو مؤمن کہہ رہے ہیں تو یہ مؤمن ہی ہوں گے مگر اللہ کریم نے نہ صرف ان دھوکہ بازوں کے اس دعویٰ کو جھوٹ قرار دیا بلکہ ان کے کافر ہونے کا ایسا ٹھونک بجا کر اعلان فرمایا کہ ننگے ہو کر رہ گئے، فرمایا ''أُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا'' وہ لوگ ہی پکے کافر ہیں۔

''صحابہ کرام کا کمال ایمان اور اسلام کی جامعیت''

صحابہ کرام کا کمال ایمان یہ تھا کہ اللہ کے حبیب اُن کو جس بات پر ایمان لانے کا فرماتے وہ آنکھیں بند کر کے بلاتردد دل وجان سے اسے قبول کرتے تھے کہ صادق ومصدوق کی نطق صادق سے جو کچھ جاری ہوتا ہے وہ سوائے سچ کے کچھ بھی نہیں ہوتا چنانچہ نبی پاک ﷺ سے سیکھ کر صحابہ کرامؓ تمام انبیاء، کتابوں اور دینوں پر ایمان لائے کسی نبی کو ماننا باقیوں کا انکار کرنا انہوں نے سیکھا ہی نہیں اور دین اکمل کا تو مزاج ہی ایسا جامع اور خوب تر ہے کہ شجر سایہ دار کی طرح سابقہ ادیان سماوی کے لئے سائبان۔ اِس دین میں کسی نبی کا اقرار اور کسی کا انکار نہیں بلکہ تمام انبیاء کا ماننا اور ''لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ'' کا وصف امتیاز ہے، اللہ جل شانہ نے جن کتابوں کو اتارا، توراۃ ہو یا زبور یا انجیل، دین اکمل شجر سایہ دار کی طرح اُن پر ٹھنڈی چھاؤں کئے ہوئے ہے یہ دین کسی بھی خدائی کتاب کے انکار کو ایسا جرم بتاتا ہے کہ گویا وہ تمام کتابوں

کا انکار کرنے والا ہے الغرض اِس دین میں ہر سچ کا ماننا ہے انکار نہیں، اجتماع ہے تفریق نہیں، قرب ہے دوری نہیں، البتہ جہاں تک عمل کی بات ہے تو اِس دین کا معاملہ بہت ہی محبت بھرا ہے، ممکن ہے کہ کسی غلط سوچ میں یہ خیال گزرے کہ تم قرآن کو بھی مانتے ہو اور توراۃ، زبور، انجیل کو ماننے کے بھی دعویدار ہو مگر جب بات عمل کی آتی ہے تب تمہارا معیار ہی بدل جاتا ہے اور سوائے قرآن کے کسی کی بھی نہیں مانتے ہو جب امر واقعہ یہ ہے تو پھر توراۃ وغیرہ دیگر کتابوں پر ایمان کا تمہارا دعویٰ خود فریبی کے سوا کیا ہے، جواباً عرض ہے کہ جو بندہ دین اسلام سے واقف ہے وہ یہ بات بھی جانتا ہے کہ ایک وقت تک مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے رہے مگر اب کوئی مسلمان بھی اپنی مسجد تعمیر کر کے قبلہ کا رُخ بیت المقدس کی طرف نہیں بناتا یہ اور اس طرح کے متعدد مسائل ایسے ہیں جو اسلامی شریعت کا علمی سرمایہ تو ہیں مگر عملی زندگی میں ان کا رواج نہیں اس کا کیا یہ مطلب ہوگا کہ مسلمان اپنے آدھے دین کو مانتے ہیں اور آدھے کو نہیں مانتے؟ ہرگز ایسا نہیں بلکہ جس طرح اسلامی شریعت میں بعض احکام منسوخ ہو گئے اسی طرح پہلی آسمانی کتابیں بھی منسوخ ہو گئیں ہیں جس طرح اسلامی شریعت کے منسوخ احکام کو سچا ماننے اور ان کے حق ہونے، اس وقت معمول بہ ہونے اور بعد میں منسوخ ہونے کا اقرار و اعتراف تو ہوتا ہے مگر اُن منسوخ احکام پر عمل نہ کرنے سے دین میں کسی طرح کا کوئی نقص نہیں آتا اسی طرح سابق آسمانی کتابوں کو سچا ماننے کے باوجود اُن پر عمل نہیں کیا جاتا اور منسوخ ہونے کی بنا پر عمل نہ کرنے سے دین میں کسی طرح کا کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا۔

فصل ا۔ حقیقی ایمان حضور اکرم ﷺ پر نازل ہونے والی تمام احکام پر ایمان لانا ہے

مذکورہ جملہ معترضہ عرض کرنے کے بعد مکرر عرض ہے کہ دین حق **کل ما جاء به النبی** ﷺ پر ایمان لانا ہے یعنی جو کچھ نبی رحمت ﷺ نے امت کو دین کا سرمایہ دیا ہے اس سب کو ماننا اور کسی ایک چیز کا بھی انکار نہ کرنا سچے دین کا مزاج ہے تقسیم و تفریق کو اللہ کا سچا دین قبول نہیں کرتا، قرآن پاک کا دیا ہوا سبق یہ ہے کہ

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُم (ترجمہ) ہم ان (رسولوں) میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے۔ (البقرہ/۱۳۶) ۔ (آل عمران/۸۴)

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ (ترجمہ) ہم اس کے رسولوں میں فرق نہیں کرتے۔ (البقرہ/۲۸۵)

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (ترجمہ) اور تم اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو اور ٹکڑے ٹکڑے

مت ہو جاؤ (آل عمران/۱۰۳)

وَلاَ تَكُونُواْ كَالَّذِينَ تَفَرَّقُواْ وَاخْتَلَفُواْ مِن بَعْدِ مَا جَاءهُمُ الْبَيِّنَاتُ (ترجمہ) اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے تفرقہ ڈالا اور واضح نشانیاں آ جانے کے بعد اختلاف میں پڑ گئے (آل عمران/۱۰۵)

الغرض یہاں تو "لاتفرقوا" کا حکم ہے اور دین حق والوں کی زبان پر "لانفرق" کی سچائی ہے۔

مگر اس کے برعکس آپ دوسری طرف نظر اٹھائیں گے تو تقسیم وتفریق کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہوگا، حضرت موسیٰؑ پر ایمان ہے تو حضرت عیسیٰؑ پر و دیگر سچے رسولوں پر ایمان نہیں، انجیل پر ایمان ہے تو باقی خدائی کتابوں کا برملا انکار و تکذیب (علی هذا القیاس باقی مذاہب کو اسی پر قیاس کرلو) دیگر مذاہب کی کیفیت ہے، مگر یہاں اللہ جل شانہ نے جن کفر کے افراد کامل کا بیان فرمایا ہے وہ ایسے لوگ نہیں جو اپنے آپ کو یہودی کہتے ہوں یا نصرانی، یا ہندو یا سکھ، پارسی، مجوسی وغیرہ بلکہ وہ تو پکے مؤمن ہونے کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ لہٰذا اللہ جل شانہ کی اِن آیات میں بتائی ہوئی علامات یہود و نصاریٰ میں تلاش کرنا اِس لئے درست نہیں کہ انہوں نے اپنا مستقل طور پر الگ مذہب اور جداگانہ دین اختیار کیا ہوا ہے وہ اپنے کو یہودی وغیرہ اپنے مذہب کے نام سے پیش کرتے ہیں جبکہ قرآن حکیم نے یہ بات بتائی ہے کہ وہ لوگ جو "وما هم بمؤمنین"، یعنی حقیقت میں وہ مؤمن نہیں مگر ان کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے کو مؤمن کہتے ہیں اس سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوئی کہ جن کی علامات بتا کر اللہ جل شانہ انکے کفر اور دھوکہ کو بتانا چاہتا ہے وہ یہودی، عیسائی وغیرہ کے دعویدار نہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو خود کو مؤمن کہتے ہیں۔

"جھوٹے مؤمنوں کی تلاش، پہلی علامت کی روشنی میں"

اب ایسے لوگوں کی فہرست سامنے رکھی جائے جو خود کو مؤمن کہتے ہیں پھر وحی الٰہی کا چراغ لے کر اُن کو تلاش کیا جائے جو "نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ" کا مزاج رکھتے ہیں بہت جلد راہ یابی ہو جائے گی ملاحظہ فرمائیں

ا۔ انبیاء میں تفریق

انبیائے کرام کو جو مقام و مرتبہ اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا وہ تو قرآن کریم میں جگہ جگہ لکھا ہوا موجود ہے اور امت اسلام خواہ حنفی، مالکی ہو یا شافعی، حنبلی اس پر پوری طرح متفق ہیں کہ انبیاء نے اللہ کے کسی حکم کا انکار نہیں کیا نہ ہی اللہ کی اس

چنی ہوئی جماعت کی اس بنیاد پر دو قسمیں ہیں کہ بعض نے اللہ کے ہر ہر حکم کو مان لیا اور بعض نے کچھ احکام ماننے اور کچھ کا انکار کر دیا البتہ خود کو مؤمن کہنے والا ایک گروہ ایسا موجود ہے جو دعویٰ ایمان کے باجود اس کے برعکس کہتا ہے، ملاحظہ فرمائیں، جن انبیاء نے حضرت محمد ﷺ اور ان کے بعد حضرت علی سے لے کر حضرت مہدی (جو کہ بقول ان کے غار میں ہے) تک جتنے اولیاء ہیں ان کو مانا اُن پر ایمان لائے وہ تو الوالعزم ہیں مگر جن انبیاء نے اس بارے میں تردد کا اظہار کیا وہ الوالعزم نہیں ہیں انبیاء کی یہ دوئی تقسیم حضرت علیؓ اور ان کی اس اولاد پر ایمان لانے کی بنا پر ہوئی ہے جو بقول ان کے معصوم امام ہیں، اس دین کے مایہ ناز خاتم المحد ثین ملا باقر مجلسی کا کہنا ہے

(**ولقد عهدنا الى ادم....**) ہم نے آدم سے محمد اور ان کے بعد آنے والے آئمہ کے بارے میں عہد لیا تو آدم نے اس عہد کو ان کے بارے میں فراموش کر دیا اور ہم نے ان کو صاحب عزم نہ پایا، (اس قرآنی آیت کی مذکورہ تفسیر لکھنے کے بعد اس پر وہ اپنی یہ روایت نقل کرتا ہے)

حدیث معتبر میں حضرت محمد باقر سے منقول ہے کہ اولوالعزم کو الوالعزم اس لئے کہتے ہیں کہ اُن لوگوں نے آپس میں محمد ﷺ اور آپ کے بعد اوصیاء اور حضرت مہدی اور آپ کی سیرت کے بارے میں عہد کیا اور اُن کے عزم کا اس پر اجماع ہوا کہ یہ سب بزرگوار ایسے ہی برگزیدہ خدا ہیں اور اس امر پر اقرار کامل کیا چونکہ حضرت آدمؑ نے یہ عزم واہتمام نہیں کیا تھا لہٰذا خدا نے فرمایا "**ولم نجد له عزما**" (حیات القلوب ص ۲۴ مترجم اردو باب ۱، فصل ۲)

اس دین کے مطابق حضرت آدمؑ سے جو عہد لیا گیا اور انہوں نے اس میں جو کچھ کیا اس پر اللہ نے جو جواب دیا اسکا ماحاصل تو حیات القلوب کی اس روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ چونکہ وہ حضرت علیؓ پر ایمان نہ لائے تھے لہٰذا وہ الوالعزم کی فہرست سے خارج قرار پائے۔

"انبیاء کو اماموں کی ولایت پر ایمان لانے کا زور دار حکم"

ان کا کہنا ہے کہ سارے انبیاء کو اماموں کی معرفت اور ساری کائنات سے اماموں کے افضل قرار دینے کے اقرار و اعلان کیلئے بھیجا گیا تھا، الکافی کی جلد ا میں اس طرح کی بیسیوں روایات موجود ہیں، چنانچہ اس کتاب کا ایک باب "**باب فيه نتف و جوامع من الروايته فى الولايته**" ہے اس باب کی تیسری روایت میں درج ہے امام ابوعبداللہ نے فرمایا "**ولايتنا ولايته الله التى لم يبعث نبياً قط الابها**" یعنی ہماری ولایت اللہ کی ولایت ہے اسی ولایت کے ساتھ

ہی انبیاء کومبعوث کیا گیا۔

اس روایت کے ساتھ والی روایت میں درج ہے راوی کہتا ہے ”**سمعت ابا عبدالله، یقول ما من نبی جاء قط الابمعرفته حقنا و تفضیلنا علی من سوانا**“

یعنی میں نے امام ابوعبداللہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ جو نبی بھی بھیجا گیا وہ ہمارے حق کی معرفت اور ہمارے سوا پر ہماری فضیلت کے ساتھ ہی بھیجا گیا (الکافی رج ارص ۴۳۶) اسی طرح کی روایات سے یہ باب و دیگر ابواب لبریز ہیں اس دین کی عقیدہ امامت پر لکھی کتابوں میں اسی مفہوم کی روایات شمار سے باہر ہیں، گویا انبیاء کو اماموں کی ولایت پر ایمان لانا ضروری تھا مگر لطف کی بات یہ ہے کہ اس قدر تاکید کے ساتھ دیئے جانے والے حکم کو انبیاء نے نہیں مانا جس کی وجہ سے الوالعزم کی فہرست سے خارج ہو گئے، انبیاء کی ایک لاکھ سے زیادہ تعداد ہے جن میں امامیہ دین کے بقول الوالعزم صرف ۵ ہیں کہ جن کا محمد ﷺ اوران کے اوصیاء کی بزرگی پر اجماع ہوا تھا، حضرت آدم جو ابوالبشر ہیں وہ بھی اماموں پر ایمان کے بارے میں مطلوبہ معیار پر پورے نہیں اترے جس پر اللہ نے فرمادیا ”**ولم نجد له عزما**“. پس معلوم ہوا کہ عقیدہ امامت و ولایت کو انبیاء کی غالب اکثریت نے ماننے سے انکار کردیا اللہ کے مطلوبہ معیار پر تو صرف پانچ تن ہی پورے اترے۔

مذید ملاحظہ فرمائیں بحارالانوار کی جلد نمبر ۲۶ میں ایک پورا باب ”**تفضیلهم علی الانبیاء**“ کے نام سے موجود ہے یہ صفحہ ۲۶۷ سے ۳۱۹ تک پھیلا ہوا ۸۸ روایات پر مشتمل ہے باب کی ۲۲ نمبر روایت میں پوری تفصیل کے ساتھ انبیاء میں ان پانچ الوالعزم رسولوں کو ثابت قدم بتایا گیا ہے بحارالانوار کی یہ روایت بہت ساری تفصیلات پر مشتمل ہے جس میں منکروں کو جہنم میں ڈال کر خدائے واحد کا یہ اعلان بھی نقل کیا گیا کہ ’لاابالی‘ مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں، آگے انبیاء سے میثاق لینے کا تفصیلی بیان نقل کرنے کے بعد بتایا گیا ہے کہ انبیاء نے جواب دیا ”**قالوا اقررنا و شهدنا یا رب و لم یجحد ادم و لم یقر فثب العزیمته لهولاٰ الخمسه فی المهدی، و لم یکن لادم عزم علی الاقرار به**۔۔۔ یعنی ان (انبیاء) نے کہا ہم نے اقرار کیا اور ہم نے گواہی دی اے رب۔۔۔۔یہ پانچ مہدی کے بارے میں عزیمت پر ثابت قدم رہے اور آدم میں اس اقرار پر عزم نہیں تھا (بحار، ج ۲۶، باب ۶ روایت ۲۲ صفحہ ۲۷۹) معلوم ہوا کہ عقیدہ ولایت پر ایمان لانے کا جوز وردار حکم انبیاء کو دیا گیا تھا اس پر پورا اترنے والے حضرات صرف یہی ۵ تھے، اسی باب کی پہلی روایت میں محمد، نوح، ابراھیم، موسیٰ، عیسیٰ نام گنوا کر بتایا **فهولاء الخمسه افضل الانبیاء**، یہ

۵ افضل الانبیا ہیں۔اسی وجہ سے انبیاء کی یہ جماعت اگرچہ بہت ہی اقل القلیل تھی مگرصرف یہی الولعزم تھےاس کے علاوہ آدم بھی خلیفتہ اللہ ہونے کے باوجوداس جماعت میں شامل نہیں ہوسکے بلکہ اللہ نے ان سے عہدلیا تھا جس پروہ پورانہ اتر سکے،صرف یہی نہیں بلکہ انہوں نے توان ۵تنوں سے ہی حسد کرنا شروع کردیا لہٰذااللہ تعالیٰ نے اس حسد کی بنا پر جنت سے نکالے گئے۔

”امامیہ دین کی حضرت آدمؑ سے ناراضگی“

چونکہ حضرت آدمؑ نے حضرت علی کے بارے میں عہدکوان کے بقول پورانہیں کیا تھااس لئے امامیہ دین ان پرناراض ہے بلکہ اس دین نے بدلہ لینے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا کہ یہ دین کفر کی ۳اصل وضع کرکے تین افراد میں اسے تقسیم کرتا ہےایک کفر کی اصل حضرت آدمؑ میں ایک حضرت آدمؑ کے بیٹے میں اورایک ابلیس میں بتا تا ہے چنانچہ امامیہ دین کی راس الکتب الکافی کی ابتدائی عقائد پر مشتمل کتاب اصول کافی میں بڑے اہتمام سے”باب،اصول الکفر وارکانہ“ کے نام سے تیارکیا ہے پھراس باب کی پہلی روایت نقل کرتے ہوئے بتایا ہے کہ امام ابوعبداللہ سے روایت ہے

اصول الکفر ثلاثته، الحرص، والاستکبار، والحسد، فاما الحرص فان ادم حین نھی عن الشجرہ حملہ الحرص علی ان اکل منھا و اما الاستکبار فابلیس حیث امر بالسجود لادم فابی و اما الحسد، فابنا ادم حیث قتل احدھا صاحبہ (الکافی ر ج ۲ ر ص ۲۸۹)

کفر کے تین اصول ہیں حرس،تکبراور حسد: حرس آدم میں پائی جاتی ہے کہ جب ان کو درخت سے منع کیا گیا تو حرس کی وجہ سے انہوں نے اس درخت سے کھالیااور تکبرابلیس میں ہے کہ اسے آدم کوسجدہ کرنے کا حکم دیا تواس نے انکار کردیا اورحسد آدم کے بیٹوں میں پایا جاتا ہےاس طرح کہ حسد کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کوقتل کرنے لگ گئے۔

لہٰذااس دین کے مطابق کفر کا صرف ایک تہائی ابلیس میں پایا جاتا ہے، باقی سارا کا سارا کفرحضرت آدمؑ اوران کے بیٹوں کے دم سے وابسطہ ہے۔

”حضرت یونسؑ و ایوبؑ اور امامیہ دین“

حضرت یونسؑ کا قصہ بھی اس دین کی روایات میں پورے طمطراق سے درج ہے کہ ”**عن حبتہ العرنی قال قال**

امیر المؤمنین، ان اللہ عرض ولایتی علی اھل السموات و علی اھل الارض.... و انکر ھا یونس فحبسہ اللہ فی بطن الحوت حتی اقربھا، امیر المؤمنین نے فرمایا کہ میری ولایت آسمان وزمین والوں پر پیش کی گئی۔۔۔۔ یونس نے اس کا انکار کر دیا جس پر انہیں مچھلی پیٹ میں ڈال دیا گیا یہاں تک کہ انہوں نے ولایت کا اقرار کرلیا (بحار رج ۲۶ رروایت نمبر ۳۴ رص ۲۸۲)

ایک جگہ یوں روایت کہ "قال رسول اللہ ان اللہ تعالیٰ عرض ولایتہ علی بن ابی طالب علی اھل السموات و اھل الارض فقبلوھا ما خلا یونس بن متی فعاقبہ اللہ و حبسہ فی بطن الحوت (بحار رج ۲۶ رباب ۷ رروایت ۱۶ رصفحہ ۳۳۳)، یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے علی کی ولایت کو آسمانوں اور زمین والوں پر پیش کیا انہوں نے ولایت علی کو قبول کرلیا سوا یونس بن متی کے (کہ انہوں نے قبول نہ کیا جس پر) اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عقاب اتارا اور وہ مچھلی کے پیٹ میں ڈال دیئے گئے۔

کچھ اسی طرح کا معاملہ حضرت ایوبؑ کے بارے میں بھی منقول ہے بحار کے اسی باب میں لمبی روایت ہے" .... وانت قصتہ ایوب و سبب تغیر نعمتہ اللہ علیہ؟ پھر امیر المؤمنین نے راوی سے پوچھا کیا تمہیں ایوب کا قصہ معلوم ہے اس نے جواب دیا اللہ اعلم و انت یا امیر المؤمنین، اللہ جانتا ہے اور اے امیر المؤمنین آپ جانتے ہیں (مجھے تو پتہ نہیں) تو امیر المؤمنین نے اسے بتایا کہ "لما کان عند الانبعاث للنطق شک ایوب فی ملکی فقال ھذا خطب جلیل و امر جسیم قال اللہ عزوجل یا ایوب اتشک فی صورۃ اقمتہ انا؟ انی ابتلیت آدم بالبلا فوھبتہ، لہ وصفحت عنہ بالتسلیم علیہ بامرۃ المؤمنین و انت تقول خطب جلیل و امر جسیم فوعزتی لا ذیقنک من عذابی او تتوب الی بالطاعتہ لامیر المؤمنین (بحار رج ۲۶ رباب ۶ رروایت ۵۳ رصفحہ ۲۹۳)

حاصل یہ ہے کہ حضرت ایوب کو جو عتاب کا شکار ہونا پڑا اور اللہ کی نعمتوں نے ان سے رخ موڑ لیا اس کا باعث انکا امیر المؤمنین کی سرداری میں شک کرنا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو خطاب کر کے بتا دیا کہ تو نے کس کی ملکیت میں شک کیا ہے؟ اس کی ملکیت میں کہ جس کی وجہ سے پہلے آدم مبتلائے عتاب ہو چکے ہیں اب آپ نے بھی شک کیا ہے تو مجھے میری عزت کی قسم میں تمہیں بھی مبتلائے عتاب کروں گا یا آپ توبہ کر کے امیر المؤمنین کی اطاعت اختیار کرلو۔

امیر المؤمنین نے صاف بتا دیا کہ وہ جو لمبی تکلیف کا ان کو سامنا کرنا پڑا یہ وہی ماجرا تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو کہا تھا کہ

"**لاذیقنک من عذابی**" کہ میں تجھے بھی اپنی پکڑ کا ذائقہ چکھاؤں گا۔ بہرحال حضرت آدمؑ ہوں یا حضرت یونسؑ، حضرت داوٗدؑ ہوں یا دیگر انبیاء، حضرت علیؓ کے بارے میں انہوں نے اپنے عہد کو جیسے پورا کرنا چاہیے تھا وہ نہیں کیا جس کی وجہ سے کوئی مچھلی کے پیٹ میں گیا تو کوئی جنت سے باہر بھیجا گیا، یوں اس دین نے انبیاء کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ایک وہ جنہوں نے ولایت علی کو پورے طور پر مان لیا مگر انبیاء کی پوری جماعت میں ان کی تعداد اقل قلیل ہے یعنی صرف ۵ جب کہ غالب اکثریت ان کی ہے جنہوں نے کچھ نہ کچھ شک شبہ کیا کسی نے تھوڑا تو کسی نے زیادہ، بلآخر ان کو عتاب اٹھانا پڑا تب جا کر انہوں نے معافی مانگی۔

فصل۲۔عقیدہ ولایت نے فرشتوں کو بھی دو حصوں میں بانٹ دیا

ولایۃ علی کوئی ایسی چیز تو ہے ناں کہ نبی بھی اس پر ایمان لانے کے بارے میں شک کرنے لگے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان سے بڑا ناراض ہوا حتی کہ اپنی نعمتیں تک ان سے واپس لے لیں، بلکہ بعض حضرات کو تو زیر عتاب آنا پڑا یہ بات صرف انبیاء تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے خاص فرمانبردار ہیں ان کی بھی کچھ ایسی صورت حال ہوئی، امامیہ دین کا کہنا ہے

امام ابوعبداللہ نے فرمایا

ان الله امر کم هذا عرض علی الملائکته فلم یقر به الا المقربون

کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس امر (ولایۃ) کو فرشتوں پر پیش کیا تو سوا مقرب فرشتوں کے کسی نے اس کا اقرار نہ کیا (بحارالانوار باب ۸/روایت ۷/جلد ۲۶/صفحہ ۳۴۰)

مذید کہتا ہے: سدید ابوعبداللہ سے نقل کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سامنے تمہارے اس امر (ولایت) کو پیش کیا "**فلم یقربه الا المقربون**" یعنی سوا مقربین فرشتوں کے کسی نے اس کا اقرار نہ کیا اور انبیاء پر یہ امر پیش کیا گیا تو "**فلم یقربه الا المرسلون**" مرسلین کے سوا کسی نے اس کا اقرار نہ کیا۔۔۔۔(ایضا/روایت ۸ صفحہ ۳۴۰)

اس کے بعد والی روایت میں امام ابوجعفر نے ابوحمزہ کو بتایا کہ کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہمارے امر (یعنی ولایت کو قبول کرنے کیلئے) فرشتوں میں سے مقربین کو، انبیاء میں سے مرسلین کو، ایمان والوں میں سے ممتحنین (جن کا امتحان کر لیا گیا ہو) کو چنا ہے۔

معلوم ہوا اس دین کا جو ٹوٹل سرمایہ ''عقیدہ امامت'' کی صورت میں وضع ہوا ہے اس عقیدہ امامت پر ایمان لانے یا نہ لانے کے سلسلہ میں انبیاء کی طرح فرشتوں میں بھی تقسیم پیدا ہوگئی ہے جب یہ امر (ولایت) فرشتوں پر پیش کیا گیا تو فرشتے دو حصوں میں بٹ گئے ایک وہ جنہوں نے فوراً مان لیا دوسرے وہ جنہوں نے فوراً قبول نہ کیا پہلی قسم کے فرشتوں کو مقربین کا نام دیا اور دوسری قسم کے فرشتے غیر مقربین کہلاتے ہیں۔

بات صرف یہیں تک نہیں جارکتی بلکہ یہ دین جس طرح امر ولایت کو نہ ماننے کی وجہ سے بعض انبیاء کو زیرِ عتاب دیکھتا ہے کہ ان پر عتاب ہوا تب جا کر وہ ولایت پر ایمان لائے ایسے ہی فرشتوں میں بھی انکار ولایت کی بنا پر وہی کچھ ہوا اس سلسلہ میں با قاعدہ ایک واقعہ وضع کیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیں فطرس کے ساتھ کیا ہوا

الازهر البطيخي عن ابی عبدالله قال: ان الله عرض ولايته امير المؤمنين فقبلها الملائكه و اباها ملك يقال له ''فطرس'' فكسر الله جناحه، فلما ولد الحسين بن علیؑ بعث الله جبرئيل فی سبعين الف ملك الی محمد ﷺ يهنئهم بولا دته، فمر بفطرس: فقال له فطرس: يا جبرئيل الیٰ اين تذهب؟ قال بعثنی الله الی محمد ﷺ اهنئهم بمولود ولد فی هذه الليله، فقال له فطرس احملنی معك وسل محمدايد عولی فقال له جبرئيل اركب جناحی فركب جناحه فاتی محمد فدخل عليه وهناه فقال له: يا رسول الله ان فطرس بينی و بينه اخوه وسئالنی ان اسئالك ان تدعوالله له ان يرد عليه جناحه فقال رسول الله ﷺ لفطرس اتفعل؟ قال نعم فعرض عليه رسول الله ﷺ ولايته امير المؤمنين فقبلها فقال رسول الله ﷺ شانك بالمهد فتمسح به وتمرغ فيه: قال فمضیٰ فطرس الی مهدا الحسين بن علی عليه السلام و رسول الله ﷺ يدعواله قال رسول الله ﷺ فنظرت الی ريشه وانه ليطلع و يجری منه الدم و يطول حتی لحق بجناحه الآخر وعرج مع جبرئيل الی السماء و صار الی موضعه

(بحار الانوار رج ۲۶ / باب ۸ / روایت ۱۰ / صفحہ ۳۴۱)

امام ابو عبداللہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امیر المؤمنین کی ولایت فرشتوں کے سامنے پیش کی تو فرشتوں نے اسے قبول کر لیا مگر ایک فرشتہ جس کو ''فطرس'' کہا جاتا تھا، اس نے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے پروں کو توڑ دیا، پھر جب حسین بن علی پیدا ہوئے تو ان کی ولادت پر مبارک دینے کیلئے حضرت جبرئیل کو ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ

حضرت محمد ﷺ کے پاس بھیجا ان کا گزر فطرس کے پاس سے ہوا تو فطرس نے کہا اے جبرئیل کہاں جا رہے ہو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ نے مجھے محمد ﷺ کی طرف اس بچے کی مبارکباد دینے بھیجا ہے جو اس رات میں پیدا ہوا ہے فطرس نے کہا کہ مجھے بھی ساتھ لے جاؤ اور محمد ﷺ سے عرض کرو کہ وہ میرے لئے دعا کریں، جبرئیل نے کہا میرے پروں پر سوار ہو جاؤ پس وہ جبرئیل کے پروں پر سوار ہو گیا حضرت محمد ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو ان کی خدمت میں مبارکباد پیش کی اور عرض کیا اے رسول اللہ ﷺ فطرس اور میری دوستی تھی اس نے مجھ سے کہا ہے کہ میں آپ سے درخواست کروں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اللہ تعالیٰ فطرس کو اسکے پر لوٹا دیں اس پر رسول اللہ ﷺ نے فطرس سے پوچھا کیا تو نے ایسا کیا ہے؟ فطرس نے عرض کیا جی ہاں پھر رسول اللہ ﷺ نے اس پر امیر المؤمنین کی ولایت پیش کی جسے اس نے قبول کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حسین کے جھولے کو جا کر مس کرو، راوی کہتا ہے کہ فطرس حضرت حسینؑ کے جھولے کی طرف گیا ادھر رسول اللہ ﷺ نے اس کیلئے دعا کی راوی کہتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پس میں نے دیکھا اس کے پروں کی طرف کہ وہ نکل رہے ہیں اور ان میں خون جاری ہو گیا اور پر بڑے ہونے لگے یہاں تک کہ دوسرے پر اسکو لگا دیئے گئے اور وہ اپنے پروں پر جبرئیل کے ساتھ آسمان کی طرف چلے گئے اور اپنی جگہ (مرتبے) کی طرف لوٹا دیئے گئے۔

''گڈ'' اور ''بیڈ'' والی تقسیم کوئی جدید دور کی پیداوار نہیں تاریخی اعتبار سے اس کی کڑیاں ہزار سال پرانی دنیا سے ملتی ہیں، اگر انبیاء کے دین سے حقیقت محبت رکھنے والوں کو گڈ ملاں، بیڈ ملاں، گڈ طالبان، بیڈ طالبان، گڈ مسلمان، بیڈ مسلمان کے تمغے عنایت ہو رہے ہیں تو ماضی میں بھی ایسا کچھ ہو چکا ہے اب کی تقسیم امت میں ہے تو ماضی میں یہ تقسیم انبیاء اور فرشتوں کی بھی ہو چکی ہے ذرا اوپر گزری روایات کو ایک بار پھر ملاحظہ کریں کہ یہ دین کس طرح یہ تاثر دے رہا ہے کہ فرشتے بھی ''نوء من ببعض و نکفر ببعض'' کا مزاج رکھتے تھے کہ اللہ کے کچھ احکام تو مان لئے لیکن ولایت علی کی باری آئی تو ''نکفر ببعض'' کا برملا اظہار ہو گیا نیز یہ کہ ''ولایت علی'' نے فرشتوں کو بھی دو حصوں میں بانٹ کر تفریق پیدا کر دی۔

''تقسیم انسانیت کا خدائی معیار اور امامیہ دین''

روز جزا قائم ہونے والی عدالت میں انسانیت کی بنیادی تقسیم ''امنوا اور کفروا'' کے اصول پر دو حصوں میں ہوگی، ''امنوا'' کے تحت آنیوالے بلا آخر جنت کے گھر میں اور ''کفروا'' کی چھتری میں آنے والے جہنم میں ہوں گے اسی

عمومی فضاء کی بنا پر اہل ایمان قلیل من عبادی الشکور کے ضمن میں آتے ہیں جبکہ کفر کا جھنڈا اٹھانے والے بڑی تعداد میں پائے جاتے رہیں گے مگر اس دین کا پیمانہ دوسرا ہے، ان کے نزدیک جنتی جہنمی کا سارا سلسلہ بس اہل اسلام پر بند ہے، جو تو علی کی ولایت پر ایمان لایا وہ جنتی جس نے ولایت علی کو نہ مانا وہ جہنمی، اب سارے کے سارے انعامات صرف اور صرف پہلی قسم کے گرد گھومتے ہیں اور عذاب کی تمام اقسام اور سب سزائیں بس دوسرے طبقہ کیلئے مختص ہیں۔

جہاں تک امامیہ دین کے علمی و عملی افکارات و دینی سرمایہ کا جائزہ لیا جائے بات ان دو خانوں سے آگے نہیں نکلے گی ہر مرتبے کی انتہا علی علی کہنے والے مست ملنگوں پر اور ہر سزا و عذاب کی تان کتاب خدا کو تحریف سے مبرا جاننے والے ان فقیروں پر ٹوٹتی ہے جو "قال الله و قال الرسول" کی نوکری و خدمت میں زندگیاں کھپا گئے، چنانچہ جس طرح انبیاء کی لاکھ سے متجاوز جماعت میں ولایت علی کا کماحقہ اقرار و اجماع کرنے والے صرف ۵ تھے اور جس طرح فرشتوں میں بھی ولایت علی ماننے کے بارے میں صورت حال حیران کن ہے اسی طرح "لا الہ الا الله" پڑھنے والوں میں بھی ولایت علی ماننے والے اقل قلیل ہیں۔

اس بارے میں سلسلہ روایات کا سینہ بڑا فراخ ہے۔ اگر ان روایات کو جمع کیا جائے تو کئی جلدیں تیار ہو جائیں گی لہٰذا اس عنوان کی ساری روایت کو طوالت کے ڈر سے چھوڑ کر صرف ایک روایت کو پیش کیا جاتا ہے، عہد الست کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کہا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب لوگوں نے کہا کیوں نہیں (آپ ہی ہمارے رب ہیں) فرمایا اور محمد میرے رسول ہیں؟ تو سب نے کہا (بلی) کیوں نہیں (محمد ﷺ آپ کے رسول ہیں) فرمایا "و علی امیر المؤمنین؟" یعنی علی امیر المؤمنین ہیں؟ "فابی الخلق جمیعاً"، ساری مخلوق نے (اس عقیدے سے) انکار کردیا، (آگے چل کر استثناء کیا) "الا نفر قلیل"، مگر تھوڑے سے لوگوں نے مانا۔

(بحار الانوار ج ۲۶/ باب ۶/ روایت نمبر ۱۲/ صفحہ ۲۷۰)

فصل ۳۔ نبی رحمت ﷺ کے ساتھ امامیہ دین کا رویہ

انبیاء، فرشتوں اور اہل ایمان کے ساتھ اُن کا جو معاملہ ہوگا وہ تو شائد ثانوی چیز ہے یہاں تو خود رحمت عالم ﷺ کا سرمایہ حیات اس دین کی تقسیم و تفریق کی زد میں ہے، چند اشارات ملاحظہ فرمائیں

ا۔قرآن میں تفریق

انکا کہنا ہے کہ آپ ﷺ کی رحلت کے بعد ایک قرآن حضرت علیؓ نے جمع کیا اور ایک حضرت عمرؓ کے مشورہ سے حضرت ابوبکرؓ نے چھ رکنی کمیٹی سے جمع کروایا، جسے حضرت عثمانؓ نے پوری دنیا میں پھیلا دیا اِس وقت موجودہ مصحف کو اسی وجہ سے مصحف عثمانی کہتے ہیں حضرت علیؓ نے جو قرآن جمع کیا وہ تو وقت کے حاکموں نے قبول نہ کیا کیونکہ جب اسے کھولا گیا تو کھلنے والے پہلے ہی صفحے پر نظر پڑی وہاں پر تو ۷۰ کفار قریش کے نام لکھے کھڑے تھے، لہٰذا وقت کے حاکموں نے اسکو قبول نہ کیا، حضرت علیؓ نے بھی پھر اُس کو ایسا غائب کیا کہ اب تک اس کو کسی کی ہوا بھی نہ لگنے دی حتیٰ کہ اپنے دور اقتدار میں بھی وہ اپنے جمع کئے ہوئے قرآن کو چھپائے رہے اور وہی حضرت عثمانؓ کا نشر کیا ہوا قرآن پڑھا، پڑھایا جاتا رہا، خود حضرت علی نے بھی ہمیشہ وہی صحابہ کرام والا قرآن پڑھا اور اپنا لکھا ہوا قرآن (کہ جس کی سورۃ بینہ میں ۷۰ کفار قریش کے نام درج تھے اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ تھا) کبھی نہ پڑھا ان کے دور اقتدار میں بڑھ تعداد ایسے قاریوں کی تھی جو قرآن پاک کی باقاعدہ تعلیم دے رہے تھے ان میں کسی ایک سے بھی حضرت علی والے قرآن کے پڑھانے کی خبر دستیاب نہیں ہے خود حضرت علیؓ کے شاگردوں سے بھی حضرت علیؓ لکھا ہوا قرآن پڑھنا پڑھانا ثابت نہیں، کیوں کہ اپنے اقتدار میں بھی وہ بااختیار نہیں تھے، لہٰذا تقیہ کر کے گزارا کرتے رہے، اس دین نے صحابہ کرام کا جمع کیا ہوا اور حضرت علیؓ کا جمع کیا ہوا قرآن کے عنوان سے دو قرآن بتائے ہیں، فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب طبرسی کی الاحتجاج، محمد بن یعقوب کلینی کی اصول کافی اور تفسیر قمی وغیرہ سے لے کر دور حاضر کی امامیہ اردو تفاسیر تک متعدد کتابوں میں مذکورہ تفاصیل درج ہیں اس عنوان کی صرف ایک جھلک راقم نے اپنے الفاظ میں عرض کی ہے۔

یہ بات تو اس دین میں یقینی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد ایک قرآن حضرت علیؓ نے لکھا تھا اور یہ بات بھی پورے طور پر اتفاقی ہے کہ اب جو قرآن پاک عالم دنیا پر پڑھا پڑھایا جاتا ہے، وہ مصحف عثمانی ہے، تو پھر وہ حضرت علیؓ کا لکھا ہوا قرآن کہاں ہے؟ اس کا جواب امامیہ دین کی طرف سے یہ آتا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی اولاد کو اور انہوں نے آگے اپنی اولاد کے معصوم اماموں کو چھپا کر دیا یوں چلتے چلتے وہ امام مہدی تک آیا اور انہوں نے اپنے ساتھ اس قرآن کو بھی غائب کر دیا اب وہ قرآن امام مہدی کے پاس ہے جب وہ حکومت کرنے کیلئے ظاہر ہوں گے تو پھر یہ جو اس وقت موجودہ قرآن ہے اس کی جگہ وہ اصلی قرآن پڑھا جائے گا اور اسی اصلی قرآن کے مطابق فیصلے ہوں گے، مدینہ یا مکہ کی بجائے مرکز اسلام کوفہ ہوگا بغیر گواہوں کے فیصلے ہوں گے روضہ اطہر کو توڑا جائے گا شیخین کو زندہ کر کے سزائیں دی

جائیں گی، حضرت داؤد کی شریعت کے مطابق فیصلے ہوں گے، وغیرہ وغیرہ: اب مصحف عثمانی کی اس امامیہ دین میں کیا حیثیت ہے؟ ملاحظہ فرمائیں

۱۔(حضرت عمرؓ کے سوال پر) حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ہاں جب میری اولاد سے قائم (امام مہدی) کھڑا ہوگا اس وقت وہ اس (میرے لکھے ہوئے اصلی قرآن) کو ظاہر کرے گا اور لوگ اس پر عمل کریں گے پس سنت کو اس کے مطابق وہ جاری کرے گا۔

(ترجمہ مقبول تحت سورۃ واقعہ نمبر۹۷/صفحہ۱۰۷۱۔مقدمہ صافی/جلد۱/صفحہ۲۷۔احتجاج طبرسی جلد۱صفحہ۲۲۸)

۲۔ ان القران الذی جاء به جبرئیل الی محمد سبعته عشر الف آیته

وہ قرآن جو جبرئیلؑ حضرت محمد ﷺ کی طرف لے کر آئے تھے اس کی سترہ ہزار/۱۷۰۰۰ آیتیں تھیں۔(اصولی کافی/جلد۴/صفحہ۴۴۶)

۳۔عن ابی عبدالله لو قد قری القرآن کما انزل لالتفینا فیه مسمین

امام ابوعبداللہ سے روایت ہے کہ اگر قرآن اس طرح سے پڑھا جائے جیسا کہ نازل ہوا تو اس جرم میں گردن مروڑ دی جائے گی۔(تفسیر عیاشی/جلد۱/صفحہ۲۵۔مقدمہ تفسیر صافی/جلد۱/صفحہ۴۱)

۴۔سورۃ یوسف کی تفسیر لکھتے ہوئے آیت نمبر۴۹ کے آخری لفظ "**یعصرون**" کے تحت مقبول دھلوی نے مفصل حاشیہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ قرآن شراب خور خلفاء کی خاطر بدل دیا گیا ہے پھر سوال و جواب کی صورت میں لکھا کہ ہم امام کے حکم سے مجبور ہیں جب تک امام مہدی نہیں آجاتا اس وقت تک اسی غلط قرآن کو پڑھا جائیگا تاکہ اس کے غلط پڑھنے کا گناہ قرآن بدلنے والوں کو ملتا رہے جب امام آجائے گا تو اصل قرآن پڑھا جائے گا۔(ملخص)۔(ترجمہ مقبول تحت سورۃ یوسف/آیت نمبر۴۹)

۵۔شیعہ کتابوں کافی وغیرہ کے مترجم ظفر حسین سے جانئے وہ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں لکھتا ہے کہ:

بحمداللہ قرآن میں ایسے تفرقات نہیں ہوئے تاہم تحریف سے محفوظ نہیں رہا، حضرت علیؑ نے آنحضرت کی وفات کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ قرآن کو موافق تنزیل جمع کیا لیکن حکومت نے کسی مصلحت سے اس کا رائج کرنا منظور نہ کیا انکی جمع کا کام مختلف اوقات میں ہوتا رہا موجودہ قرآن حضرت عثمان کا جمع کیا ہوا ہے جس کو انہوں نے چند حافظین قرآن صحابہ کے ذریعے سے سرانجام دیا تھا اور ان کے سوروں اور آیتوں کی ترتیب موافق تنزیل نہیں بلکہ مکی و مدنی سورے

کھچڑی ہو رہے ہیں (تفسیر قران از ظفر حسن ص ۲۸)۔

”نبی کی اولاد میں تفریق“

ہمارے محبوب ﷺ نے بیٹی کو رحمت اور بیٹی کی اچھی تربیت کر کے اور ادب سکھا کر وقت پر اس کی شادی کر دینے پر جنت کی بشارت دی ہے ظاہر ہے جب بچی کی شادی کرے گا تو داماد کا رشتہ بنے گا چونکہ نبی رحمت ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو یکے بعد دیگرے دو صاحب زادیاں عقد کر کے عنائت فرمائی تھیں تو حضرت علیؓ کی طرح رشتہ میں وہ بھی داماد بنے اور یہ بات امامیہ دین کے لئے گلے میں اٹک جانے والی وہ ہڈی ہے جو نہ اگلی جا سکے نہ نگلی جا سکے لہٰذا اس کا آسان حل یہ نکالا گیا کہ نبی رحمت ﷺ کی چار میں سے ۳ بیٹیوں کا سرے سے انکار کر دو تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

اب جب نبی رحمت ﷺ کی اولاد کا ہی انکار کر دیا تو اس کا لازمی نتیجہ نبی رحمت ﷺ کے دامادی والے رشتہ میں کچھ کا اقرار اور کچھ کا انکار لازم آیا پس نبی اکرم ﷺ نے جن ۳ افراد کو شرف دامادیت عطاء فرما کر اس رشتہ کی برکت سے ایک قسم کی اولاد بنا لیا تھا کہ شرف و مرتبہ میں نسبی باپ کے علاوہ استاد کا اور سسر کا درجہ بھی ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ اولاد کے لئے باپ کا: لہٰذا تین دامادوں میں تفریق و تقسیم کرتے ہوئے ایک کو داماد کے طور پر مان لیا اور دو کا انکار کر دیا۔ اسی طرح کے لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ جل شانہ نے فرمایا ”نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ“ (النساء/۱۵۰) کہ وہ بعض کو تو مان لیتے ہیں مگر بعض کا انکار کر دیتے ہیں۔

”اھلبیت میں تقسیم و تفریق“

بعض کو ماننے اور بعض کو نہ ماننے کا سلسلہ بس یہی تک نہیں رک جاتا، بلکہ نبوی سرمایہ کے پورے اثاثہ تک پھیلا ہوا ہے، آپ ﷺ کی ذات سے براہِ راست تعلق کا ایک رشتہ ازواج مطہرات کا ہے، اسی اعزاز کی بنا پر اُن کو امت کی مائیں قرار دیا گیا ہے، قرآن کریم نے ازواج کو اہل بیت کے نام سے ذکر کیا ہے، سورۃ ھود کے علاوہ بھی ایک سے زیادہ مقامات پر افراد گھر کے لئے یہ لفظ استعمال ہوا ہے جن کی ابتداء زوجہ سے ہوتی ہے، بلکہ زوجہ کو اہلیہ بھی اسی قریب المعنی ہونے کی بنا پر کہا جاتا ہے مگر امامیہ دین اس باب میں بھی تفریق و تقسیم کی راہ پر جما ہوا ہے، اُن کے نزدیک اہلیہ سرے سے اہل بیت میں شامل ہی نہیں بلکہ قرآن پاک کی سورۃ احزاب میں اہل بیت کا لفظ صرف اُن ۵ افراد کے لئے ہی

مخصوص ہیں جو ردائے نبوی کے سائے میں ایک خاص موقعہ پر جمع ہوئے انہیں ۵ کو یہ پنج تن پاک کی اختراع سے بھی یاد کرتے ہیں لطف کی بات تو یہ ہے کہ جن ازواج کو اہل بیت میں ماننے سے صاف انکار کیا جاتا ہے انہیں ازواج مطہرات کا ذکر خیر سورۃ احزاب کے موجود مقام پر سابق ولاحق کلام میں پھیلا ہوا ہے، یعنی ''**انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت**'' سے پہلے بھی پورا بیان ازواج مطہرات کے بارے میں چل رہا ہے اور اس جملہ کے بعد بھی بات ازواج مطہرات سے ہو رہی ہے مگر درمیان میں اہل بیت کا لفظ آتا ہے تو بلا تاخیر بیویاں اسے لفظ سے باہر چلی جاتی ہیں اور یہ لفظ صرف ان ۵ افراد کے لئے رہ جاتا ہے، جو نہ تو سیاق کلام میں مخاطب ہیں اور نہ سباق کلام میں۔ درست صورت حال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس آیت کے نازل ہونے پر اللہ کریم سے دعا کی جو مستجاب ہوئی آپ نے چادر میں حسنین کریمین انکی والدہ گرامی سیدہ فاطمہ الزہراؓ اور حسنینؓ کے والد گرامی حضرت علیؓ کو اپنے ساتھ چادر میں لے لیا تھا، یعنی جب اللہ جل شانہ نے نبی پاک ﷺ کی ازواج مطہرات کیلئے عظیم الشان اعزاز کا اعلان فرمایا کہ اے نبی کی بیویو، اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا لیا ہے کہ وہ تم سے (ہر) رجس کو دور فرما دے (یعنی ہر گندگی سے پاک فرما دے) تو آپ ﷺ نے اپنی اولاد کیلئے بھی اس عظیم نعمت کے عطاء کرنے کی دعا کی جو مقبول ہوئی اور آپ نے اہل بیت کی اس نعمت میں ان چار حضرات کو شریک کرنے کا اعلان چادر پھیلا کر فرمایا، اب اہل اسلام نے تو ازواج رسول کو قرآن کی روح سے اور سیدہ فاطمۃ الزھرا، حسنین کریمینؓ، اور حیدر کرارؓ کو فرمان رسول و دعائے نبوی کی بنا پر اہل بیت میں اور ذکر کردہ انعام میں شریک مانا ہے یعنی ازواج رسول بھی اہلبیت ہیں اور یہ صاحب چادر حضرات بھی اہلبیت ہیں ان دونوں طرح کے نفوس قدسیہ پر ''**لیذھب عنکم الرجس**'' کا انعام ہوا اللہ جل شانہ نے ازواج مطہرات اور محبوب کائنات کی اولاد، دونوں کو گندی سے پاک کرنے کا فیصلہ فرمایا یہ وہ مفہوم ہے جو قرآن وسنت دونوں کے مجموعہ سے حاصل ہوا، مگر امامیہ دین کا باوا آدم ہی نرالا ہے سیاق وسباق کو یکسر طور پر نظر انداز کرنے کے ساتھ لفظ کے معمول بہ استعمال اور گرائمر کے تقاضے پوری طرح نظر انداز کر دیئے گئے تا کہ ذوق تفریق اور بعض کو ماننے اور بعض کو نہ ماننے کی روش قائم رکھی جا سکے۔

ضروری وضاحت

اہل علم تو اس لفظ کے قرآنی استعمال اور لغت و گرائمر کی بحث کو بخوبی جانتے ہیں البتہ دین کے بارے میں جن حضرات

کی معلومات کم ہیں ممکن ہے وہ کہیں کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں، ان کیلئے یہ عرض ہے کہ اہل بیت کا ایک قرآنی مفہوم ہے، جو قرآن پاک کے مختلف مقامات پر موجود ہے اور وہ ہے ''بیوی'' ۔

سورۃ احزاب میں بھی اہل البیت کا جو لفظ ہے اس کی مخاطب ازواج مطہرات ہیں جب اللہ جل شانہ نے نبی رحمتﷺ کی ازواج کو ''انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت'' کی عظیم نعمت عطاء کی تو نبی رحمتﷺ نے دُعا فرمائی کہ یہ نعمت میری اُس صاحبزادی کو بھی عطاء فرما دیں جن کی وجہ سے میرا سلسلہ نسل آگے چلا تو اللہ جل شانہ نے آپﷺ کی دُعا قبول فرمالی، آپﷺ نے چادر پھیلا کر سیدۃ فاطمۃ الزہرا، حضرات حسنین کریمین اور حضرت علی المرتضیٰؓ کو اس چادر کے سایہ میں لے کر اِس عزت میں ان کو شامل کروالیا جو اللہ جل شانہ نے ازواج مطہرات کو عطاء فرمائی، اب خلاصہ یہ نکلا کہ اس مقام پر اہلبیت کا ایک قرآنی مفہوم ہے ایک حدیثی و نبوی مفہوم: اہل ایمان نے ازواج مطہرات کو اِس اعزاز سے مالا مال مان لیا قرآنی حکم کو مان کر اور حضرت علی المرتضیٰؓ، سیدۃ حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور حضرات حسنین کریمین کو اہلبیت اور اِس مقام پر ارشاد فرمائے اعزاز کو ان نفوس قدسیہ کے لئے مان لیا، اپنے محبوبﷺ کی دُعا و حدیث کی بنا پر، لہٰذا اہلبیت میں ازواج قرآن کی بنا پر اور سیدۃ اور ان کے شوہر و بیٹے اہلبیت میں شامل ہیں، حدیث و دعائے نبوی کی بنا پر (لا نفرق بین احد منھم) یہ ہے اہل ایمان کا دینی سرمایہ جب کہ اِس کے برعکس وہ ہیں کہ جن کا سرمایہ فخر ''نوء من ببعض و نکفر ببعض'' ہے۔ وہ حضرت علی، سیدہ فاطمۃ الزہرا، حسنین کریمین کو تو اہلبیت مانتے ہیں مگر ازواج رسول کو اہلبیت ماننے سے انکار کرتے ہیں۔

۴۔ آل رسول میں تفریق

یہ عمومی غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ آل رسول سے امامیہ دین کا رشتہ محبت بڑا شاندار ہے؟ اِس راز سر بستہ کی حقیقت تو کسی دوسرے مقام پر کھل سکے گی، کہ یہ آل رسول سے کس خطرناک طریقے سے پیش آئے، البتہ ''نوء من ببعض و نکفر ببعض'' کی ایک جھلک اس باب میں بھی ملاحظہ فرمائیں، کہ کیسے یہ لوگ آل رسول پر بھی ہاتھ صاف کرتے جا رہے ہیں۔ ''پانچ تن پاک'' کی مروجہ و معروف صدا تو عام و خواص کے کانوں تک ضرور پہنچی ہوگی، اس اصطلاح نے آل رسول میں بھی تفریق و تقسیم کی ایک دیوار حائل کر دی ہے حضرت علی المرتضیٰؓ کے اٹھارہ بیٹے بیٹیاں تھیں، خود فاطمۃ الزہرا سے دو صاحب زادیاں اور ۳ صاحب زادے تھے مگر حضرت فاطمۃ الزہرا کے جگر کے پانچ ٹکڑوں میں سے صرف ۲

معصوم اور باقی ۳ غیر معصوم کی تفریقی جکڑ بندیوں میں محصور ہیں ایک ہی باپ، ایک ہی ماں، ایک ہی نانا مگر اولاد کے اِن افراد میں سے ۲ ایک طرف اور ۳ دوسری طرف، پھر جو دو معصوم قرار پائے ان کی آگے جو نسل پھیلی تو لگے ہاتھوں حضرت حسن کی تو ساری اولاد ہی عصمت والی ردا سے محروم قرار دے دی گئی، حضرت حسینؓ کی اولاد میں سے بھی جو سلسلہ نسل در نسل آگے چلتا گیا تو پوری نسل آگے چل کر پھر ۲ حصوں میں تقسیم ہوتی گئی، ایک قسم معصوم اور دوسری غیر معصوم کی، حضرت حسینؓ کی اولاد میں بھی معصوم تو صرف ۹ ہیں اُن میں سے بھی ایک صدیوں سے غائب ہیں جن کے دیکھے جانے یا نہ دیکھے جانے کے باب میں امامیہ امت کے مابین شدید اختلافات کی جنگ جاری وساری ہے، جبکہ غیر معصوموں سے تو اب دنیا بھر گئی ہے، پھر غیر معصوموں میں بھی ایک دوسری تقسیم موجود ہے، امامیہ دین بعض اماموں کی اولاد کو ''کذاب'' کا مستقل خطاب بھی جاری کرتا ہے، جیسے جعفر کذاب وغیرہ، حالانکہ وہ دسویں معصوم امام کے لخت جگر اور گیارہویں امام حسن عسکری کے بھائی اور بارھویں امام کے سگے چچا ہیں۔ امامیہ دین کے مطابق ایسے متعدد کذاب اس دین میں دستیاب ہیں جو خاندان نبوت سے ہیں مگر ان کے نسبی شرف کو یہ دین اس وقت پوری طاقت سے مسل دیتا ہے جب انکا نظریہ ضرورت اس کا تقاضہ کرے بلکہ وہاں پر تو آل نبی کیلئے کنعان فرزند نوح کی مثال دینے سے بھی نہیں چوکتے۔

۵۔ صحابہ کرام کی جماعت کو جن دو حصوں میں امامیہ دین نے تقسیم کیا ہے اُن میں ایک کو حزب اقتدار اور دوسرے کو حزب اختلاف کے روپ میں پیش کرتا ہے، حزب اقتدار کو اکثریت اور حزب اختلاف کو اقلیت کا رنگ دیتا ہے، کہتے ہیں ہم شیعہ امامیہ اثنا عشریہ پر عرصہ دراز سے یہ الزام بے بنیاد عائد کیا جارہا ہے کہ شیعہ تمام صحابہ کو بُرا جانتے ہیں۔ ہم تمام نیک وعدل پسند رفقاء رسول کو نہ صرف عقیدۃً بزرگ مانتے ہیں بلکہ ان کو ہدایت کا نشان تسلیم کرتے ہیں البتہ ہم اُن حضرات سے محبت نہیں رکھتے جو مغضوب خدا قرار پائے۔ (چاریار/ازعبدالکریم مشتاق ص ۵)
اسی طرح کُل سے محبت رکھنے والا اور تمام کو عدول سمجھنے والا مخالف قرآن اور منکر حکم خدا ہے۔۔۔۔شیعوں نے۔۔۔ اچھے اور بُرے میں تمیز کرلی اور پوری احتیاط سے ان لوگوں سے محبت نہ کی جو ازروئے قرآن مغضوب قرار پائے ہیں (ایضاص ۶)
خود فیصلہ کرلیا جائے کہ ایسے منافق لائق تعظیم ہوسکتے ہیں یا نہیں حالانکہ دائرہ اصحاب میں داخل تھے (ایضاص ۷)
جو صحابہ متمسک بالثقلین تھے۔۔۔ انہیں محبوب اور دوست رکھتے ہیں البتہ ہماری پرخاش اُن دوست نما اصحاب سے ہے

جنہوں نے خدا اور رسول خدا سے خیانت کی ہم ایسے لوگوں کی پیروی کرنا دین حق سے غداری سمجھتے ہیں پس ہم ظالم، نام نہاد صحابہ پر اعتماد نہیں کرتے (ایضاص ۱۳)

جماعت صحابہ میں تقسیم کا امامی نظریہ اتنا عام، معروف اور واضح ہے کہ ''تقیہ'' کے باوجود خواص ہی نہیں عوام بھی اس معروف نظریہ کا پرچار کرتے ہیں بلکہ اِس دین کی پوری عمارت ہی اسی نظریہ پر قائم کی گئی ہے، تقسیم کا معیار یہ قرار دیا گیا ہے کہ کچھ صحابہ نیک تھے، عدل پسند تھے اور باقی ایسے نہیں تھے بلکہ وہ تو منافق، ظالم و مغضوب تھے جو تو عدل پسند تھے وہ مذکورہ کتاب کے اندر صرف چار ہیں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ''چار یار'' یہ تو دور حاضر کا لکھاری ہے جس نے اردو میں اس کا اعلان کیا کہ نبی کے بعد بس چند ایک لوگ تھے جو عدل پسند تھے یہی بات یہ دین صدیوں سے کہتا چلا آ رہا ہے کہ نبی کے بعد سوا تین چار کے (نعوذ باللہ) سب مرتد ہو گئے تھے، لاکھوں کی تعداد میں نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے والے وہ حضرات جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ النصر میں فرمایا ''وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا (النصر / ۲) ترجمہ: کہ آپ لوگوں کو دیکھیں گے کہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں'' اب قرآن تو صحابہ کرام کی جماعت کیلئے افواج کا لفظ استعمال کر رہا ہے امامیہ دین کہتا ہے کہ بس تین چار ہی مؤمن، عدل پسند، نیک اور لائق تعظیم تھے، اب قرآن پاک نے جن کو فوج ہی نہیں افواج کی تعداد میں پوری صراحت کے ساتھ بیان فرمایا جس میں ذرا برابر بھی شک یا کسی دوسرے احتمال کی گنجائش موجود نہیں اس قرآن پاک کے حکم کی پوری ڈھٹائی کے ساتھ نفی کرتے ہوئے صحابہ کرام کو صرف چار یاروں تک محدود کر دیا جیسا کہ جدید و قدیم امامیہ دین کی تحریرات موجود ہیں اس پر مزید ظلم یہ کہ افواج کی تعداد میں موجود صحابہ کرام کو عدول سمجھنا یہ امامیہ دین مخالفت قرآن قرار دیتا ہے، پھر جن چند افراد کا نام امامیوں نے چنا ہے اُن کا باہمی معاملہ کیا تھا؟ وہ بھی ایک الگ بحث ہے۔

یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ امامیہ دین نبی کریم ﷺ کی جماعت میں تفریق و تقسیم کرتے ہوئے ''نوء من ببعض و نکفر ببعض'' کے جس مزاج پر قائم ہے وہ اتنا واضح اور صاف وشفاف ہے کہ اس مزاج پر کوئی ''تقیہ'' وغیرہ کی سینہ زوری بھی پردہ نہیں ڈال سکتی۔

''پہچان فرمائیں''

اللہ جل شانہ نے ایسے لوگوں کو ''وما هم بمؤمنين'' کے شرعی حکم میں داخل فرمایا ہے جو ''امنا بالله'' کہہ کر اپنے مؤمن

ہونے کا دعویٰ کر رہے تھے مگر ایمانیات میں صرف ۲ چیزوں کا سہارا لے کر خود کر مؤمنین کی صف میں شمار کروانا چاہتے تھے جس سے اشارۃ یہ بات معلوم ہو رہی تھی کہ یہ خود کو مؤمن کہنے والے ''نوء من ببعض و نکفر ببعض'' کے مزاج والے ہیں جبکہ اس کے برعکس نبی رحمت ﷺ پر ایمان لانے والوں کے اوصاف جلیلہ کو بیان فرماتے ہوئے ''یوء منون'' کا لفظ لایا گیا تھا جو صاف گواہی دے رہا تھا کہ وہ ہر اس بات پر ایمان لانے والے ہیں جن پر ایمان لانے کا حکم ہے اسی وجہ سے ہدایت وفلاح کا اعزاز ان کے نام ہوا مزید آگے چل کر سورۃ انفال میں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا تھا ''اولئک ھم المؤمنون حقا'' اب اہل عقل ودانش کا کام ہے کہ وہ ذرا تلاش فرمائیں اور ان لوگوں کو ڈھونڈیں جو (۱) خود کو مؤمن کہتے ہیں (۲) ''امنا'' کی دلیل میں ''بالله و باليوم'' پر گزارا کرتے ہیں (۳) دینی سرمایہ میں قرآن کی بتائی ہوئی اس پہلی علامت کے مطابق وہ بعض پر ایمان اور بعض کا انکار کرنے کے عادی ہیں۔ وہ کون لوگ ہیں؟ ایمان کا دعویٰ کرنے والی تمام جماعتوں کو پیش نظر رکھ کر تلاش کریں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا (انعام/۱۵۹)

مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا (الروم/۳۲)

''(ترجمہ) بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور (شیعہ) گروہ گروہ ہو گئے''

اہل علم کی خدمت میں عرض کہ عقائد کی کتابوں میں جو ''ونتبع السنته والجماعته الالتزام بالسنته و الجماعته و نجتنب الشذوذ والفرقه'' کا عقیدہ درج ہے اس کیلئے بطور دلیل یہ اور اس طرح کی دیگر آیات سے استدلال کیا گیا ہے اس ضمن میں ''شرح عقیدہ طحاویہ'' از صدر الدین محمد بن علاء الدین الحنفی المتوفی ۷۹۲ ھجہ کی ج ۲ وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

''اللہ کی نظر میں دین میں تفریق و تقسیم کرنے والے کون؟''

اللہ جل شانہ نے دین اور ایمانیات میں تفریق وتقسیم کرنے والوں کیلئے فرمایا ''وكانوا شيعاً'' اور وہ شیعہ (احزاب) تھے، اس قرآنی ارشاد سے ایسے لوگوں کا صاف طریقے سے سراغ ملتا ہے جو دین میں تقسیم، تفریق اور تخریب کے کاری گر تھے نام اور کام کا سرسری جائزہ لیا جائے تو امر مشاہدہ اس کی پوری تائید کرتا ہے البتہ ایک بڑا بھاری سوال اٹھتا ہے،

کہ یہاں لفظ شیعہ سے اُن موجودہ دور کے شیعوں کا نام تو نہیں لیا گیا بلکہ اس کا معنیٰ تو عربی میں گروہ (احزاب) ہے اِس سلسلے میں عرض ہے کہ کسی دوسرے کو قرآن میں استعمال ہونے والے لفظ شیعہ سے اتفاق ہو یا اختلاف مگر خود شیعوں کو اِس بات پر فخر ہے جس کا وہ برملا کتابوں میں اظہار واعتراف کرتے چلے آرہے ہیں اور اہل ایمان کو اِسی بناء پر طعنے دیتے ہیں کہ دیکھو ہمارا نام تو قرآن میں لکھا ہوا ہے کیا تمہارا نام قرآن میں ہے؟

پس جب امامیہ دین کا برملا اعتراف یہ ہے کہ ہمارا نام شیعہ قرآن میں ہے تو پھر اُن کے لئے قابل قبول امر ہے، لہٰذا امامیہ دین کے نقطہ نظر کی بنا پر انہیں اور اہل اسلام کو یہ بتانا مقصود ہے کہ قرآن کریم نے جوان کا نام لے کر کہا تو کیا کہا اب اس مقام پر دیکھنا تو صرف یہ ہے کہ یہ آیت کن لوگوں پر فٹ آرہی ہے؟ آپ قرآن پاک کو دیکھیں اور غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے دین میں تفریق کی دین کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا قرآن اُن کو ''شیعاً'' کہتا ہے آپ بے شک اس کو ''گروہ، احزاب'' کے کسی لفظ سے ترجمہ میں ڈھال لیں مگر قرآن میں تو لفظ ''شیعاً'' کی جگہ پر آپ احزاب وغیرہ جیسے الفاظ نہیں پڑھ یا لکھ سکتے وہاں تو یہ کہا جاتا رہے گا کہ ''فرقوا'' تفریق وتقسیم کے ذریعہ دین کو ٹکڑے بنانے والے ''وکانوا شیعاً'' شیعہ تھے اب جن حضرات نے گذشتہ چند ارشارات پر ٹھنڈے دل سے غور فرمایا ہے ان کا تو دل خود فیصلہ دے گا کہ یہ تو وہی لوگ ہیں، یعنی ان کا کام اور نام بلکل نعلین کی طرح برابر برابر ہے۔ البتہ جن حضرات نے اس دین کی اصلیت نہیں دیکھی ان کو اور نہیں تو اردو میں لکھی ہوئی عبدالکریم مشتاق کی کتاب عقدام کلثوم پڑھ کر تسلی کر لینی چاہیے کہ اس دین کی اصلیت کیا ہے۔

''اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا'' کے بارے میں اھل علم کے بیانات

مذید یہ عرض ہے کہ شیعہ دین کی مشاہداتی تفریق اور دین کی تقسیم وریخت دکھاتے ہوئے بے اختیار اِن آیات کا زبان پر اور زیر قلم آجانا کوئی راقم ہی کی اختراع نہیں اس دین سے واقفیت رکھنے والے بھی ایسا کچھ کہتے آئے ہیں چنانچہ اہل علم کے بیان ملاحظہ فرمائیں۔ محمد رشید بن علی رضاء الحسینی المتوفی ۱۳۵۴ھ بحجہ رسائل السنہ والشیعہ میں ابتداء اِن الفاظ سے کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ان الذین فرقوا دینهم و کانوا شیعا ـــ بئر الله و رسوله محمد خاتم النبیین ﷺ من الذین فرقوا دینهم و کانوا شیعا و نهی عباده المؤمنین من هذهِ الامته

المحمدیته و حذرهم ان یکونوا من المشرکین الذین فرقوا دینهم و کانوا شیعا ۔۔۔۔(صرف ایک سطر کے بعد عنوان لکھتے ہیں)تاریخ التشع و مذهب الشیعه، کان التشیع للخلیفه الرابع علی بن ابی طالبؓ مبلأً تفرق هذهِ الامته المحمدیه فی دینها و فی سیاستها و کان مبتد ع اصوله یهودی و اسمه عبدالله بن سباء۔۔۔(کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں) ’’إِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُواْ دِيْنَهُمْ وَكَانُواْ شِيَعًا‘‘ (الانعام/۱۵۹)الایته فاالتشیع فی الدین باطلته و الرسول ﷺ بریٔ منها بنص القرآن۔

(ترجمہ) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: وہ لوگ جنہوں نے دین میں تفرقہ پیدا کیا اور شیعہ ہو گئے ۔۔۔۔اللہ اور اسکے رسول محمد خاتم النبین ﷺ بری ہیں ان لوگوں سے جنہوں نے دین میں تفرقہ ڈالا اور گروہ گروہ ہو گئے اور اس امت محمدیہ کے ایمان والے اپنے بندوں کو اس بات سے منع کیا ہے اور اس بات سے ڈرایا ہے کہ وہ مشرکین میں سے ہو جائیں اور دین میں تفرقہ ڈال کر شیعہ ہو جائیں۔۔۔۔۔تشیع کی تاریخ اور مذہب کے باب میں فرماتے ہیں: خلیفہ رابع حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں ان کی ابتدا ہوئی اور انہوں نے امت محمدیہ کے دینی و سیاسی امور میں تفرقہ ڈالا اور اس مذہب کے اصول گھڑنے والا یہودی تھا جس کا نام عبداللہ بن سبا ہے، آگے چل کر آیۃ کا حوالہ ’’إِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُواْ‘‘ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: دین میں تشیع (تفرقہ) باطل ہے اور رسول ﷺ اس گروہ سے نص قرآن کی روشنی میں بری ہیں۔

محمد بن عبدالرحمان حنبلی اپنی کتاب آل رسولہ واولیاہ ص ۹۷ پر روافض کے عقائد کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں

والرافضته سلکوا فی الصحابته مسلک التفرق فوالوا بعضهم سو غلوا فیه و عاد وابعضهم و غلوا فی معاداته۔۔۔۔و هذا کله من التفرق و التشیع الذی نهی الله عنه و رسوله فقال تعالیٰ ’’ان الذین فرقوا دینهم و کانو شعیالست منهم فی شی‘‘

(ترجمہ) صحابہ کرام کے بارے میں رافضی لوگ تفرقہ کے راستے پر گامزن ہیں، بعض سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں بری طرح سے غلو کے ساتھ، اور بعض سے دشمنی کا اعلان کرتے ہیں دشمنی میں غلو کرتے ہوئے۔۔۔۔۔اور یہ سب تفرقہ اور تشیع ہے جس سے اللہ نے اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہے اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے ’’إِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُواْ ....‘‘ (اے پیغمبر) یقین جانو کہ جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں ان سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔

شیخ ناصر بن عبداللہ القفاری ’’اصول مذہب الشیعہ الامامیہ الاثنی عشریہ عرض ونقد‘‘ میں امامیہ دین کا رد کرتے ہوئے

مقدمہ ہی میں اہل ایمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آیت ''وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ (آل عمران/۱۰۳)'' لائے اور امامیہ دین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ''إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُواْ'' لائے ہیں ملاحظہ ہو (اصول مذہب الشیعہ الامامیہ الاثنی عشریہ/مقدمہ/ج۱/ص۵)

اہل علم کے ان ارشادات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن پاک کی آیت میں دین کے احکامات میں تفریق کو تشیع کے نام سے یاد کیا گیا ہے، امر واقعہ یہ ہے کہ جس گروہ نے تخریب اسلام کی غرض سے اسلام کا لبادہ اوڑھا تھا اور دور نبوی میں مختلف قسم کی شرارتیں کرتے رہے آگے چل کر ابن سباء یہودی نے اس تحریک کو مزید منظّم کرنے کے ساتھ چند بنیادی اصول مرتب کئے جن میں عقیدہ وصایت و امامت اور تبرا خاص طور پر قابل ذکر ہیں جیسا کہ شیعہ کتابوں سے اس کا صاف صاف پتہ چلتا ہے مگر خیر القرون میں کھل کر کھیلنے کی ان کو سکت نہ ہو سکی کیونکہ اسلام کو فرزندان اسلام نے حفاظت کے حصار میں ایسا محفوظ کیا تھا جس سے ٹکرانے کی سکت دشمن اسلام میں نہ تھی البتہ یہ گروہ اندر ہی اندر سازشوں اور تخریبی سرگرمیوں میں پورے جوش وخروش سے کام کرتا رہا چوتھی صدی ہجری تک جن بزرگوں کے نام پر جھوٹ کی منڈی لگا تا تھی وہ دنیا سے چلے گئے، ادھر ان کی پے در پے سازشوں سے حالات بدلتے رہے تب جا کر ان کو ایک باقاعدہ دین ترتیب دینے کا موقعہ ملا چنانچہ اس دین کی پہلی کتاب الکافی ہے جو چوتھی صدی ہجری کی پیداوار ہے، اب جو باقاعدہ ایک دین تیار ہوا تو خدا کا کرنا اس کا نام انہوں نے شیعہ رکھ لیا، گویا وہی شیعہ جس کا اعلان کتاب خدا یوں کر رہی تھی ''إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُواْ''

فصل۴۔روافض ''نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ'' کے عادی ہیں

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

تفسیر مظہری میں قاضی صاحب نے آیت زیر بحث کے ضمن میں ایک بات تو یہ ارشاد فرمائی ہے کہ ''مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللّهِ وَبِالْيَوْمِ الآخِرِ (البقرہ/۸)'' کے ارشاد ربانی سے ''نؤمن ببعض و نکفر ببعض'' کا فکری مزاج ظاہر ہوتا ہے اور دوسری بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ ''و من الناس من یقول'' کی آیت روافض و دیگر فرق اہل ہوا کو شامل ہے، چنانچہ اپنی تفسیر کی پہلی جلد میں آیات زیر بحث کی تفسیر فرماتے ہیں ہوئے ص۳۴ پر لکھتے ہیں۔''...روافض و خوارج و اھل الاعتزال و المجسمه و نحوذ الک قائلین نؤمن ببعض الکتاب و نکفر ببعض،

ولو شاء الله لذهب بسمعهم و ابصارهم حیث جعلوا کتاب الله تعالیٰ تابعا لارائهم و علیٰ هذا التقدیر قوله تعالیٰ، ومن الناس من یقول امنا بالله و بالیوم الاخر شامل لاثنین و سبعین فرقه من اهل الاهوا الذین فرقوا دینهم و کانوا شیعا کل حزب بمالدیهم فرحون یدعون الایمان و یقول امنا بالله و بالیوم الاخر وما هم بمؤمنیین لجمیع ماجابه النبی ﷺ (تفسیر مظہری/البقرہ/رکوع ۲/۱/۳۴)

انکی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ:

یہاں تک کہ ۷۲ فرقے ہو گئے، رافضی، خارجی، معتزلہ، مجسمہ وغیرہ گویا یہ سب (زبان حال سے) کہہ رہے ہیں "نُؤمِنُ بِبَعْضٍ الْكِتَابِ وَنَكْفُرُ بِبَعْض" (یعنی ہم کتاب کے بعض حصے پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار و کفر کرتے ہیں)، "ولو شاء الله لذهب بسمعهم و ابصارهم" (یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کے کانوں اور آنکھوں کو ضائع فرما دیتا) کیونکہ انہوں نے کتاب اللہ کو اپنی رائے کے تابع بنا لیا ہے، اس تفسیر کے موافق (ومن الناس من یقول) آخر رکوع تک تمام آیات اہل ہوا کے بہتر کے بہتر فرقوں کو (جنہوں نے اپنے دین میں اختلاف ڈال دیا اور سب کے سب اپنے حال میں مست ہو گئے) متضمن اور شامل ہیں۔ جنہوں نے دین میں تفرقہ ڈال دیا اور شیعہ ہو گئے ان میں سے ہر کوئی اسی پر خوش ہے جو (چند ایک خرافات) ان کے پاس ہیں وہ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے حالانکہ وہ ان تمام باتوں کو نہیں مانتے جن کو لیکر نبی کریم ﷺ تشریف لائے ہیں۔

مذکورہ بالا عبارت میں ۷۲ فرقوں کا جو ذکر ہے اس کے تحت تفسیر مظہری میں حاشیہ درج ہے کہ: مجرد هذا القول و ان کان شاملا لکن بعض المعطوفات علیه مثل قوله و اذا لقو الذین امنوا ،مختص بمن یجوز التقیه فی مذهبه من اهل الاهوا دون من یجاهر بها فلایصح الشمول لجمیع الفرق (مظہری تحت الحاشیہ ۱/۳۴)

عبارت اپنا مطلب بتانے میں بالکل بے غبار اور واضح ہے جس سے ہماری عرض کردہ دونوں باتیں صاف صاف معلوم ہو رہی ہیں، یعنی یہ بات بھی کہ امامیہ دین، شریعت اسلامی میں تفرقہ پیدا کر کے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی جسارت میں ملوث ہے اور یہ بھی کہ یہ دین بعض کو ماننے اور بعض کا انکار کرنے کی روش پر قائم ہے۔

باب ٤

وہ دھوکے باز ھیں ’’یخادعون اللہ والذین امنوا‘‘

اللہ جل شانہ نے خود کو مؤمن کہنے والوں (جو کہ ’’وما هم بمؤمنين‘‘ کے خدائی فرمان سے نوازے گئے) کی دوسری علامت یہ بتائی ہے کہ ’’یخادعون اللہ و الذین امنوا‘‘ اللہ جل شانہ اور ایمان والوں کو (اِس جھوٹے دعوے امنا باللہ کے ذریعہ) دھوکہ دیتے ہیں۔ (یہ الگ بات ہے کہ وہ اللہ کو یا اہل ایمان کو دھوکہ نہیں دے سکتے بلکہ) وہ اپنے آپ کو ہی دھوکہ دیتے ہیں مگر وہ اپنے مبتلائے دھوکہ ہونے کا شعور ہی نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے کا مطلب اہل علم نے یہ بتایا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دیتے ہیں، اس آیت کی تفسیر میں تو خاصی تفصیل ہے مگر یہاں ہمارے عنوان سے تعلق رکھنے والا امر ’’خداع‘‘ کی وضاحت اور اس دھوکہ دینے والے گروہ کی تلاش ہے لہٰذا دیگر امور کو چھوڑ کر صرف مطلوبہ بحث کے بارے میں چند امور عرض کئے جاتے ہیں۔

’’خداع‘‘ کا اہل لغت نے معنیٰ ’’اخفاء‘‘ چھپانا لکھا ہے۔

اصل الخداع فی اللغته الاخفاء (تفسیر الثعلبی، الکشف والبیان/البقرہ/۸تا۱۶/۱/۱۵۲)۔ (تفسیر بغوی/ایضا/۱/۲۵)۔ (تفسیر العز بن عبدالسلام/۱/۱۰۳)۔ (السراج المنیر/ایضا/۱/۲۲)۔ (باھر البرھان فی حل مشکلات القرآن/۱/۲۷)۔

اسی وجہ سے گھر کے اندرونی حصہ کو مخدع کہتے ہیں کہ گھر کا سامان اس کے اندر چھپا ہوا اور مخفی ہوتا ہے۔

ومنه المخدع للبیت الذی یخفی فیه المتاع (ثعلبی/ایضا۔ بغوی ایضا۔ السراج المنیر/ایضا)

پس دھوکہ دینے والا اس بات کو ظاہر کرتا ہے جو اس کے دل میں نہیں ہوتی، گویا ضمیر کی بات چھپا کر اسکے خلاف کو ظاہر کرتا ہے

فالمخادع اظهر خلاف مایضمر (السراج المنیر/۱/۲۲)۔ (بغوی/ایضا)

یرومون المخدع باظهار خلاف (التسہیل۔ تفسیر ابن جزی/البقرہ/۹/۱/۷۱)

دھوکہ دینے والا اصل (دل کی) بات کے خلاف ظاہر کرتا ہے۔

یعمون مایسرون عمل المخادع باظهار غیر ماهم علیه (الوجیز للواحدی/البقرہ/۹/۱/۹۲)

بعض حضرات نے خداع کا معنیٰ الستر لکھا ہے

واصل الخداع فی اللغته هو الستر (تفسیر سمرقندی۔ بحر العلوم/بقرہ/۹/ج۱/۲۶)

اور خداع کی اصل لغوی اعتبار سے ’’چھپانا ہے‘‘۔

ایجاز القرآن میں ہے

واصل الخداع اظهار غير مافى النفس (ایجاز القرآن عن معانی القرآن/ازمحمود ابن ابی الحسن، النیسا پوری متوفی/۵۵۰ھجہ/البقرہ/۹/۱/۶۸)

اورخداع کی اصل ایسی بات کوظاہر کرتا ہے جو اسکے دل میں نہیں ہوتی۔

فالخداع اظهار غير ما فى النفس (تفسیر النسفی۔مدارک التنزیل/بقرہ/۹/۱/۴۸)

خداع یہ ہے کہ دل کی بات کے خلاف ظاہر کرے۔

الخداع قبل اظهار غير ما فى النفس واصله الاخفاء (البحر المحیط فی التفسیر/بقرہ/۸تا۱۰/۱/۸۶)

خداع جو بات دل میں نہیں اس کے اظہار کرنے کا نام ہےاس کی اصل اخفاء ہے۔

المخدع و هو داخل البيت ثم اطلق على اظهار غير ما فى النفس (اعراب القرآن وبیانہ ج۱،ص۳۰)

مخدع گھر کے داخلی حصہ کو کہتے ہیں پھراس کااطلاق ایسی بات کے اظہار پر ہونے لگا جواس کے دل میں نہیں۔

تمام عبارات کا خلاصہ یہی ہے کہ خداع، چھپانے، مخفی رکھنے اور پردہ ڈالنے کو کہتے ہیں، اور کسی سے خداع (دھوکہ) کرنے والا اپنے دل کی اصل بات کو چھپا کر اسکے خلاف بات کوظاہر کرتا ہے اہل علم نے مختلف تعبیرات کے ذریعہ اِس مفہوم کوواضح کرنے کی کوشش فرمائی ہے، مختلف الفاظ کے استعمال میں محض تعبیرات کا فرق ہے۔

”اردو تفاسیر میں الخداع کی وضاحت“

خدع لغت میں بری بات چھپانا اوراس کے برعکس ظاہر کرنا تا کہ کسی کوفریب دیا جائے (تفسیر حقانی/البقرہ/۹/ج۱/۱۶۸)

المخادعہ، دھوکہ یہ ہے کہ دھوکہ دینے والا شخص جس کو دھوکہ دیتا ہے اسکے سامنے زبان سے جو کچھ ظاہر کرتا ہے اس کے خلاف اپنے دل میں چھپاتا ہے تاکہ اس شخص سے اپنا مطلب حاصل کرسکے (تفسیر السعدی اردو/البقرہ/۹/۱/۸۰)

اصل میں ”خداع“ اسے کہتے ہیں کہ تم کسی کواس مکروہ اور ناپسند بات کے برخلاف دھوکے میں ڈالو جسے تم مخفی رکھتے ہو اور یہ عرب کے قول ”خَدَعَ الضَّبُ“ سے لیا گیا یعنی جب گوہ اپنے بل میں چھپ کر شکاری کوظاہر ہونے اور نکلنے کا دھوکہ دیتی ہے (تو اہل زبان اسے ”خَدَعُ الضَب“ سے تعبیر کرتے ہیں)۔(تفسیر مظہری جلد۱صفحہ۴۷مترجم اردو)

”یخدعون“ کے الفاظ ”خدع“ سے بنے ہیں، دھوکہ دینا، دل میں بری بات چھپا کر بظاہر اچھا بننے کی کوشش کرنا

تا کہ دوسرے اس سے دھوکہ کھا جائیں۔ (تفسیر بصیرت جلد اصفحہ ۴۱)

خلاصہ یہ ہے کہ محض کسی بات کو دل میں پوشیدہ رکھنا اور اس کے خلاف ظاہر کرنا، ''خداع'' کا پورا مفہوم ظاہر نہیں کرتا، بلکہ جس سے کسی بات کو مخفی رکھا جا رہا ہے اس کیلئے وہ بات جو چھپائی ہے بُری اور نقصان دہ ہو اور اس بُری بات کو چھپا کر اسکی جگہ اسکے برعکس ظاہر کرے یہ خداع کا پورا مفہوم ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ انسان جس عقیدہ کو غلط جانتا ہے وہ اس غلط عقیدہ کو اپنا عقیدہ قرار نہیں دے سکتا مثلاً ایک مسلمان جب لات ومنات کی پوجا کو شرک سمجھتا ہے تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ ان جھوٹے معبودوں کو اپنا معبود بنائے، مذہب کے جہاں میں انسان کو اپنا عقیدہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب اور عزیز تر ہوتا ہے بے شمار لوگ اپنے عقیدہ پر اپنی جانوں کو وار گئے مگر عقیدہ کے بارے میں کوئی سودے بازی نہ کی، جب مشاہدہ اور امر واقعہ یہ ہے تو پھر کسی شخص کا عقیدہ کے بارے میں جھوٹا دعویٰ کرنا بھلا عقل کہاں تسلیم کرے گی، لہٰذا یہ سوال پیدا ہوا کہ یا اللہ جب وہ مؤمن ہی نہیں تو پھر وہ ''امنا'' کیوں کہہ رہے ہیں حالانکہ جھوٹے خداؤں کو ماننے والے تو اپنے جھوٹے عقیدے سے بھی اتنی محبت رکھتے تھے جس کو بچانے کی خاطر وہ دسیوں جنگیں تو خود رحمت عالم ﷺ کے مقابلے میں لڑ چکے تھے، پھر ان کو یہ جھوٹا موٹھا ''امنا'' کا دعویٰ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ تو اللہ تعالیٰ نے ۹ نمبر کی آیت میں اس جھوٹے دعویٰ کی وجہ بیان فرمائی، کہ وہ اس طرح سے اللہ جل شانہ اور مؤمنین کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں تا کہ مسلمان اُن کو اپنا سمجھ کر اُن سے بے فکر ہو جائیں اور یہ ان مسلمانوں کے اندر رہ کر مختلف طریقوں سے اس دین کو صفحہ ہستی سے مٹا سکیں جس کو ماننے کا وہ دعویٰ کر رہے تھے۔ ''خداع'' کے قرآنی ارشاد نے یہ بات بھی صاف واضح کر دی کہ انہوں نے اپنا اصلی عقیدہ تو چھپا کر رکھا ہوا تھا اور نظریہ ضرورت کے تحت جس عقیدے کا وہ اظہار کر رہے تھے کہ ''امنا باللہ و بالیوم الآخر'' ''قالو امنا''، وہ تقیہ کی مہربانی تھی چنانچہ آگے چل کر جو انہوں نے مسجد اسلام کے مقابلے میں ''مسجد ضرار'' بنائی وہ اللہ کے سچے دین کے مقابلے میں ایک متوازی دین بنانے کا بیج تھا جو اب ایک تناآور درخت اور شجر زقوم کے روپ میں پھل پھول رہا ہے۔۔

''یہ دھوکہ باز کون؟''

قرآن پاک کے اِس ارشاد سے ایک تو یہ بات صاف صاف معلوم ہو رہی ہے کہ سب لوگوں کا خود کو مؤمن کہنا، اخلاص، سچائی اور حقیقت پر مبنی نہیں، بلکہ کچھ لوگوں کا خود کو مؤمن قرار دینا مؤمنین کو دھوکہ دینے کیلئے ہے، اب یہ بات

قابل غور ہے کہ وہ ایمان کا جھوٹا دعویٰ کر کے مؤمنین مخلصین کو دھوکہ دینے والے لوگ کون ہیں؟ یہاں یہ امر ملحوظ خاطر رہنا چاہیے کہ کسی شخص کا دعویٰ ایمان سچا ہے یا جھوٹا، اس کا فیصلہ کوئی انسان اپنی فکر وسوچ کی بنا پر نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ اِس مسئلہ کا تعلق براہِ راست دل سے ہے، کس نے دل سے ایمان قبول کیا اور کس نے دل سے ایمان قبول نہیں کیا بلکہ محض دھوکہ دینے کیلئے ''امنا'' کہہ دیا، اسکا یقینی فیصلہ دل کی حالت جاننے والا ہی کر سکتا ہے، پس دعویٰ ایمان کے باوجود ''وما هم بمؤمنين'' کا خطاب پانے والوں کو وحی کی روشنی میں ہی پہچانا جا سکتا ہے، محض اپنے ظن، گمان، فکر و خیال یا ذاتی رائے کی بنا پر اس بارے میں کوئی یقینی بات نہیں کی جا سکتی پس دلوں کے راز جاننے والے رب نے ہی کچھ ایمان کے دعویداروں کو ''وماھم بمؤمنین'' کہہ کر وحی کے ذریعے ان کو پہچاننے کے نشانات بیان فرمائے۔

''خداع اور تقیه کا باھمی جوڑ''

الخداع، کی جو تعریف اوپر گزری اسکا حاصل یہ ہے کہ جو بات دل میں ہے، خادع اسکو چھپاتا اور اسکے خلاف کو ظاہر کرتا ہے، اب تقیہ نام کی معروف عبادت کو دیکھئے کہ تقیہ کیا ہے؟

امامیہ دین میں تقیہ ایک اہم عبادت کا نام ہے اس پر تو یہاں بحث کرنا مقصود نہیں کہ تقیہ جیسی عبادت امامیہ دین میں کس قدر اہم ہے اس کا اجر وثواب کیا ہے اور ترک تقیہ کیسا بڑا جرم ہے، یہاں تو فقط قرآن پاک کے لفظ ''یخادعون'' اور تقیہ کا ایک دوسرے سے کتنا گہرا تعلق ہے اس پر کچھ عرض کرنا ہے معمولی سا غور کیا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ خداع کی مکمل تعبیر امامیہ دین کے تقیہ میں منحصر ہے، اب ذرا تقیہ کی وہ تعریف جو خود امامیہ دین والوں نے کی ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حق اور عقیدہ کو مخالفین سے پوشیدہ رکھنا (تصحیح العقائد از فلسفہ تقیہ علامہ تیجانی، ص ۲۶)۔

۲۔ یہی مصنف مذید کہتا ہے، علامہ شیخ انصاری اپنے رسالہ التقیہ میں لکھتا ہے، ''تقیہ سے مراد اپنے کو نقصان سے محفوظ رکھنے کیلئے قول وفعل میں مخالف حق غیر کی موافقت کرنا'' (فلسفہ تقیہ از تیجانی ۲۶)۔

۳۔ علامہ شہرستانی شیخ مفید کی کتاب ''اوائل المقالات'' کے حاشیہ پر لکھتا ہے، ''اگر کسی امر دینی کے اظہار میں خوفِ ظرر ہو تو اسے پوشیدہ رکھنا تقیہ کہلاتا ہے'' (اوائل المقالات ص ۹۶ بحوالہ فلسفہ تقیہ ۲۶)۔

۴۔ **التقیته کتمان الحق و ستر الاعتقاد و مکائمته المخالفین و ترک مظاهر تهم بما یعتقدبه فی الدنیا** ۔ یعنی حق کو چھپانے اور عقائد مستور رکھنے اور مخالفین سے چھپائے رکھنے اور جو عقیدہ رکھتا ہو اسے دنیا میں ظاہر

کرنے سے اجتناب کرنے کا نام تقیہ ہے (تصحیح الاعتقاد/٦٦ بحوالہ فلسفہ تقیہ از تیجانی/ص ٢٦)۔

۵۔تقیہ کامعنی تو یہ ہے کہ آپ دل میں ایک بات چھپائے رکھیں اور زبان سے کچھ اور کہیں (اصلاح شیعہ/ ۹۸)۔

٦۔تقیہ کیا ہے؟ تقیہ یہ ہے کہ انسان اپنے ان ضدی اور معاند دشمنوں اور ہٹ دھرم و متعصب مخالفین کی موجودگی میں اپنا دینی عقیدہ چھپا کر رکھے،(ویب سائٹ علامہ سیستانی)۔

اگرچہ تقیہ کی اس تعریف پر بحث کی بہت ضرورت ہے مگر جو کچھ امامیہ دین کی زبانی تقیہ کی تعریف میں کہا گیا ہے اسی کو سامنے رکھیں اور ''خداع'' کے معنی و مطلب پر جو کچھ حضرات اہل علم نے فرمایا اس کو سامنے رکھیں بہت جلد آپ نتیجہ کو پا لیں گے،عقیدہ پوشیدہ رکھنا، کتمان الحق، ستر الاعتقاد، تقیہ ہے، بات چھپانے، دل کی بات کے خلاف ظاہر کرنے کا نام خداع ہے، جیسا کہ اہل علم نے بتایا،'' **الاخفاء، الستر، اظهر خلاف ما یضمر** '' گویا امر واقعہ یہ ہے کہ قرآن پاک جس کو ''خداع'' بتاتا ہے اسی کا نام امامیہ دین میں تقیہ ہے۔

آگے چل کر اللہ جل شانہ نے اس دین کی جو چوتھی علامت ''بِمَا كَانُوا يَكْذِبُون'' (البقرہ/١٠) ارشاد فرمائی ہے تقیہ کا اس سے بھی خاصہ گہرا تعلق ہے لہٰذا مزید وضاحت وہاں پر ملاحظہ فرمائیں۔

☆۔دل کی جو اصل بات ہے وہ اُس سے تو چھپائی جاتی ہے جس کو دھوکہ دینا مطلوب ہو مگر چونکہ نفاق آگے چل کر ایک مستقل دین کا روپ دھار گیا اور اسے مستقل طور پر باقی رکھنے اور پڑھنے پڑھانے کی ضرورت پیش آئی تو وہ جو عام طور پر عقیدہ چھپایا جاتا تھا اس کو پڑھنے پڑھانے میں اُن لوگوں کے سامنے ظاہر کرنا پڑا جن کو اپنے اس دین کی تعلیم دینا تھی مگر جن کو دھوکہ دینا تھا ان کے سامنے پھر بھی چھپانے کا سلسلہ جاری رہا جیسے مثال کے طور پر ''تحریف قرآن کا عقیدہ'' کتابوں میں اس عقیدہ کی سو دو سو نہیں ہزاروں روایات موجود ہیں اور وہ معصوم اماموں کی زبانی، مگر پھر بھی عام لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اب بھی عقیدہ تحریف کو چھپایا جاتا ہے مگر سب سے نہیں بلکہ صرف ان سے چھپایا جاتا ہے جن کو دھوکہ دینا مطلوب ہے،صرف یہی ایک عقیدہ تحریف ہی نہیں، مسلمان کا جنازہ پڑھتے ہوئے اس میت پر لعنت، اہل سنت کو اولاد البغایا کہنا، ظہور مہدی کے بعد امام المؤمنین پر اس کا حد جاری کرنا وغیرہ جیسے ہزاروں نظریات ہیں، جو انکے دین کا ضروری حصہ ہیں مگر پھر بھی عام طور پر اُن پر پردہ اخفا ڈالا جاتا ہے۔کیا قرآن پاک میں جو ''یخادعون'' کا لفظ ہے اس کا بعین یہی مفہوم نہیں؟ خوب غور فرمائیں۔

☆۔ایک کارروائی ان دھوکہ دینے والوں نے یہ بھی کی ہے کہ جدید کتابوں سے تو سرے سے مطلوبہ دھوکہ بازی کی

تحریک کونقصان پہنچانے والی پوری پوری عبارات ہی اڑا دی گئیں اور قدیم کتابوں سے وہ الفاظ اڑا دیئے گئے جو خداعی مقاصد پر زد لگاتے تھے، چند حقائق ملاحظہ ہوں

(الف) خلفائے راشدین پر تبرا کرتے ہوئے اُن کا نام لینے کی بجائے اول، ثانی، ثالث کے الفاظ درج کرتے ہیں تا کہ کسی کو یہ پتہ نہ چل سکے کہ یہ تبرا کن نفوس قدسیہ پر کیا ہے، اصول کافی، بحارالانوار، کتاب سلیم وغیرہ جیسی قدیم اکثر کتابوں میں یہی صورت حال ہے، بحارالانوار جلد ۳۰ کا باب نمبر ۱۸ صفحہ ۱۴۶ پر ان الفاظ سے رقم ہے "**باب کفر الثلاثه و نفاقهم**" (ترجمہ) یہ باب ثلاثہ (یعنی ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ) کے کفر اور ان کے منافق ہونے کے بیان میں ہے۔ اڑھائی سو سے زائد صفحات کا یہ طویل باب پونے دوصد روایات سے بھرا ہوا ہے جس میں جا بجا یہی طریقہ جاری ہے، باب کی ۵ نمبر روایت "**وکان الشیطان، وهو الثانی**" (ترجمہ) اور وہ شیطان تھا، اس شیطان سے مراد ثانی (یعنی حضرت عمر) ہیں۔

نمبر ۷ "**وکبراء نا**"..... **الاول**: (جہنمیوں کا کہنا) کہ یہ ہمارے بڑے ہیں اس سے مراد اول (یعنی ابوبکرؓ ہیں)

نمبر ۱۰ (**لايعدنكم الشيطان**) یعنی الثانی "**لايعدنكم الشيطان**" میں شیطان سے مراد ثانی (یعنی عمرؓ) ہیں۔

نمبر ۱۷ (**قال قرينه**) یعنی "**شيطانه وهو الثانی**" کہا اسکے ساتھی یعنی اسکے شیطان نے اور وہ (شیطان) ثانی (یعنی حضرت عمرؓ) ہیں۔

نمبر ۱۸ (**مناع للخير**) **مناع الثانی** خیر سے بہت زیادہ روکنے والا یہ بہت زیادہ روکنے والا ثانی یعنی (حضرت عمرؓ) ہے۔ اسی طرز پر یہی سلسلہ آخر تک جاری ہے۔

(ب) تبرا کے وقت نام کی جگہ کبھی فلاں وفلاں کا کنایہ بھی استعمال کیا کرتے ہیں کنایہ کا مقصد بھی اصل نام کا چھپانا ہے، تا کہ بالفرض کسی کو تبرا بازی کا پتہ چل جائے تو فلاں سے کسی کافر وغیرہ کا نام لیکر جان چھڑا لی جائے اور کہہ دیا جائے کہ میں نے تو فلاں کافر پر تبرا کیا ہے۔ چنانچہ بحار کے اوپر ذکر کردہ عنوان کے تحت پہلی روایت میں "**اسئلک عن فلان و فلان قال فعليهما لعنته الله**۔۔۔ میں نے فلاں اور فلاں کے بارے میں سوال کیا تو جواب دیا کہ ان دونوں پر (یعنی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ) پر اللہ کی لعنت۔

نمبر ۹ کی روایت میں (۔۔۔**یتساء لون**۔۔۔) یعنی فلاں وفلاں (یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ)

۱۱ نمبر کی روایت میں (**واذ اذکر الله**۔۔۔) **نزلت فی ابی فلان**

نمبر۲۱۔۔۔نزلت فلاں و فلاں اسی طرح جن صحابہ کرام پر تبرا کرنا ہوا امام وغیرہ نام لینے کی بجائے فلاں وفلاں کہہ دیتے تاکہ اصل نام کو چھپا کر بوقت ضرورت اس دھوکہ سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

(ج) ابتدا تو لعنت، تبرا اور سب وشتم میں اسی طرح ہوئی کہ نام ذکر نہ کر کے دھوکہ دیا جاتا رہا جب کوئی پوچھتا کہ کون فلاں تو نظریہ ضرورت کے تحت جواب میں جو مناسب ہوتا وہ نام لے دیتے مگر جب خطرہ ہوا کہ بات نکل گئی اور اہل اسلام کو ہمارے اس دھوکے کا پتہ چل گیا تو ساری گیم خراب ہوجائے گی تب پھر ایک اور طریقہ ایجاد کیا اور وہ یہ کہ نام ہی بدل دیئے تاکہ کسی کو ذرا سا شبہ بھی نہ پڑ سکے اور ہمارا دھوکہ دہی کا بازار گرم رہے چنانچہ جب حضرت ابوبکرؓ پر تبرا کرنا ہوتا تو ابوبکرؓ نام کی بجائے ''زریق'' کا لفظ استعمال کرتے جو کہ صدیق کے وزن پر ہے یعنی ''زریق بر وزن صدیق ''اور جب کبھی حضرت عمرؓ پر تبرا کرنا ہوتا تو ''حبر'' بول دیتے یعنی ''حبر بر وزن عمر'' چنانچہ اوپر ذکر کردہ باب کی ۸ نمبر روایت میں (افمن زین له ۔۔۔) کے بارے میں کہا کہ ''نزلب فی زریق و حبر'' پھر اس روایت کے تحت ملاں باقر مجلسی نے ''بیان'' کے تحت بتایا کہ

زریق و حبر کنایتان عن الملعونین عبر عنهما بهما تقیته... والثانی بالاول

یعنی زریق اور حبر یہ دونوں لفظ دو ملعونوں سے کنایہ ہیں تقیہ کرتے ہوئے ان دونوں لفظوں سے امام نے ان دونوں کو تعبیر کیا۔۔۔اور وہ اول کے ساتھ ثانی ہیں۔

اس طرح کی روایات جو صرف اس باب میں منقول ہیں وہ بیسیوں ہیں باقی باب، جلدوں اور کتابوں میں ایسی مثالیں تو سینکڑوں سے متجاوز ہونگی۔

(د) اب جبکہ کچھ عرصہ سے چھاپہ خانوں اور پریس پر کتابیں چھپنے لگیں تو یہ کتابیں اہل علم علماء کے ہاتھ لگیں تحقیق وجستجو پر بہت کچھ کھل تو گیا مگر جن حضرات کو اندر کی صورت حال معلوم ہوئی اول تو عام لوگوں تک ان کی رسائی ہی کہاں؟ ذرائع ابلاغ کے تمام تر راستے ایسے اہل حق کیلئے تو ویسے ہی بند ہوتے ہیں مزید یہ کہ ایسے حضرات کو دجالی میڈیا کے بل بوتے پر منفی پروپیگنڈے کے ذریعے ایسا بدنام کر دیا کہ عوام تو عوام خواص بھی دور بھاگنے لگے مگر دوسری طرف اب یہ خطرہ پیدا ہوگیا کہ جو لوگ ان اصل کتابوں کو دیکھ لیں گے ان کے سامنے تو ساری رام کہانی کا بھانڈا پھوٹ جائیگا لہٰذا اس کا سدباب انہوں نے دو طرح سے کیا، ایک اس طرح کہ جہاں جہاں بس چلتا تھا وہاں تو پوری کی پوری عبارات ہی تبدیل کر دیں جیسا کہ پاکستان میں جامعہ المنتظر کے سابق مدرس غلام حسین نجفی کی متعدد کتابوں میں ہوا اس کے علاوہ

بھی اس کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں۔

دوسرا طریقہ ان قدیم کتابوں کے بارے میں ہوا جو دنیا بھر کے اسلامی ممالک میں پھیلائی جا چکی تھیں، لہٰذا ان کتابوں کے مخصوص مقامات پر نقطے لگا کر اصل عبارات کو اڑا دیا گیا اب جو ایران سے اصول کافی کے علاوہ قدیم تفاسیر اور سبائی روایات پر مشتمل کتابیں چھپ رہی ہیں ان میں یہ کاروائی ملاحظہ کی جا سکتی ہے، اہل اسلام کے مکتبہ شاملہ کی طرز پر جو سی ڈیز پر مکتبہ تیار کیا گیا ہے اس میں بھی یہی کاروائی کی گئی ہے ان تمام تر کاروائیوں کا واحد مقصد لوگوں سے ان اصل شیعہ عقائد کو چھپانا اور اس کے برعکس اظہار کرنا ہے، اور عربی میں اسی کاروائی کا نام ''خداع'' ہے (ملاحظہ ہو الخداع کی تعریف)۔

☆۔حسین الامینی کی شیعیت کا مقدمہ وہ کتاب ہے جس کی تعریف و توصیف میں زمین آسمان کے قلابے ملائے گئے، انعام یافتہ کتاب ہونے کے ساتھ اسے بہت ہی سنجیدہ اور انتہائی معتدل کتاب کہا گیا یہ سنجیدہ، معتدل اور قومی وحدت و یکجہتی کا داعی کتنا بڑا دیانت دار ہے؟

حضرت نعمانی کا منقولہ اقتباس اس پر تبصرہ اور اصل کتاب کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں

ایران میں اسلامی انقلاب کی حمایت تمام اسلامی مکاتب فکر کے لوگوں نے کی یہ بات مولانا منظور احمد نعمانی صاحب کی طبیعت پر گراں گزری اور اس کے خلاف انہوں نے ایک کتاب لکھ ڈالی اس میں لکھتے ہیں کہ

راقم السطور اس واقعی حقیقت کے اظہار میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا کہ ہمارے عوام اور کالجوں اور یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ حضرات اور صحافیوں اور دانشوروں کا کیا ذکر ہم جیسے لوگ جنہوں نے دینی مدارس اور دارالعلوموں میں دینی تعلیم حاصل کی ہے اور عالم دین کہے اور سمجھے جاتے ہیں، عام طور پر شیعہ مذہب کے بنیادی اصول وعقائد سے بھی واقف نہیں ہوتے سوائے ان کے جنہوں نے کسی خاص ضرورت سے ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہو خود اس عاجز راقم السطور کا یہ حال ہے کہ اپنی مدرسی تعلیم اور اس کے بعد تدریس کے دور میں بھی شیعہ مذہب سے اس سے زیادہ واقف نہیں تھے جتنا عام پڑھے لکھے لوگ واقف ہوتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ اس کو واقفیت سمجھنا ہی غلط ہے (ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعت صفحہ ۲۱)، اس کے بعد یہ دیو بندی عالم لکھتے ہیں کہ پھر میں نے قاضی احتشام الحق مراد آبادی اور مولانا عبدالشکور لکھنوی کی شیعہ مذہب کے خلاف لکھی گئی کتب پڑھیں اس کے بعد میں یہ سمجھنے لگا کہ میں شیعہ مذہب سے واقف ہو گیا ہوں وغیرہ وغیرہ، مولانا منظور احمد نعمانی صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ اب میری عمر اسی سال سے متجاوز ہو چکی ہے اور ساتھ ہی اپنی خرابی صحت کا بھی ذکر کیا ہے ایسی حالت میں اور عمر۔۔۔لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسی سال تک یہ سکے بند

دیوبندی مولانا صاحب شیعہ مذہب سے ناواقف رہے لیکن دوسرے علماء کی طرح مذہب شیعہ کے خلاف معاشرے میں انہوں نے کتنی غلط فہمیاں پھیلائی ہوں گی اور کتنے لوگ ان سے متاثر ہوئے ہوں گے (شیعیت کا مقدمہ صفحہ ۳۰)
اب پہلے وہاں سے مولانا منظور احمد نعمانی کی مقدمہ میں لکھی ہوئی تحریر ملاحظہ فرمائیں جہاں سے ''شیعیت کا مقدمہ'' کے مصنف نے چھوڑا ہے۔

پھر ایک وقت آیا کہ بعض ان علمائے اہل سنت کی کتابوں کے مطالعہ کا اتفاق ہوا جنہوں نے مذہب شیعہ کی بنیادی کتابوں کو اچھی طرح دیکھ کے اس موضوع پر لکھا ہے ان میں مولانا قاضی احتشام الدین مرادآبادی علیہ الرحمتہ کی کتاب نصیحتہ الشیعہ خاص طور پر قابل ذکر ہے اس موضوع پر سب سے پہلے یہی کتاب راقم السطور کے مطالعہ میں آئی تھی یہ اب سے کچھ کم سو سال پہلے کی تصنیف ہے اس کا انداز بیان سنجیدہ و متین ہونے کے ساتھ بڑا دلچسپ بھی ہے، اس کے علاوہ اس موضوع پر کبھی کبھی مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی علیہ الرحمہ کی بعض تصانیف بھی مطالعہ میں آئیں اس کے بعد میں سمجھنے لگا تھا کہ شیعہ مذہب سے میں واقف ہو گیا ہوں ۔۔۔لیکن جب حال میں ایرانی انقلاب کے سلسلہ کے اس پروپیگنڈے کو جس کا اوپر ذکر کیا گیا اور اس کے اثرات کو دیکھ کر اس موضوع پر لکھنے کا داعیہ پیدا ہوا اور میں نے اس کو دینی فریضہ سمجھا تو شیعیت سے ذاتی اور براہ راست واقفیت کیلئے میں نے مذہب شیعہ کی بنیادی اور مستند کتابوں کا اور خود امام خمینی کی تصانیف کا مطالعہ ضروری سمجھا چنانچہ گذشتہ قریباً ایک سال میں، اس حالت میں کہ عمر اسی سے متجاوز ہو چکی ہے اور اس عمر میں ظاہری و باطنی قوی میں جو ضعف و اضمحلال فطری طور پر پیدا ہو جانا چاہیے وہ پیدا ہو چکا ہے اس کے علاوہ ہائی بلڈ پریشر کا مریض بھی ہوں اور اس کی وجہ سے لکھنے پڑھنے کی صلاحیت متاثر ہو گئی ہے بہر حال اسی حالت میں، ان کتابوں کے کئی ہزار صفحات پڑھے اور اب معلوم ہوا کہ میں شیعہ مذہب کے ۴/۱ حصے سے بھی واقف نہیں تھا اور اسی مطالعہ ہی سے یہ بات سامنے آئی کہ امام خمینی کے برپا کئے ہوئے انقلاب کی حقیقت و نوعیت کو شیعیت سے اچھی واقفیت کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا کیونکہ مذہب شیعہ کا بنیادی عقیدہ ''امامت'' اور امام آخرلزمان (امام مہدی) کی ''غیبت کبریٰ'' کا شیعی عقیدہ و نظریہ ہی اس انقلاب کی اساس و بنیاد ہے۔

اس موقع پر راقم سطور اس حقیقت کا اظہار بھی مناسب سمجھتا ہے کہ مذہب شیعہ سے ہمارے علمائے اہلسنت کے واقف نہ ہونے کی خاص وجہ یہ ہے کہ شیعہ مذہب میں اور جہاں تک اس عاجز کی واقفیت اور مطالعہ ہے دنیا کے ادیان و مذاہب میں سے صرف شیعہ مذہب میں اپنے دین و مذہب کو چھپانے اور ظاہر نہ کرنے کا سخت تاکیدی حکم ہے، اس

سے ہماری مراد شیعہ مذہب کی وہ خصوصیت اور وہ تعلیم نہیں ہے جو تقیہ کے عنوان سے عوام میں بھی معروف ہے بلکہ تقیہ سے الگ یہ مستقل باب ہے اور کتب شیعہ اوران کے ائمہ معصومین کے ارشادات میں اس کا عنوان ''کتمان'' ہے جس کے معنی چھپانے اور ظاہر نہ کرنے کے ہیں اور تقیہ کا مطلب ہوتا ہے اپنے قول یا عمل سے اصل حقیقت اور واقعہ کے خلاف ظاہر کرنا اوراس طرح دوسرے کو دھوکے میں مبتلا کرنا۔۔۔۔۔اس وقت تو اس کے حوالہ سے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ مذہب شیعہ کی اس تعلیم کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ جب تک پریس کے ذریعہ عربی، فارسی کی دینی کتابوں کی طباعت کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا اور ہاتھ ہی سے کتابیں لکھی جاتی تھیں ہمارے علماء عام طور سے مذہب شیعہ سے ناواقف رہے کیونکہ وہ کتابیں صرف خاص خاص شیعہ علماء ہی کے پاس ہوتی تھیں اور وہ کسی غیر شیعہ کو ان کی ہوا بھی نہ لگنے دیتے تھے، ہماری فقہ اور فتاوی کی کتابوں میں نکاح یا ردۃ کے ابواب میں شیعوں کے بارے میں جو لکھا گیا ہے اس کے مطالعہ کے بعد اس میں شک نہیں رہتا کہ ان واجب الاحترام مصنفین کی نظر سے شیعہ مذہب کی بنیادی کتابیں بلکل نہیں گزریں اس لئے شیعوں کے بارے میں بس وہی باتیں لکھی ہیں جو مشہور عام تھیں یا تاریخ کی کتابوں میں جن کا کچھ تذکرہ کیا گیا ہے فتاوی عالمگیری جواب سے قریباً ۳ سو سال پہلے عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ کے دور حکومت میں فقہ کے ماہر علماء واصحاب فتوی کی ایک جماعت نے مرتب کیا تھا اس کے مطالعہ سے بھی یہی اندازہ ہوا ہے (شامی، مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دھلوی کی خدمات وغیرہ کا تذکرہ اور شیعہ کتابیں ان کو بھی حاصل نہ ہو سکنے کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں) ہمارے نزدیک ایسا اسی وجہ سے ہوا کہ ان کتابوں کی طباعت کے دور سے پہلے یہ کتابیں صرف خاص خاص شیعہ علماء کے پاس ہی ہوتی تھیں اور وہ اپنے ائمہ معصومین کے تاکیدی حکم کتمان کی تعمیل میں دوسروں کو نہیں دکھلاتے بلکہ ان کی ہوا بھی نہیں لگنے دیتے تھے، اس دور میں علمائے اہل سنت میں سے بعض خاص ہی حضرات اپنی غیر معمولی کوششوں سے ان کتابوں کو کسی طرح پا سکے، ان میں شاہ ولی اللہ کے صاحبزادے تحفہ اثنا عشریہ کے مصنف شاہ عبدالعزیز بھی ہیں، بعد میں جب دینی مذہبی کتابیں پریس کے ذریعہ چھپنے لگیں اور مذہب شیعہ کی یہ کتابیں بھی چھپ گئیں تب بھی ہمارے علمائے کرام نے ان کے مطالعہ کی طرف توجہ نہیں کی سوائے ان چند حضرات کے جن کو اپنے مخصوص مقامی حالات یا کسی خاص وجہ سے ان کے مطالعہ کی ضرورت کا احساس ہوا انہوں نے مطالعہ کیا اور پھر اپنی تصنیفات کے ذریعہ دوسروں کو بھی واقف کرانے کی کوشش کی (ایرانی انقلاب صفحہ ۲۱ تا ۲۶)

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی نور اللہ مرقد کے درج بالا اقتباس کے ساتھ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کا اسی کتاب

میں درج مقدمہ کا یہ حصہ بھی ملاحظہ فرمالیں، یہ اقتباس حضرت نعمانی نور اللہ مرقدہ کے اقتباس سے چند صفحات پہلے اسی کتاب میں درج ہے حضرت ندویؒ فرماتے ہیں

باوجودیکہ امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی سے ان کا خصوصی قرب وتعلق رہا، انہوں نے مستقل طور پر شیعیت پر کچھ نہیں لکھا تھا لیکن اس وقت جب کہ وہ عمر وصحت کی اس منزل میں پہنچ گئے ہیں جس میں ان کو زیادہ سے زیادہ آرام کرنے کی ضرورت تھی اور اس تربیت وذوق نے جوان کو رائے پوریؒ کی خانقاہ سے ملا تھا ان کو یاد خدا، ذکر وتلاوت اور فکر آخرت میں مشغول کردیا تھا اچانک ان کے سامنے یہ بات آئی کہ آیت اللہ خمینی صاحب کی اس کامیابی سے جوان کو رضاء شاہ پہلوی کی حکومت کے مقابلہ میں حاصل ہوئی اور اس انقلاب سے جو ایک مخصوص شکل میں ایران کے معاشرے میں رونما ہوا۔۔۔اس مطالعہ نے ان کے ضعیف اور بیماریوں سے زار نزار جسم میں ایک نئی حرکت وقوت اور فکر ومطالعہ کی ایک نئی صلاحیت پیدا کردی انہوں نے اس محنت وانہماک کے ساتھ کام شروع کیا کہ بارہا ان کی صحت خطرے میں پڑ گئی۔۔۔انہوں نے شروع سے شیعیت کی تاریخ کا مطالعہ کیا جس کے اکثر مستند ماخذ (جو تقیہ واخفاء کی وجہ سے بہت سے اکابر اہلسنت کی نظر سے مخفی رہے۔۔۔) ان کے سامنے تھے ادھر تائید الٰہی سے ان کو کچھ جدید مآخذ مل گئے جن میں علامہ نوری طبرسی کی فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب، اور علامہ خمینی کی کشف الاسرار خاص طور پر قابل ذکر ہے، انہوں نے بڑے صبر وتحمل کے ساتھ ان کتابوں کا مطالعہ کیا۔۔۔اور یہ کتاب تصنیف کی۔(ایرانی انقلاب، مقدمہ از حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی صفحہ ۱۵ تا ۱۷)

حسین الامینی نے جو اقتباس پیش کر کے تاثر دیا اس کو اور جس کتاب کا اقتباس پیش کیا گیا اس کو کتاب کے سیاق وسباق سمیت آپ نے دیکھ لیا، اپنی سنجیدگی، متانت اور دیانت وامانت کے جوہر دکھانے والے اس مصنف نے جو خیانت کی ہے اس کا کچھ اندازہ تو اصل کتاب کی عبارت ملاحظہ کرنے سے ہو گیا ہو گا مذید وضاحت کیلئے عرض ہے کہ اس دیانت دار وکیل صاحب نے جو حضرت نعمانیؒ کی کتاب سے ادھر ادھر کے چند جملے جوڑ کر جو نتیجہ برآمد کیا ہے کہ دوسرے علماء کی طرح مذہب شیعہ کے خلاف انہوں نے کتنی غلط فہمیاں پھیلائی ہوں گی (شیعیت کا مقدمہ صفحہ ۳۰) اس نتیجہ سے کم از کم یہ چار باتیں بہت صاف طور پر معلوم ہو رہی ہیں

۱۔حسین الامینی نے اپنی کتاب پڑھنے والوں کو یہ درس دیا کہ جو مولوی صاحبان شیعہ کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلاتے ہیں وہ سرے سے شیعہ مذہب سے واقف ہی نہیں ہوتے اور اسی اسی سال تک وہ عوام میں شیعہ کے بارے

میں غلط فہمیاں پیدا کرتے رہتے ہیں، مقدمہ سے نقل کی ہوئی عبارت کا آخری حصہ ملاحظہ فرمائیں۔
جبکہ مولانا نعمانی صاحب تو یہ فرمارہے ہیں کہ علماءاسلام کی شیعہ کتابوں سے کماحقہ ناواقفی کا نتیجہ ہے جو ایرانی انقلاب کو اسلامی انقلاب کا نام دے کر پھیلایا گیا اور علماء اس پر خاموش رہے، چنانچہ ''ایرانی انقلاب'' کے صفحہ ۲۵ پر آخری پیرا گراف (اس عام ناواقفیت کا نتیجہ۔۔۔) سے ناواقف علماء کا رویہ بتایا گیا۔
مذید بتایا کہ کچھ علماء کو کسی خاص وجہ سے ان شیعہ کتابوں کے مطالعے کی ضرورت کا احساس ہوا انہوں نے مطالعہ کیا اور پھر اپنی تصنیفات کے ذریعہ دوسروں کو بھی واقف کرانے کی کوشش کی، (ایرانی انقلاب صفحہ ۲۵) آگے چل کر عام علماء کی شیعہ عقائد سے ناواقفیت کا نقصان بتایا کہ چونکہ انکی شیعہ کتابوں سے براہ راست واقفیت نہ تھی، لہٰذا اس سلسلے میں عوام کی کوئی راہنمائی نہ کی اور چپ سادھے رکھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایرانی انقلاب ''اسلامی انقلاب' کے روپ میں پھیلا دیا گیا اور علماء کے کانوں پر جوں بھی نہ رینگی۔
اب: مولانا نعمانی بتاتے ہیں کہ شیعہ کتابوں کا مطالعہ کرنے والے بہت کم ہیں اور انہوں نے شیعیت پر لکھا اور جو علماء شیعہ کتابوں کا مطالعہ نہیں کرسکے ان کی زبان وقلم اس سلسلہ میں خاموش رہا جبکہ ''شیعیت کا مقدمہ'' بتاتا ہے کہ شیعہ کے بارے میں لوگوں کے اندر غلط فہمیاں انہوں نے پھیلائیں جن کو شیعیت کا پتہ ہی نہیں گویا ان کو پتہ چل جاتا تو وہ شیعیت کو تو اسلام کا قلعہ سمجھتے ؟ اب آپ ہی بتائیں یہ ''خداع'' دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے؟؟؟
۲۔ ''شیعیت کا مقدمہ'' یہ اعلان کرتا ہے کہ اہل سنت علماء نے جان بوجھ کر شیعہ عقائد کو جاننے کی کوشش ہی نہیں کی (جیسے شیعہ عقائد پر لکھی ہوئی کتابیں تو ہر جگہ کھلے عام موجود تھیں، سرعام ان کتابوں کے موجود ہوتے ہوئے بھی وہ اِن سے ناواقف رہے)، جبکہ اس اصل بات پر پوری طرح تقیہ کا کالا سیاہ پردہ ڈال دیا کہ شیعہ دین میں تو عقائد کی کتابیں ''گناہ'' کی طرح چھپائی جاتی ہیں، کیوں کہ امام معصوم نے یہ حکم دے رکھا ہے کہ ''من کتمه اعزه الله'' جو اس دین کو چھپائے گا اللہ تعالیٰ اس کو عزت دے گا اور '' ومن اذاعه اذلهٔ الله'' (اصول کافی) جو اس کو پھیلائے گا اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرے گا۔ لہٰذا مقدمہ والا یہ تاثر دے رہا ہے کہ یہ قصور تو اہل سنت علماء کا ہے کہ انہوں نے شیعہ دین کی اصل کتابوں کو نہیں پڑھا اور مولانا منظور احمد نعمانی نے اس کا اعتراف کیا ہے جبکہ حضرت نعمانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیعہ کتابیں ملنا دشوار اور مشکل تھیں کیونکہ وہ اپنی کتابوں کو چھپا کر رکھتے تھے ''دوسروں کو نہیں دکھاتے تھے بلکہ ان کی ہوا بھی نہیں لگنے دیتے تھے'' (ایرانی انقلاب رصفحہ ۲۵) ملاحظہ فرمائیں، حضرت نعمانی (علیہ الرحمتہ) کیا فرماتے ہیں؟ اور

حضرت نعمانی کا اقتباس نقل کرنے والا یا شیعیت کا مقدمہ لڑنے والا وکیل صاحب کیا کہتا ہے؟ کسی کا اقتباس نقل کرکے ایسی صورت میں پیش کرنا جو اس اقتباس والے کے فرشتوں کو بھی معلوم نہ ہو ''انقلاب حقیقت'' کہلاتا ہے یعنی کہنے والے کے کلام کی حقیقت پوری طرح بدل کر بلکل الٹ تاثر دینا ''خداع'' دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے؟؟

۳۔ مولانا منظور احمد نعمانی نوراللہ مرقدہ کا شیعیت سے واقفیت کیلئے ذریعہ کیا تھا، انہوں نے اصل کتابوں کو پڑھا یا کسی کی کتاب سے کچھ باتیں دیکھ کر واقف ہوئے؟ شیعیت کا مقدمہ کے وکیل صاحب ایرانی انقلاب صفحہ ۲۱ سے اقتباس نقل کرکے تاثر دیتے ہیں کہ مولانا احتشام الحق مرادآبادی اور مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی شیعہ کے خلاف لکھی کتابیں پڑھ کر (ملخص) میں سمجھنے لگا کہ میں شیعہ مذہب سے واقف ہوگیا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ (شیعیت کا مقدمہ صفحہ ۲۹) یعنی نعمانی صاحب نے بھی بس شیعہ مذہب کے خلاف لکھی ہوئی کتابیں دیکھ کر شیعہ مذہب سے واقفیت حاصل کی ہے اصل کتابیں انہوں نے بھی نہیں دیکھی مگر حضرت نعمانی صاحبؒ نے جو کچھ لکھا ہے اس سے کیا یہی تاثر ملتا ہے؟

نہیں، بلکہ ''مقدمہ'' والے نے وغیرہ وغیرہ کہہ کر جو حقیقت پر تقیہ کا کالا پردہ ڈالا ہے وہیں سے حضرت نعمانیؒ نے ''لیکن'' سے اصل صورت حال بتائی ہے، یعنی مقدمہ والے نے جہاں ''واقف ہوگیا ہوں'' کہہ کر بات وغیرہ وغیرہ کا گرد ڈالا اسی ''ہوں'' کے بعد حضرت نے اصل مدعا اور درست صورت حال بتائی ہے جسے وکیل صاحب نے اپنے پیشہ سے پوری وفا کرتے ہوئے نقل کرنا حرام سمجھا ہے کیونکہ اس اصل صورت حال کو نقل کرنے کی صورت میں جنگ کرنے والے عوام کا فیصلہ کسی صورت بھی وکیل یا مؤکلین کے حق میں نہیں ہوسکتا تھا لہٰذا اس نے جن کو مقدمہ کا فیصلہ کرنے کیلئے جو بتایا اس کو دھوکہ دینے پر اپنی پوری صلاحیت صرف کرتے ہوئے اصل حقیقت پر مٹی ڈال دی تاکہ جج اس اصل صورت حال کو نہ جان سکے ورنہ آپ اس مقام پر پڑھ سکتے ہیں انہوں نے صاف بتایا کہ ایران کے انقلاب سے جو صورت حال پیدا ہوئی اسے دیکھتے ہوئے خمینی اور شیعہ دین کی اصل کتابوں کو پڑھنا ضروری سمجھا اور باوجود اس طول عمر، خرابی صحت اور عوارض کے سو دو سو نہیں کئی ہزار صفحات پڑھ کر جب مطالعہ کیا تو پتہ چلا کہ میں تو ۳/۴ یعنی اس دین کے چوتھائی سے بھی واقف نہ تھا، حضرت ندوی علیہ الرحمتہ نے بھی ان کے اصل کتابوں کا مطالعہ اور خاص جدید ماٰخذات حاصل ہونے کا مفصل ذکر اپنے مقدمہ میں کیا ہے، الغرض اصل کتاب بتاتی ہے کہ حضرت نعمانیؒ نے شیعہ اصل کتابوں کو پڑھا اور وہ بھی کئی ہزار صفحات۔

اِن اصل کتابوں کو پڑھ کر شیعہ دین کی خطرناکی اور زہر آلودی کا اندازہ ہوا اور جو کچھ کیا وہ ایرانی انقلاب اور اس جیسی

دیگر کتابوں کی صورت میں موجود ہے اب جو تاثر اقتباس نقل کرنے والے پورے دنوں کے وکیل صاحب نے دیا ہے کیا اصل کتاب میں وہی صورت حال ہے؟ نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر آپ ہی فرمائیے کہ یہ کارروائی ''خداع'' دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے؟؟؟

۴۔حسین الامینی نے یہ بھی کہا ہے کہ ۸۰ سال تک یہ مولانا شیعہ دین سے ناواقف رہے اس عرصہ میں انہوں نے لوگوں میں کتنی غلط فہمیاں پھیلائی ہوں گی؟ (ملخص) یعنی اس اسی سالہ دور میں جبکہ حضرت نعمانیؒ شیعیت سے واقف نہیں ہوئے انہوں نے کوئی بہت سارے فتوے دیے اور نا معلوم کتنی تقاریر شیعوں کے خلاف کیں اور کتنے کتابچے اور تصنیفات لکھ کر لوگوں میں شیعیت کے بارے میں غلط فہمیوں کا انبار لگا دیا ہوگا؟ کیا یہ امر واقعہ ہے؟ اگر اس سلسلے میں حضرت نعمانیؒ کوئی وضاحت نہ کرتے تب بھی بہتان لگانے سے قبل ضروری تھا کہ الزام لگانے والا ناواقفیت کے دور میں شیعہ مذہب کے بارے میں ان کی کسی تقریر یا تحریر کا حوالہ دے کر ثابت کرتا کہ یہ دیکھو اس نے ایسے وقت میں شیعہ دین کے خلاف تقریر کی یا تحریر لکھی ہے جبکہ وہ اس سے واقف ہی نہیں تھا مگر یہاں تو صورت حال ہی الگ ہے اسی مقام پر خود مصنف ایرانی انقلاب بتا رہے ہیں کہ اس اسی سالہ دور میں اس موضوع پر نہ کبھی کچھ لکھا اور نہ ہی کوئی تبصرہ کیا بلکہ ایران میں برپا ہونے والے انقلاب کے بعد بھی جب اس کے بارے میں پوچھا جانے لگا تب بھی اس وقت تک پوچھنے والوں کو کوئی جواب نہ دیا جب تک کہ کئی ہزار صفحات شیعہ دین کی اصل کتابوں کے پڑھ کر تسلی نہ کر لی، حضرت مولانا ندویؒ نے تو بلکل صاف لکھ دیا کہ باوجود یہ کہ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کو خاص تعلق رہا مگر اس تعلق وقرب کے باوجود شیعیت پر لکھنے کی نوبت نہیں آئی اب یہ تو نہیں ہوسکتا کہ کسی نے اس دیانت دار مصنف کو صرف اتنی جگہ پر انگلی رکھ کر ایرانی انقلاب کا حوالہ لکھوا دیا اور آگے پیچھے دیکھنے نہ دیا ہو ظاہر ہے حوالہ لکھتے ہوئے اگر ساری کتاب نہیں تو مطلوبہ مقام کا سیاق وسباق تو دیکھا ہی ہوگا جب اس میں صاف لکھا ہوا موجود ہے کہ اس اسی سالہ دور میں حضرت نعمانیؒ نے اسلام کیا ہے؟ دین وشریعت، قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟ معارف الحدیث جیسی عالمانہ، اصلاحی کتابیں تو لکھی ہیں مگر شیعہ دین کے بارے میں کوئی رسالہ یا کتاب نہیں لکھی اس صاف وضاحت کے بعد اقتباس نقل کر کے اس کا نتیجہ یہ نقل کرنا کہ

اسی سال تک یہ سکے بند دیوبندی مولانا صاحب شیعہ مذہب سے ناواقف رہے لیکن دوسرے علماء کی طرح مذہب شیعہ کے خلاف معاشرے میں انہوں نے کتنی غلط فہمیاں پھیلائی ہوں گی اور کتنے لوگ ان سے متاثر ہوئے ہوں گے؟

(شیعیت کا مقدمہ صفحہ ۳۰)

دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے: کیا امر واقعہ یہی ہے یا کیا یہ جو سراسر دھوکہ پر مبنی نتیجہ اخذ کیا گیا ہے یہ کسی غلط فہمی کی وجہ سے لکھا گیا ہے؟ نہیں بلکہ جان بوجھ کر اور پوری مہارت کے ساتھ دھوکہ دینے کی غرض سے اس وکیل صاحب نے دھوکہ دینے کا حق ادا کیا ہے۔ آج بھی آپ نیٹ پر ڈالی ہوئی شیعیت کا مقدمہ ملاحظہ کریں: تو اس دھوکہ بازی کا یقین آجائے گا کہ کتاب کا صفحہ ۳۰۔۱۳۱ اڑا دیا گیا ہے مگر وہاں صفحات کو اڑانے میں بھی دھوکہ دہی کا حربہ پوری مہارت سے استعمال کیا گیا یعنی کتاب کے صفحات کم نہیں کیئے بلکہ صفحہ نمبر ۲۸۔۲۹ کو دوبارڈالا گیا پہلے تو آپ دیکھیں گے کہ پورا صفحہ اوراوپر صفحہ نمبر بھی نظر آئیں گے جب دوسری بار اوپر کے صفحہ پر نظر نہیں آئیں گے جس سے ناواقف کو یہی تاثر ملے گا کہ پہلے صفحہ نمبر ۲۸۔۲۹ تھا تو اب یہ صفحہ ۳۰۔۳۱ ہے جبکہ اگلے صفحات بھی ۳۲۔۳۳ بھی لکھے ہوئے ہیں اب ناواقف کے سامنے تو صفحات پورے ہیں مگر حقیقت میں وہ صفحات ہی غائب کر دیئے گئے جہاں سے مقدمہ باز وکیل صاحب کی چوری صاف طور پر پکڑی جا رہی تھی۔

یہ ہے شیعہ دین کی تعلیمات پھیلانے والوں اور اس دین کے پاسبانوں کی کمال دیانتداری، جب اس دین کے وکیلوں اور محافظوں کا یہ حال ہے تو باقی لوگوں کی دیانت وامانت کا عالم کیا ہوگا؟

اب آپ خود فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ کیا یہ دیانت داری، سنجیدگی اور امینی کی کمال امانت ہے؟ اور کیا اس کو دھوکہ بازی کے علاوہ کوئی اور نام دیا جا سکتا ہے؟؟؟

"امام وقت کی تربیت تفسیر قرآن کے سائے میں"

ان چند گزارشات کے بعد اس دین کی وہ ٹھوس تعلیم بھی ملاحظہ فرمالیں جو کسی عام استاد، راہنما اور لیڈر نے نہیں دی نہ کسی وکیل صاحب کی تعلیم ہے بلکہ اس ہستی نے یہ تعلیم دی ہے جو ان کے دین میں معصوم عن الخطاء ہے جس سے خطاء وغلطی نہیں ہو سکتی، جس کا کہنا، کرنا دین ہے جو اللہ کی تعلیم وہدایت کے بغیر کچھ نہیں کہتے جن کے ارشاد کو نہ ماننا کفر ہے وہ ہستی اس دین کی گنتی میں گیارہویں ہستی ہے، انہوں نے ذیل میں آنے والی تعلیم کسی عام عنوان سے نہیں دی بلکہ ثقل اول یعنی قرآن پاک کی تفسیر کرتے ہوئے دی ہے ملاحظہ فرمائیں، تفسیر حسن عسکری میں کیا تعلیم دی گئی ہے؟ لکھا ہے

ا۔ایک خاص شیعہ نے خلوت میں امام موسیٰ کاظم سے عرض کی اور لرزے کے مارے اس کا بدن کانپ رہا تھا اے فرزند

رسول خدا مجھ کو آپ کی وصیت اور امامت کے اعتقاد کے اظہار کے بارے میں فلاں پسر فلاں کے منافق ہونے نے نہایت خوفزدہ کیا ہے حضرت نے فرمایا کہ اس کا واقعہ بیان کر، اس نے عرض کی کہ میں آج اس کے ہمراہ بغداد کے فلاں رئیس کی مجلس میں شامل ہوا صاحب مجلس نے اس سے کہا کہ تو موسیٰ ابن جعفر کو امام جانتا ہے اور اس خلیفہ کو جو بغداد کی گدی پر بیٹھا ہے امام نہیں مانتا تب حضرت کے اس رفیق نے جواب دیا کہ میں اس بات کا قائل نہیں بلکہ میں گمان کرتا ہوں کہ موسیٰ ابن جعفر غیر امام ہیں اور اگر میں اس کے غیر امام ہونے کا معتقد نہ ہوں تو مجھ پر اور اس شخص پر جو اس بات کا معتقد نہ ہو خدا اور تمام فرشتوں اور سارے آدمیوں کی لعنت ہو، صاحب مجلس نے یہ بات سن کر اس سے کہا خدا تجھ کو جزائے خیر دے اور تیری چغلی کھانے والے پر خدا کی لعنت ہو، حضرت نے جب یہ سرگزشت سنی تو اس شخص سے فرمایا وہ بات نہیں جو تو گمان کرتا ہے بلکہ تیرا ساتھی تجھ سے زیادہ دانشمند ہے اس نے جو یہ کہا کہ موسیٰ ابن جعفر غیر امام ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص کہ امام نہیں مگر امام بن بیٹھا ہے موسیٰ ابن جعفر اس امام کا غیر ہے نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود امام ہے پس اس قول سے اس نے میری امامت کا اثبات کیا اور غیر کی امامت کی نفی کی۔ (امام نے آگے شکایت گزار کو توبہ کا حکم دیا اس نے کہا مال تو نہیں مگر عبادت درود رملخص) اور تمہارے دشمنوں پر لعنت کرنے کے جو عمل کیے ہیں ان کا ایک حصہ اس کو ھبہ کرتا ہوں، حضرت نے فرمایا اب تو آتش دوزخ سے رہا ہوا (آثار حیدری۔ اردو ترجمہ۔ تفسیر حسن عسکری رصفحہ ۳۱۹)۔

دیکھا آپ نے اس کو کہتے ہیں شیعیت: میزبان کو اس نے ایسا دھوکہ دیا کہ وہ اس کے سچے ہونے کا نہ صرف قائل ہو گیا بلکہ دعا بھی دی جبکہ وہ جس نے دھوکہ دینے والے کا شیعہ ہونا بتایا تھا وہ میزبان رئیس شیعہ دھوکہ بازی کے ہاتھوں ایسا چکرایا کہ الٹا اس سچ بتانے والے سنی پر لعنتوں کی برسات کر ڈالی، پھر لعنتوں کا ثواب اور اس کا شیعہ کو ھبہ کرنا جس کمال ایمان کا پتہ بتاتا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

۲۔ مذید ملاحظہ فرمائیں: (راوی کا بیان ہے کہ ہم امام رضا کے پاس تھے ایک شخص نے آکر بتایا کہ ایک شخص کو خلعت شاہی پہنا کر بازاروں میں پھرایا جا رہا تھا بغداد کی گلیوں میں لوگ اعلان کر رہے تھے کہ اس رافضی کی توبہ سنو لوگوں کے کہنے پر وہ کہتا رملخص)۔"خیر الناس بعد رسول الله ابا بکر" جب وہ کہہ چکتا ہے تو وہ نہایت غل مچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے رافضی ہونے سے توبہ کی ہے اور ابوبکر کو علی ابن ابی طالب پر فضلیت دی ہے۔ حضرت نے اس شخص سے فرمایا کہ خلوت میں پھر اس بات کا ذکر کرنا جب خلوت ہوئی تو اس نے پھر عرض کی حضرت نے فرمایا میں نے

اس لئے ان بے وقوف لوگوں کے سامنے اس شخص کے کلام کی تفسیر نہیں بیان کی کہ ایسا نہ ہو کوئی جا کر ان مخالفوں سے کہہ دے اور وہ اس کے حال سے واقف ہو جائیں اور اس کو ایزا پہچائیں دیکھو اگر اس شخص نے یہ کہا ہوتا کہ ”خیر الناس بعد رسول اللہ ابوبکر“ تو بیشک ابوبکر کو علی پر فضلیت دیتا لیکن اس نے تو یہ کہا ہے ”خیر الناس بعد رسول اللہ ابا بکر“ : یعنی اے ابوبکر رسول خدا کے بعد سب آدمیوں سے بہتر۔۔۔اور اس سے وہ مطلب نہیں نکلتا جو عوام سمجھتے ہیں اور یہ اس لئے کیا گیا تا کہ عوام الناس جو اس کے سامنے جا رہے ہیں خوش ہو جائیں۔۔۔(ایضا صفحہ ۳۲۰)

۳۔قسمیں کھا کر دھوکہ دینے کا ریکارڈ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی شخص نے امام محمد تقی سے عرض کیا کہ اے فرزند رسول میں جو آج محلّہ کرخ میں سے گزرا تو لوگوں نے مجھے دیکھ کر کہا کہ یہ شخص محمد ابن علی امام روافض کا ہم نشین ہے اس سے پوچھو رسول خدا کے بعد سب سے بہتر کون ہے اگر اس نے جواب دیا کہ علی بعد رسول خدا سب سے بہتر ہیں تو اس کو قتل کرنا اور اگر کہا کہ ابوبکر ہے تو چھوڑ دینا،غرض ایک جمعیت کثیر نے مجھ پر ہجوم کیا اور مجھ سے سوال کیا کہ بعد رسول مختار ﷺ خیر الناس کون شخص ہے تب میں نے ان کو جواب دیا خیر الناس بعد رسول ابو بکر و عمر و عثمان (تینوں ناموں کو مقام استفھام میں کہا) اور اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا اور علی کا نام نہ لیا یہ سن کر بعض کہنے لگے یہ تو ہم پر فوقیت لے گیا ہم تو اس جگہ علی کو بھی ذکر کرتے ہیں میں نے ان سے کہا کہ اس میں مجھ کو کچھ تامل ہے میں یہ نہیں کہنے کا: تب وہ باہم کہنے لگے کہ یہ تو ہم سے بھی زیادہ متعصب ہے ہمارا خیال اس کی نسبت غلط نکلا یہ کہہ کر وہ سب چلے گئے:۔۔۔اے فرزند رسول اس میں میرا کوئی جرم تو نہیں ہوا؟۔۔۔حضرت نے اس سے فرمایا خدا تیرے اس جواب کا شاکر ہوا اور اس کا اجر تیرے لئے لکھا اور اس کو کتاب حکیم یعنی لوح محفوظ میں ثبت کیا اور تیرے اس جواب کے ہر حرف کے عوض اس قدر چیزیں تیرے لئے واجب کیں کہ تمنا کرنیوالوں کی تمنائیں اس سے قاصر ہیں۔۔۔

۴۔(نیز یہ واقعہ بھی درج ہے کہ) ایک شخص نے امام علی نقی کی خدمت بابرکت میں عرض کی کہ آج میں شہر کے عام لوگوں کی ایک جماعت میں جا پھنسا اور انہوں نے مجھے پکڑ لیا اور کہنے لگے اے شخص کیا تو ابوبکر بن ابی قحافہ کی امامت کا قائل نہیں ہے:اے فرزند رسول ان کی یہ بات سن کر میں ڈرا اور میں نے نہیں کا ارادہ کر کے از روئے تقیہ کہہ دیا ہاں اس

کا قائل ہوں۔تب ان میں سے ایک اپنا ہاتھ میرے منہ پر رکھ کر بولا تو تحریف کر کے کلام کرتا ہے جو میں تجھے بتاؤں اس طرح سے لوگوں کو جواب دے میں نے اس سے کہا، کہ،اس نے مجھ سے کہا کیا تو قائل ہے کہ ابوبکر بن قحافہ رسول خدا کے بعد امام حق وعدل ہے اورعلی کا امامت میں بے شک کوئی حصہ نہیں، میں نے اس کے جواب میں نعم (کہا) اور اس کو ہاں کے معنی میں نہیں رکھا تھا بلکہ اس سے اونٹ، گائے، بھیڑ وغیرہ چوپائے جانور مراد لی تھی۔وہ شخص بولا میں اس پر بس نہ کروں گا جب تک تو قسم نہ کھائے اب تو اس طرح کہہ کہ میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبو دنہیں ہے اور وہ طالب اور غالب اور ذلت دینے والا اور پالنے والا اور ہلاک کرنے والا اور پوشیدہ اور ظاہر کا یکساں جاننے والا ہے میں نے جواب دیا ''نعم'' اور میری اس کہنے سے چوپایہ مراد تھی نہ کہ ہاں: پھر اس نے کہا کہ میں اس پر بس نہیں کرتا جب تک کہ تو۔۔۔۔لمبی قسم کھا کر نہ کہے کہ ابوبکر بن ابوقحافہ ہی امام ہے تب میں نے جواب دیا کہ ابوبکر بن ابوقحافہ امام ہے ہاں وہ اس شخص کا امام ہے جو اس کا پیرو ہو اور اس کو امام مانے، قسم ہے اس خدا کی۔۔۔۔۔یہ سن کر وہ خاموش ہوئے اور مجھ کو جزاک اللہ خیر کہا اور میں نے ان کے پنجے سے نجات پائی، یا حضرت اب فرمایئے خدا کے نزدیک میرا کیا حال ہے فرمایا تیرا حال نیک ہے خدا نے تیرے عمدہ تقیہ کے عوض اعلیٰ علیین میں تجھ کو ہمارا رفیق اور ہم نشین کیا۔

۵۔دھوکہ دینے پر اجر عظیم کا بیان امام وقت کی زبانی

اس تفسیر (حسن عسکری) کے راوی ابو یعقوب علی کا بیان ہے کہ ایک دن ہم امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت کے ایک اصحاب نے عرض کی کہ ہمارا ایک شیعہ بھائی جہال عامہ میں مبتلا تھا اور وہ امامت کے باب میں اس کی آزمائش کرتے تھے اور اس کو قسمیں دلاتے تھے اس نے مجھ سے کہا کہ ہم کیا تدبیر کریں جو ان کے ہاتھ سے خلاصی ہو میں نے پوچھا وہ کیا کہتے ہیں وہ بولا مجھ سے کہتے ہیں اے شخص کیا تو قائل ہے کہ رسول خدا کے بعد فلاں ہی امام ہے پس مجھ کو ''نعم'' کہنے کے سوا اور کچھ بن نہیں پڑتا ورنہ وہ مجھے مارتے ہیں اور جب میں نے نعم کہا تو بولے کہ واللہ کہہ تب میں نے کہا نعم اور میرا منشا اس نعم کے کہنے سے اونٹ، گائے، بھیڑ وغیرہ چوپائے جانور تھا میں نے اس شخص سے کہا کہ جب وہ واللہ کہلائیں تو واللہ (جیسے ولی زید عن امر کذا) یعنی زید فلاں کام سے پھر گیا، کہہ دیا کر اور وہ اس کو تمیز نہ کرسکیں گے اور تو سلامت رہے گا۔یہ سن کر اس نے مجھ سے کہا کہ اگر وہ میری اس بات کو معلوم کرلیں اور کہیں کہ واللہ کہہ اور ''ہ''

کوظاہر کر۔ میں نے جواب دیا "واللہ بہ ضمہ ھا" کہہ دیا کر کیونکہ جب "ہا" پر کسرہ نہ ہوگا تو قسم میں داخل نہ ہوگا یہ سن کر وہ چلا گیا اور واپس آ کر کہنے لگا کہ انہوں نے اس امر کو میرے سامنے پیش کیا اور مجھ کو قسم دلائی اور جس طرح تو نے تعلیم دی تھی میں نے اسی طرح کیا، اس شخص کی یہ تقریر سن کر حضرت نے اس سے فرمایا کہ تو بموجب حدیث جناب رسالتمآب ﷺ "الدال علی الخیر کفاعلہ ترجمہ: نیکی کی طرف رہبری کرنے والا گویا اس نیکی کا بجالانے والا ہے"۔ خدا نے تیرے اس ساتھی کیلئے اس تقیہ کے عوض اس قدر نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں درج کی کہ اس کی تعداد ہمارے تقیہ کرنے والے شیعوں اور محبوں اور دوستوں کے مقام تقیہ میں استعمال کردہ الفاظ کے حروف اور ان تقیہ کرنے والوں کی تعداد کے برابر ہے کہ اگر صد سالہ گناہ بھی ان میں سے ایک ادنی نیکی کے مقابل ہوں تو البتہ معاف ہو جائیں اور چونکہ تو نے اس کو ہدایت کی ہے اس لئے تجھ کو بھی اس کی مانند ثواب ملا۔

(آثار حیدری اردو ترجمہ تفسیر حضرت حجۃ اللہ فی الانام الامام الحسن العسکری ؑ مترجم، مولوی سید شریف حسین بھریلوی: ناشر، عباس بک ایجنسی یوپی انڈیا صفحہ ۳۱۸ تا ۳۲۲)۔

اللہ تعالیٰ نے ہر کسی کو عقل وشعور سے نوازا ہے ذرا ان واقعات کو غور سے دیکھیں جو ایک عام کتاب میں نہیں بلکہ قرآن کی تفسیر میں درج ہیں پھر تفسیر بھی وہ جو امام مہدی کے باپ گیارہویں معصوم امام سے منقول ہے اس میں درج ان واقعات میں شیعوں نے اہل اسلام کو کیسے کیسے دھوکے اور چکر دیئے اور اماموں نے ان دھوکہ بازیوں پر دھوکہ دینے والوں کیلئے کیا کیا اجر وثواب بتایا ہے کیا اس کی کوئی مثال دنیا کے کسی بھی مذہب میں موجود ہے؟ مذہب کے جہاں میں تلاش کرتے کرتے تھک جائیں گے مگر ایسے دھوکے آپ کو کہیں نہ ملیں گے پس اب قرآن پاک کی اس بتائی ہوئی علامت کو ذرا غور سے پڑھیئے جس میں بتایا گیا ہے کہ "یخادعون" وہ دھوکہ دیتے ہیں اور وہ "امنا" کہہ کر اپنے مؤمن ہونے کے مدعی بھی ہیں، کیا یہی وہ دھوکہ باز نہیں جن کی دنیا میں کوئی مثال موجود نہیں؟

آخر میں پھر عرض ہے کہ ذرا غور فرمانا کہ کیا اس طرح دھوکے اور وہ بھی ثواب سمجھ کر کوئی مؤمن بندہ دے سکتا ہے؟ مؤمن نہیں کوئی غیر مسلم بلکہ بے دین آدمی یا کوئی شریف آدمی دھوکے اور پھر اس پر اجر وثواب کا سوچ بھی سکتا ہے؟ نہیں! یقیناً نہیں

باب ۵

’’وہ لوگ جن کے دل بیمار ہیں‘‘

۱۔تیسری علامت ’’فی قلوبھم مرض‘‘

اللہ جل شانہ نے زیر بحث گروہ کے بارے میں ایک یہ بات بھی بتائی ہے کہ اُن کے دلوں میں مرض ہے اللہ جل شانہ نے اُن کے اِس مرض کو اور بھی بڑھا دیا، یہاں صرف ’’مرض‘‘ کا لفظ ارشاد فرمایا جو صحت کی ضد ہے یہ وضاحت نہیں فرمائی کہ کون سا مرض ہے لہٰذا اس بارے میں حضرات مفسرین کے ارشادات سامنے رکھ کر چند گزارشات عرض کی جائیں گی لیکن اس سے قبل جان لیں کہ بیمار کی رائے بھی بیمار ہوتی ہے مرض شدت اختیار کر جائے تو اس کی رائے بھی مرض کے بقدر فاسد، غلط اور الٹ ہوتی ہے جسمانی اعتبار سے صفرا کا مرض ہو جائے تو اس سے قوت ذائقہ متاثر ہوتی ہے تو مریض چینی کو کڑوا کہتا ہے، آنکھ مریض ہو تو بھینگا ایک کو دو بتاتا ہے، قوت سماعت مریض ہو جائے تو وہ ’’کانوں کا کچا‘‘ کوکتی کا بچہ سنتا ہے ایسے ہی عقل بیمار ہو تو وہ قرآن حفظ کرنے کو عیب تصور کرتی ہے چنانچہ وہ حافظ قرآن جو محبوب الرحمان اور اللہ جل شانہ کی عدالت میں سفارشی ہے کہ گناہوں کی وجہ سے جن پر جہنم جانا لازم ہو گیا ہو گا ان کی سفارش کر کے سات ایسے افراد کو جنت لے جائے گا، مریض عقل والا اس نعمت خدا کو عیب ’’اندھا حافظ‘‘ کہہ کر لائق تنز، اس خدمت کو انجام دینے والے اداروں کو دہشت گردی کا اڈا قرار دیتا ہے، ایسی مریض عقل صحابہ کی تعلیم کو جہالت اور خیر القرون کو پتھروں کا زمانہ جب کہ بجلی اور سائنسی ایجادات کو علم اور دین جاننے کا بہتر معیار قرار دیتی ہے اس لئے سب سے پہلے رائے زنی کرنے والے کی مرض وصحت کا جائزہ لے لینا چاہیے تاکہ بیمار رائے اور صحت مند رائے میں فرق قائم رکھ کر صحیح نتیجہ حاصل کیا جاسکے چنانچہ ذات حق نے ’’فی قلوبھم مرض‘‘ میں صرف ایک لفظ مرض بول کر خدائی نعمتوں کے استعمال میں درست فیصلہ اور غلط رائے کا خوب تر معیار امت کو بتا دیا ہے، تاکہ قرآنی راہنمائی سے امت مستفید ہو کر دین حق پر تنز کرنے والوں کی عقل کو قرآن کے لفظ مرض کے میزان پر تول سکے۔

مرض سے مراد کیا ہے؟ اہل علم کے ارشادات

’’فی قلوب المنافقین مرض الشک‘‘ منافقین کے دلوں میں شک کی بیماری ہے۔

(الطائف الاشارات: تفسیر قشیری/عبدالکریم بن ہوازن متوفی ۴۶۵ھ تحت البقرہ ۱۰/۱/۶۱)۔

(تذکرۃ الاریب فی تفسیر الغریب/جمال الدین ابوالفرج الجوزی/متوفی ۵۹۷ھجہ/البقرہ ۱/۱۴)

''والمراد بالمرض هنا مرض الشک و الشبهات و النفاق'' مرض سے یہاں مراد شک اور شبہات اور نفاق ہے۔

(تفسیر السعدی، تیسیر الکریم الرحمٰن ر ج ۱ر ص ۴۲)۔(الثعلبی ر ۱ر ۱۵۴)۔(الوسیط للواحدی ر ۱ر ۸۷)۔(اللباب فی علوم الکتاب ر ۱ر ۳۴۴)۔(تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس ر ۱ر ۴)۔(السراج المنیر ر ۱ر ۲۳)۔(تفسیر القاسمی ومحاسن التاویل ر ۱ر ۱۶۷)۔(توفیق الرحمٰن فی دروس القرآن ر ۱ر ۱۰۲)۔(ایسر التفاسیر للجزائری ر ۱ر ۲۴)۔(بیضاوی ر ۱ر ۱۹)۔(صفوۃ التفاسیر ر ۱ر ۲۹)۔(التفسیر الواضح ر ۱ر ۱۷)۔(التفسیر المنیر للزحیلی ر ۱ر ۸۰)۔(تفسیر الایجی جامع البیان لمحمد متوفی ۹۰۵ھ ر ۱ر ۲۸)۔(اوضح التفاسیر ر ۱ر ۴)۔(تفسیر ماتریدی ر ۱ر ۳۸۳)۔(تفسیر الخازن ر ۱ر ۲۷)۔(معانی القرآن واعرابہ للزجاج ر ۱ر ۸۶)

صرف ان دو درجن تفاسیر میں ہی قرآن میں بتائے گئے ''مرض'' کو شک اور شبہات سے تعبیر نہیں کیا گیا بلکہ مطبوعہ تفاسیر کی غالب اکثریت نے یہی فرمایا ہے کہ اللہ جل شانہ نے ایمان کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کے دلوں میں پائے جانے والے جس مرض کی خبر دی ہے وہ شک اور شبہات کا مرض ہے، جس نے ان کی روحانی زندگی کو ایسا مریض اور مریل بنا دیا کہ وہ بے ایمان ہونے کے باوجود اپنے مؤمن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اعجاز نبوت کو دیکھتے اور قرآن کو سنتے ہیں مگر یہ دیکھنا و سننا ان کو اس مرض کی وجہ سے کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا۔

''مریض دلوں کا جُرم''

اللہ جل شانہ کی جاری سنت یہ ہے کہ ہدایت کے معاملہ میں وہ کسی کو اندھیرے میں نہیں چھوڑتا بلکہ وہ مہربان بندوں کی پوری پوری راہنمائی فرماتا ہے مگر جب اس راہنمائی سے فائدہ اٹھانے کی بجائے کوئی محروم اس ذات حق سے مقابلہ کرنے کیلئے اتر پڑتا ہے تب پھر اس کی پکڑ اترتی ہے جو بہت ہی سخت ہے، چنانچہ اس مقام پر جو ارشاد ربانی ہے ''فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضا۔(البقرہ ر ۱۰)'' اللہ نے ان کے مرض کو اور بڑھا دیا، یہ ان کے سابق جرم کی سزا ہے کہ کھرے اور صاف شفاف دین میں انہوں نے شک پیدا کر کے ذات حق کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی جس کی سزا میں انکے مرض کو اتنا بڑھا دیا گیا کہ وہ لاعلاج مریض بن کر رہ گئے، اب جب لاعلاج مرض میں ڈوب چکے تو پھر ہدایت کی روشنی اور کان ہونے کے باوجود بہرہ بن جانا اور آنکھوں کی ظاہری روشنی عطاء ہونے کے باوجود اندھا قرار پانا کچھ بعید نہیں،

یہی دینِ حق میں تشکیک پیدا کرنے اور ابلیسی چالوں کے ذریعے مقابلہ کرنے کی جسارت ہے جس کی وجہ سے کبھی اُن کو ''صم بکم عمی ''کہا جارہا ہے تو کبھی ''ختم اللہ علی قلوبھم'' کا پیغام اتر رہا ہے، اِسی بُرے جُرم کی وجہ سے عذاب سے بڑا عذاب بلکہ دردناک عذاب کا اُن کیلئے فیصلہ سنایا جارہا ہے اُمید ہے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی ہوگی کہ یہ رب ذوالجلال کی نظروں سے گرنا اور عذاب درعذاب خدائی گرفت میں بڑھتے جانا صرف اس بنا پر نہیں کہ انہیں کوئی تھوڑی بہت غلط فہمی سی ہوگئی تھی بلکہ اس وجہ سے کہ انہوں نے کھرے اور سچے دین کو خراب کرنے کی غرض سے تشکیک پیدا کرنے اور غلط فہمیوں کے ذریعے سچے دین سے یقین ختم کرنے کی کوشش شروع کر رکھی تھی جب وہ یہ جرم کرتے کرتے حد سے بڑھ گئے تب خدائی عذاب کا کوڑا برسا وہ بھی ایسے زور سے کہ توفیق ہدایت ہی سلب ہوگئی بلکہ جس بُرے مرض میں انہوں نے قدم رکھا تھا اللہ جل شانہ نے اسے اور بڑھا دیا۔اب اس میں کس کو شک ہوسکتا ہے کہ جس ذات نے مرض کو اور بڑھا دیا ہے وہی مرض سے شفا دینے والی ذات ہے اب اس مرض کا علاج کیا ہوسکتا ہے، بالفرض کوئی اس مرض کا علاج کرے بھی تو اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

''کن کے دلوں میں مرض ھے؟''

اہل علم نے فرمایا ہے ''مرض'' کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دلوں میں شک اور نفاق ہے، ایسے لوگ جو خود کو مؤمن کہتے ہوں اور پھر اِس دعویٰ ایمان کے باوجود دین میں شک پیدا کرنے کی تحریک چلا کر امت اسلام کے سرمایہ یقین کو زائل کرنے کی محنت کر رہے ہوں وہ کون ہیں؟ مدعیانِ ایمان کی فہرست سامنے رکھ کر انکے نظریات کا جائزہ لیجئے اور پوری دیانت داری وانصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائیے۔آگے کی تحریر پورے غور اور توجہ کے ساتھ پڑھیئے ،لکھاری کہتا ہے

''تاریخ بین سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ رحلت رسول رحمت ﷺ کے فوراً بعد جب امت نے اپنے خیر اندیش نبی کے حکم سے آنکھیں چرائیں تو دنیا کی نگاہ نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی پیش گوئیوں کے عین مطابق غضب خدا کے آثار نمودار ہونا شروع ہوگئے اور اس کا اول اثر اتحاد ملی پر پڑا، کہ امت دو پارٹیوں میں بٹ گئی، اتفاق کی برکت اٹھالی گئی فتنوں نے سر اٹھانا شروع کیئے، حدیث کی کتابوں میں پیغمبر ﷺ کے ہزار سے زائد فرمودات دور فتن سے متعلق ہیں ان کا مطالعہ کرنے سے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ مسلمان مغضوب ہوگئے دنیا کا سب سے بڑا عذاب بے سکونی ہے امت اس دن سے سکون کیلئے ترس رہی ہے اور ایک لمحہ بھی تاریخ میں ایسا پرسکون دکھائی نہیں دیتا جسے اجتماعی لحاظ سے خوف سے مبرا

قرار دیا جاسکے جب کہ دنیا ایسی غالب آئی کہ بھائی نے بھائی کا گلا کاٹنے سے دریغ نہ کیا حرص مال، زمین پر حربی فساد، عصبیت کے انتشار، داخلی خلفشار اور خارجی یلغار کے عفریت دندنانے لگے، حرص مال، ہوس اقتدار، لوٹ مار اور غارت گری کے بازار گرم ہو گئے غفلت نے اسلامی سرزمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، لشکرکشی کے غوغا نے حق کی آواز کو کانوں تک نہ پہنچنے دیا، طبل جنگ اور ہتھیاروں کی جھنکار کے غل سے علمی مواعظ سے قوت سماعت مستفیض ہونے سے قاصر رہی آنکھوں پر غفلت کی پٹی بندھ گئی، خونی نگاہوں کو کشتوں کے پشتے بنانے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا ہوس نے اندھا کر دیا، آنکھوں پر ایسی مہر لگی کہ آج وہ تذکرے سنتے ہوئے بھی آنکھیں چرانی پڑتی ہیں اور یہ سب کچھ دن بدن مختلف ماحول و کیفیت کی مناسبت سے روز افزوں ترقی پر ہے۔۔۔۔اب مسلمان تو اپنی نافرمانی کی سزا و پاداش میں گرفتار ہوئے اب وہ لاکھ جتن کریں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کیلئے جتنے مرضی اعمال بجالائیں، نیکیاں کریں، روزانہ نفاذ اسلام کا ڈھنڈورا پیٹیں، تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف رہیں ان کا خاطر خواہ اثر ہرگز نہ ہوگا۔۔۔(اگلے عنوان کے تحت) یہ حقائق ہیں لہٰذا کچھ تلخ اور کچھ ترش بھی ہیں آپ خود احوال امت بنفس نفیس ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ مسلم امہ کی اکثریت جو آج تک حکم رسول مجریہ روز غدیر سے اعراض کئے ہوئے ہے اسلام کے حقیقی ثمرات سے بہرہ مند نہیں ہے حالانکہ وہ سارے کے سارے نہ سہی مگر ان کی خاصی تعداد شرعی احکام کی ظاہری پابند نظر آتی ہے قیام صلوۃ، نظام زکوۃ، اہتمام صوم، جذبہ جہاد اور عزم حج بیت اللہ کے علاوہ اپنی دانست میں اسلامی تعلیم کی روشنی میں مکارم اخلاق اور حسن معاملات میں انفرادی اور اجتماعی طور پر خلوص نیت کے ساتھ مسلمان مصروف اعمال ہیں قرآن کے حافظوں اور قاریوں کی کمی نہیں مگر دیکھتے ہیں ان نمائشی اعمال صالحہ کا موصولہ نتیجہ کچھ برآمد نہیں ہوتا البتہ فطری قانون جو دنیوی قانون بھی ہے یہ ہے کہ ہر عمل کا ایک ردعمل ہوتا ہے اس کے نتیجے میں اعمال صالحہ کا ردعمل از خود ضرور برآمد ہوتا ہے چنانچہ اکثر و بیشتر لوگوں کی حاجتیں بمطابق ترکیب و ترتیب کرنے سے پوری ہو جاتی ہیں یا دعائیں منظور ہو جاتی ہیں کیونکہ میوہ لذیذ ہے لہٰذا اس کی لذت تو ہر ایک کو محسوس ہوگی مگر اس کے اندر جو تاثیر، قوت شفاء یا مضرت پوشیدہ ہے وہ کھانے والے کے مزاج کے مطابق ایک خودکار نظام قدرت کی زیرنگرانی اثر انداز ہوگی جس کی کھانے والے کو خبر بھی نہ ہوگی مثلاً آم پھلوں کا بادشاہ ہے، بہت لذیذ پھل ہے اسے ہندو کھائے یا مسلمان، دونوں کو مزا آئے گا یعنی اس کے ظاہری ذائقے سے ہر کوئی لطف اندوز ہو سکتا ہے مگر اس کے اندر چھپے ہوئے جو خواص ہیں ان کے اثرات کھانے والے کی طبیعت پر منحصر ہوں گے۔۔۔اسی مثال کی روشنی میں آپ اعمال صالحہ کو دیکھیں ان کو بجالانے سے ان کی ظاہری لذت کا

حاصل ہونا تو عین ممکن ہے مگر نافرمانی رسول کے مریض کیلئے ان سے شفاء کی امید رکھنا خود فریبی ہے اس لئے آج کی نسل جب مذہب کی طرف راغب ہوتی ہے اور اعمال بجالاتی ہے مگر جب حسب پسند نتائج حاصل نہیں کرتی تو آمادہ بغاوت ہوجاتی ہے۔۔۔(نئے عنوان اور چند سطروں کے بعد لکھا ہے)''اسلام'' اپنی کتاب کے فضائل میں دعویٰ کرتا ہے کہ اس میں خشک وتر کا علم ہے، اس سے مردوں کو زندہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ شفاء ہے اس کو پڑھ کر پہاڑوں کو چلایا جاسکتا ہے، وغیرہ وغیرہ، مگر افسوس اندھے حافظ ساری عمر اس قرآن کو پڑھ پڑھ کر مرجاتے ہیں مگر اندھے ہی رہتے ہیں، بینائی نہیں پاتے ہم نے کسی قاری قرآن کو اپنی ظاہری آنکھوں سے مردہ زندہ کرنا تو کجا ایک چیونٹی کو بھی زندہ کرتے دیکھا ہے نہ سنا ہے، البتہ زندوں کے سرہانے اس کو پڑھ کر مرتے لوگوں کو اکثر دیکھا ہے اس کو پڑھ کر پہاڑ چلانا تو درکنار کسی نے ایک کنکر بھی متحرک نہیں کی ہے اب ایسے میں یا تو ''اسلام'' کا دعویٰ محتاج ثبوت ہے یا پھر مسلمان حافظ و قاری کی تلاوت بے اثر و بے تاثیر ہے، جب کہ خود قرآن ہی کا دعویٰ ہے کہ وہ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے۔۔۔۔(نماز کی فضیلت کا عنوان قائم کرکے ۲ سطروں میں فضائل نماز لکھ کر کہتا ہے)۔۔۔آج کل جتنا زیادہ نماز پڑھنے والا مسلمان ہوگا اتنا ہی ریاکار، منافق صفت، غاصب، ظالم، شقی القلب اور غیبت گو ہوگا۔(آواز اعلان غدیر صفحہ ۲۱۵ تا صفحہ ۲۱۹)

اس طویل اقتباس کے نقل کرنے پر معذرت چاہتا ہوں مگر مجبوری یہ تھی کہ ''پڑھنے والوں کے دل پر شائد کوئی جملہ دستک دے سکے تاکہ آنکھیں کھلیں اور دشمن کا چھپا ہوا چہرہ دیکھ لیں''۔ یہ اور اس طرح کے دل میں پیدا ہونے والے احساس نے اقتباس کو طویل کردیا، آپ سوچ رہے ہونگے کہ یہ اقتباس کس صلیبی جنگوں میں مار کھانے والے شکست خوردہ یہودی جنرل کا ہے جو مسلمانوں سے انتقام لینے کیلئے دل کی بھڑاس نکال رہا ہے؟ مگر نہیں بلکہ یہ اقتباس خود کو مؤمن کہنے والے اس قلم کار کا ہے جو پچاسیوں کتابوں کا مصنف ہے ناولوں کا نہیں بلکہ اپنے دعویٰ کے مطابق اپنے جیسے''امنا باللہ و بالیوم الآخر'' کہہ کر مؤمن ہونے کے دعویداروں کا دفاع کرتے ہوئے ان کے دین بچانے اور پھیلانے والی کتابوں کا مصنف ہے یہ کتاب بھی اسی دین کی خدمت میں لکھی گئی ہے جس کا اقتباس نقل ہوا۔ آواز اعلان غدیر کے صفحہ ۲۱۵ تا ۲۱۹ سے لئے ہوئے اس اقتباس پر ٹھنڈے دل و دماغ سے غور فرمائیں اور قرآن پاک میں جھوٹے مدعیان مؤمن کی بتائی گئی تیسری علامت ونشانی کو پڑھیں امید ہے بخوبی جان جائیں گے کہ قرآن کریم کن لوگوں کے چہروں سے نقاب ہٹا کر مسلمان کو ان کی شکل دکھا رہا ہے۔

"تشکیک دین کے سودا گر لکھاری"

شیعہ لکھاری اسلام کی عظمت، رفعت اعزاز وشرف کو مشکوک بنانے کیلئے اور دنیا کو یہ باور کرانے کیلئے مصروف عمل ہے کہ اسلام کوئی ایسا جاذب وعظیم دین نہیں کہ جسے قبول کرنے میں آدمی کو کوئی خاص اعزاز ومرتبہ حاصل ہوسکتا ہے بلکہ اسلام تو خود ان لوگوں کے ہاتھوں لٹا ہوا مذہب ہے جن کو صاحب اسلام حضرت محمد ﷺ نے پڑھایا اور مسلمان بنایا تھا بلکہ اسلام کیا اسلام لانے والے نبی کی بیٹی کا سارا مال لٹ گیا داماد کو وصی بنایا تو ان سے حکومت چھین لی گئی وغیرہ لہٰذا یہ کوئی محبوب ومقبول دین نہیں ہے ذرا اہل اسلام کے بارے میں لکھاری کا لب ولہجہ ملاحظہ فرمائیں:

ڈیڑھ ہزار برس میں مسلمانوں نے سائنس کے میدان میں کیا کارنامے سرانجام دیئے، کیا ایجادیں کیں، کون سی دریافت کی، کس کلیہ کو روشناس کرایا، کون سے فن میں نام پیدا کیا سرعت فتوحات ارضی کے باوجود کون سا معاشی یا سیاسی نظام حکومت روشناس کرایا جو آئندہ نسلوں کیلئے لائق اتباع ہو، لہٰذا جو قوم ۱۵ سو سالوں میں کچھ نہ کرسکی وہ عالمگیری فلاح وبہبود کی دعویدار کس منہ سے بنتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ عامتہ المسلمین کے پاس ان سوالات کا کوئی جواب نہیں، محض عقیدت وایمانیت سے دنیا مرعوب نہیں ہوتی حالانکہ اگر غیر جانبداری کے ساتھ مسلمانوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو قلیل تخصیص کے علاوہ اس کے اوراق کالے نظر آتے ہیں (شیعہ مذہب سچا ہے، المعروف انگور کھٹے ہیں، صفحہ ۱۸)

ایک دوسری کتاب میں لکھا ہے

شقی القلب عرب جو ذرا ذرا سی بات پر برس ہا برس خونریزی کرنے کے عادی اور اپنی اولاد کو زندہ درگور کرنے پر فخر کرنے والے تھے، محبت سے کیسے آشنا ہوسکتے تھے، لہٰذا صرف کلمہ پڑھ لینے سے ان کی جبلت وخصلت اور فطرت تو یکسر نہیں بدل سکتی تھی ان لوگوں میں ایسا عقیدہ آسانی سے پھیلایا جاسکتا تھا، آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ محبت وعقیدت کی ہر رسم کو شرک وبدعت سمجھا جاتا ہے، امر واقعہ یہ ہے کہ اس عقیدہ نے قوم کے تخیل اور نظریہ پر بڑا پکا اثر ڈالا جس کے نتیجہ میں اسلامی تاریخ میں ایسے دل سوز سانحہ جات رونما ہوئے کہ محسن کشی اور احسان فراموشی کے اس سے زیادہ ہیبت نام مناظر کسی دوسری قوم کی تاریخ میں نہیں ملتے، ایک خاص سیاسی مقصد اور اقتدار ارضی کے حصول کی خاطر رسول معصوم کی سخت تنقیص کی گئی۔ (اتباع رسول، صفحہ ۹۶۔۹۷)

نعش رسول بے دفن چھوڑ کر حکومت کا معاملہ طے کیا اس اقتدار کو مستحکم کرنے کیلئے ہر طریقہ بروئے کار لایا گیا اور مسلمانوں نے اہل بیت کی محبت کا ثبوت سیدہ طاہرہ کے دروازے پر آگ روشن کرکے دیا اس معصومہ کو زخم پہلو لگا کر

اپنی محبت کا یقین دلایا ان کے شوہر نامدار کو گرفتار کر کے بازار میں گھسیٹا گیا معاشی پریشانیوں میں مبتلا کر کے اجر رسالت کی ادائیگی ہوئی خیر مجھے اسلام کی تباہی کی تاریخ نہیں لکھنی، حاصل مطلب یہ ہے کہ رسول کریم کی آنکھ بند ہوتے ہی مسلمانوں کی نگاہیں پھر گئیں اور سونے چاندی کی چمکار نے لوگوں کی آنکھیں چندیا دیں۔ (''کہاں تم کہاں ہم'' عبدالکریم مشتاق صفحہ ۷)

''دین میں شبہات پیدا کرنے والے کون''

ان اوپر ذکر کئے گئے چند حوالہ جات میں آپ ملاحظہ فرمائیں

رحلت رسول رحمت ﷺ کے فوراً بعد جب امت نے۔۔۔۔۔ نبی کے حکم سے آنکھیں چرائیں تو۔۔۔۔۔ پیش گوئیوں کے عین مطابق غضب خدا کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے۔

دنیا ایسی غالب آئی کہ بھائی نے بھائی کا گلا کاٹنے سے دریغ نہ کیا۔

حرص مال، ہوس اقتدار، لوٹ مار اور غارت گری کے بازار گرم ہو گئے۔

ہتھیاروں کی جھنکار کے غل سے علمی مواعظ سے قوت سماعت متفیض ہونے سے قاصر رہی۔

آنکھوں پر غفلت کی پٹی بندھ گئی۔

افسوس اندھے حافظ ساری عمر اس قرآن کر پڑھ پڑھ کر مر جاتے ہیں مگر اندھے ہی رہتے ہیں۔

مسلمانوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو۔۔۔۔۔ اس کے اوراق کالے نظر آتے ہیں۔

صرف کلمہ پڑھ لینے سے ان کی جبلت۔۔۔۔۔ نہیں بدل سکتی تھی۔

اسلامی تاریخ میں ایسے دل سوز سانحہ جات رونما ہوئے۔۔۔۔۔ ہیبت ناک مناظر کسی دوسری قوم کی تاریخ میں نہیں ملتے۔

یہ چند جملے ہیں جو نقل شدہ اقتباسات سے لئے گئے ہیں، ہر جملہ زہر میں بجھا ہوا وہ تیر ہے جو اسلام کے مقدس وجود کو مجروح کرنے کیلئے استعمال کیا جا رہا ہے، لکھنے والوں کے ان جملوں سے اسلام کے ساتھ ان کی دشمنی، بغض اور حد درجہ کی عداوت تو ٹپک ہی رہی ہے مگر ان تحریروں سے اسلام کے مقدس خزانہ علم وعرفان کو مشکوک اور ناقابل قبول بنانے کیلئے جو شکوک وشبہات کی بارش کر رہے ہیں وہ خاص طور پر قابل توجہ ہیں وہ رحلت نبوی کے ساتھ ہی اس دین کو دفن

کرتے نظر آتے ہیں جو دین رحمت عالم ﷺ لائے تھے ان کے نزدیک یہود مغضوب نہیں بلکہ مسلمانوں پر خدا کا غضب نازل ہوا ہے ان کے نزدیک نبی کی تعلیم بے اثر تھی کہ حریص، رہزن، حوس اقتدار کے پجاری، لوٹ مار اور غارت گردی کے عادی، خونخوار اور مال و دنیا کیلئے بھائی تک کو قتل کرنے والے لوگوں میں ذرا سی بھی تبدیلی نہ لا سکی بلکہ وہ نبی کی رحلت کے ساتھ دنیا کے ہر بڑے سے بڑے جرم کے مرتکب ہوئے، مگر کیا یہ امر واقعہ ہے؟؟؟

نہیں ایسا ہرگز نہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ اللہ کے سچے دین میں شکوک وشبہات پیدا کرنے والے قلم کاروں کا ہر لفظ ان کے اندر پھیلے ہوئے اسی مرض کا پتہ دیتا ہے جس کی خبر اللہ کا سچا قرآن دے رہا ہے "**فی قلوبهم مرض**" کہ ان کے دلوں میں مرض ہے اور اسی طرح کی وہ ڈھٹائی اور سینہ زوری ہے کہ جس کی سزا میں اللہ کا یہ فرمان اترا، **فزادهم الله مرضاً** ۔(البقرہ ۱۰)

۲۔دین الٰہی میں شک پیدا کرنے والوں نے پورے دین کی عمارت کو ہر جگہ ضرب لگا کر اپنا مقصد پورا کرنے کی کوشش کی ہے مثلاً امت اسلام اور نبی کے درمیان واسطہ صحابہ کرام ہیں شک پیدا کرنے والوں نے ان کو مرتد قرار دے دیا جیسے ان کی روایات میں ہے۔

عمرو بن ثابت قال ابا عبدالله يقول ان النبی ﷺ لماقبض ارتد الناس على اعقابهم كفارا الا ثلاثاً: سلمان، والمقداد، و ابوذر الغفاری (اختصاص ۱۸۔یہی روایت کشی نے اپنی رجال کشی میں اور مجلسی نے بحار الانوار ج ۸،ص ۴۸ اور ص ۵۱ پر نقل کی ہے)

عبدالمالک..... ابا عبدالله فلم يزل سئله.... قال انها فتحت على الضلال: ای و الله هلكوا الا سمعت ثلاثه نفر سلمان الفارسی و ابوذر و المقداد.... (الاختصاص شیخ مفید ۱۷، روضۃ الکافی للکلینی رقم ۳۶۵، رجال کشی ص ۵)

قال ابو جعفر ارتدالناس الاثلاثه نفر سلمان، و ابوذر و المقداد (الاختصاص ۲۱)

اس معنی کی روایات کثیر تعداد میں موجود ہیں جو انہوں نے اپنے معصوم اماموں سے نقل کی ہیں، صحابہ کرام کو مرتد بتانے کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ جھوٹے تھے، خلافت کے بارے میں جھوٹ بولا، فدک کے بارے میں جھوٹ بولا وغیرہ وغیرہ، دوسری طرف حضرت علی وصی رسول، مفترض الطاعۃ امام اور معصوم تھے مگر یہ بھی دل کی بات کو چھپا کر جھوٹ

بولتے تھے، امام کے پیچھے کھڑے ہوکر نماز بھی پڑھ لیتے، کبھی کبھی خلیفہ اول ودیگر حضرات کی تعریف بھی فرماتے مگر یہ سب جھوٹ تھا وہ دل سے ایسا کچھ نہیں کرتے تھے، گویا نبی رحمت ﷺ کے دنیا سے جانے کے بعد جو دو جماعتیں بن گئیں تھیں دونوں ہی جھوٹ بولتی تھیں، بس فرق اتنا تھا کہ ایک کے جھوٹ کا نام وہی معروف جھوٹ ہے جو کار گناہ ہے مگر دوسری جماعت کے جھوٹ کا نام تقیہ ہے جو کار ثواب اور باعث اجر ہے، اب قرآن، حدیث نقل کرنے والے اور نبی رحمت ﷺ سے براہِ راست علم حاصل کرنے والے تمام لوگ جھوٹ پر جمع ہو گئے، یوں اللہ کے آخری دین کا تمام سرمایہ شبہات کی دلدل میں غرق کر دیا گیا، چنانچہ انکا کہنا ہے کہ حضرت علیؓ نے رحلت نبوی ﷺ کے بعد سب سے پہلا کام یہی قرآن کو جمع کرنے والا کیا مگر پھر اس کو تقیہ خانہ میں ایسا امانت رکھا کہ نہ خود کبھی پڑھا اور نہ کسی کو پڑھنے دیا، جب انہوں نے قرآن کے بارے میں تقیہ سے کام لیا بلکہ سارا قرآن ہی تقیہ کے حوالے کر دیا تو پھر حدیث رسول میں تقیہ کرنا تو اس سے بہت ہلکے درجہ کا کام ہے لہٰذا حضرت علیؓ نے قرآن وحدیث دونوں کے بارے میں تقیہ یعنی جھوٹ سے کام لیا لامحالہ جب معصوم امام نے تقیہ کر کے قرآن اور حدیث کا اصلی سرمایہ کسی کو نہ بتایا تو بقول امامیہ انکے ساتھ والے چند افراد اپنے معصوم امام کی اس سنت پر کیسے عمل نہیں کریں گے جب اس پوری جماعت نے قرآن وحدیث کے بارے میں تقیہ یعنی جھوٹ سے کام لیا تو اب باقی وہ بچ گئے جن کو یہ لوگ (العیاذ باللہ) کافر، منافق، مرتد، فاسق، جہنمی، لالچی، حریص اور نا معلوم کیا سے کیا کہتے ہیں، انہوں نے قرآن یا حدیث کو امت تک پہنچایا تو ان کے بقول یہ قرآن منافقوں، کافروں، مرتدوں وغیرہ کا لکھا ہوا ہے اور حدیث کو نقل کرنے والے بھی وہی ابو ہریرہ وغیرہ جیسے مجوسی لوگ تھے۔ اب غور فرمائیے کہ اللہ کی کتاب اور نبی اکرم ﷺ کی پوری دینی زندگی کا کوئی ایک مسئلہ یا ایک پہلو شک وشبہ کی آلودگی سے بچا ہوا موجود ہے؟؟؟

شکوک وشبہات کی یہی وہ گرم بازی ہے جس کو اللہ جل شانہ نے ''مرض'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور ایمان کے ان دعویداروں کی تیسری علامت ''فی قلوبھم مرض'' بتا کر ان کے گلے میں ''وما ھم بمؤمنین'' کا تمغہ ڈالا ہے۔

باب ٦

چوتھی علامت، وہ جھوٹ کہتے ہیں

اللہ جل شانہ نے اِن منافقوں کی وہ سزا بیان فرمائی جو عذاب عظیم سے بھی زیادہ سخت ہے یعنی اُن کو عذاب الیم میں مبتلا کیا جائے گا، تفاسیر کے منقول اقتباسات میں گزر چکا ہے کہ منافقین کو کافر ہونے کی وجہ سے عذاب عظیم تو ملے گا ہی مگر وہ چونکہ کافر ہونے کے ساتھ کچھ اور بھی تھے اس لئے عذاب عظیم کے ساتھ اضافی طور پر عذاب الیم یعنی دردناک عذاب بھی اِن کے لئے ہے اس لئے کہ وہ جھوٹ کہتے ہیں یہاں ''بما'' پر جو ''ب'' داخل ہے اہل علم فرماتے ہیں کہ وہ باسبیہ ہے کہ عذاب الیم کا سبب انکا ''کذب'' یعنی جھوٹا ہونا ہے۔

تفسیر ماجدی/البقرہ/حاشیہ نمبر ۲۹ اور تفسیر تیسر الرحمان/البقرہ/حاشیہ ۲۲ پر مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں

تفسیر حقانی میں/البقرہ/۱۰ پر فائدہ کے تحت لکھا ہے کہ منافقوں کو جو عذاب الیم دیا جائے گا اس کو ''یکذبون'' کے ساتھ متعلق کیا گیا ہے اس لئے بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ عذاب الیم کا سبب انکا کذب ہے۔

والمعنیٰ بسبب کذبھم (بیضاوی/بقرہ/۱۰/۱/۱۶۸)

(بما کانو یکذبون) کا مطلب یہ ہے کہ ان کے جھوٹ کے سبب (ان کو دردناک عذاب ہوگا)

ولھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون صریح فی ان کذبھم علتہ للعذاب الالیم (تفسیر رازی، تفسیر کبیر ناشر دار احیاء بیروت/۲/۳۰۵)

(ولھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون) اس بارے میں صراحۃ دلالت کررہی ہے کہ ان کے لئے عذاب الیم کی علت انکا جھوٹ بولنا ہے

(بما کانو یکذبون) ای یکذبھم (مدارک التنزیل، نسفی/۱/۴۹)

(بما کانو یکذبون) یعنی وہ جھوٹ کہتے ہیں

(بما کانو یکذبون) قال و ایاکم والکذب فانہ من باب النفاق (درالمنثور/۱/۷۶)

فرمایا جھوٹ سے بچو کہ یہ نفاق کا دروازہ ہے

(بما کانو یکذبون)... ای یکذبھم (السراج المنیر/۱/۲۳)

یعنی وہ جھوٹ کہتے ہیں

بما کا یکذبون علی الله (مظہری ۱/۳۴)

بسبب اس کے کہ وہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں

عن قتادہ: فی قلوبھم مرض، ای ریبتہ و شک فی امر الله فزادھم الله مرضا، ریبتہ و شک ولھم عذاب الیم بما کانو یکذبون، قال ایاکم والکذب فانہ باب النفاق (فتح القدیر الشوکانی ۱/۴۹)

قتادہ سے منقول ہے کہ (فی قلوبھم مرض) یعنی اللہ کے حکم میں انکو ریب وشک ہے (فی قلوبھم مرض) انکے ریب وشک کو اللہ تعالیٰ نے اور بڑھا دیا، ان کیلئے دردناک عذاب ہے اس لئے کہ وہ جھوٹ کہتے ہیں فرمایا کہ جھوٹ سے بچو کہ یہ نفاق کا دروازہ ہے

(بما کانو یکذبون) الباللسببیہ او للمقابلتہ ای بسبب کذبھم او بمقابلتہ (تفسیر القاسمی، محاسن التاویل ۱/۲۵۰)

(بما کانو یکذبون) پر ''ب'' سببیہ یا مقابلہ کی ہے یعنی ان کے جھوٹ کے سبب یا جھوٹ کے مقابلہ میں (ان کو دردناک عذاب ہوگا)

الباء للسببیہ (التحریر ۱/۲۸۳)

یہاں ''ب'' سببیہ ہے

الباء متعلقہ بالاستقرار ای و عذاب مؤلم مستقرلھم بکونھم یکذبون (موسوعہ قرآنیہ ۴/۱۰)

''ب'' کا تعلق استقراء کے ساتھ ہے یعنی الم ناک اوردائمی عذاب ہوگا کیونکہ وہ جھوٹے تھے

الباء للسببیہ ای بسبب کذبھم (تفسیر العثیمین ۱/۴۲)

باسببیہ ہے یعنی ان کے جھوٹ کے بسبب (ان کو دردناک عذاب ہوگا)

صریح ان کذبھم علتہ للعذاب الالیم (اللباب فی علوم الکتاب ۱/۳۴۶)

(بما کانوا یکذبون) صریح ہے اس بارے میں کہ ان کیلئے عذاب الیم کی علتہ انکا (کذب) جھوٹ ہے

ای لسبب کذبھم (تفسیر المراغی ۱/۴۸)۔ (تفسیر ایجی جامع القرآن ۱/۲۷)۔ (تفسیر راغب اصفہانی ۱/۹۹)

یعنی ان کے جھوٹ کے بسبب (ان کو عذاب الیم ہوگا)

ارباب علم کی دوسری جماعت کا یہ فرمان ہے کہ صرف کذب کی وجہ سے عذاب الیم نہیں ہوگا بلکہ ان کے نفاق اور کذب

کی وجہ سے عذاب درعذاب ہوگا فرماتے ہیں

دردناک عذاب کا سبب ان کا کذب ونفاق ہے۔ (تیسر الرحمٰن، حاشیہ نمبر۲۲)

عذاب الیم حقیقت میں انکے نفاق کی سزا ہے نا کہ مطلق جھوٹ بولنے کی۔ (تفسیر عثمانی، حاشیہ نمبر۱۰/۱البقرہ)

وعلى الكذب فى دعوىٰ الايمان و وهو النفاق (المنار/۱/۱۲۴)

اور وہ ایمان کا دعوی کرنے میں جھوٹے ہیں یہی انکا نفاق ہے

وجعلت الايته الكريمته العذاب الاليم مرتبا على كذبهم مع انهم كفرة (التفسیر الوسیط لطنطاوی/۱/۵۳)

آیۃً کریمہ میں عذاب الیم کو ان کے کذب پر مرتب کیا گیا ہے اس کے ساتھ کہ وہ کافر (بھی) تھے (یعنی عذاب الیم کا باعث ان کا جھوٹ اور کفر دونوں ہیں)

توعدهم بالعذاب اليم فى الآخرة بسبب كذبهما و كفرهم (ایسر التفاسیر للجزائری/۱/۲۴)

ان کے ساتھ آخرت میں عذاب الیم کا وعدہ کیا گیا ہے ان کے جھوٹ اور کفر کی بنا پر

بسبب كذبهم المستمر الذى لا ينقطع وقد تصفوا بالكذب (زہرۃ التفاسیر/۱/۱۲۱)

(ان کیلئے عذاب الیم ہے) ان کے ہمیشہ جھوٹ بولنے کی وجہ سے جو ان سے کبھی الگ نہیں ہوتا اور تحقیق وہ جھوٹ کے ساتھ متصف ہیں

ومعنا يكذبهم و قولهم امنا و ليسوا بمؤمنين (قرطبی/۱/۱۹۷)

اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ جھوٹ کہتے ہیں کہ وہ مؤمن ہیں حالانکہ وہ مؤمن نہیں: (یعنی ایمان کا جھوٹا دعوی کرتے ہیں اس وجہ سے وہ عذاب الیم میں ڈالے جائیں گے)

اى يكذبهم اذ قالوا امنا و هم غير مؤمنين (الخازن، لباب التاویل/۱/۲۷)

(ان کیلئے عذاب الیم ہے کہ) وہ جب اپنے کو مؤمن کہتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں، حالانکہ وہ مؤمن نہیں

مـا قبلـه كـذب وهـو قـولـه (وما هم بمؤمنين) وهو به اشبه لانه فى صفته المنافقين (تفسیر الراغب اصفہانی/۱/۹۹)

اس (**بـمـا كـانـوا يكذبون** سے) پہلے ان کے دعوی ایمان کو (اللہ تعالیٰ نے) جھٹلا دیا کہ وہ مؤمن نہیں یہ بھی اسی کے مشابہہ ہے اس لئے کہ یہ منافقین کی صفت ہے (کہ وہ ایمان کا جھوٹا دعوی کرتے ہیں)

”یکذبون“سے مراد تقیہ ہے

عذاب عظیم کے ساتھ عذاب الیم (ان کیلئے دردناک عذاب ہے) کا منافقین کیلئے خدائی اعلان ان کے کذب یعنی جھوٹ کہنے کے سبب ہوا یا نفاق وکفراور دھوکہ وفریب کے سبب، جن حضرات اہل علم نے ”بما“ پر داخل ”ب“ پرنظر فرمائی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت اِس بارے میں صریح ہے کہ عذاب الیم کی علت انکا (کذب) جھوٹ کہنا ہے مگر جن حضرات نے شریعت کے اِس مسلمہ اصول کی طرف نظر فرمائی جس کے مطابق کوئی گناہ دائمی عذاب کا باعث نہیں کیونکہ گناہ کی وجہ سے بندہ کافرنہیں ہوتا لہٰذا انہوں نے فرمایا کہ صرف کذب عذاب الیم کا باعث نہیں کیونکہ جھوٹ کہنا گناہ ہے مگر کفرنہیں، اس لئے ان حضرات نے ”یکذبون“ (جھوٹ بولتے ہیں) اور ”یکذبون“ (ذال مشدد) کی قراءت کا سہارا لیا اور فرمایا کہ ”یکذبون“ نہیں بلکہ ”یکذبون“ ذال کی شد کے ساتھ ہے لہٰذا عذاب الیم کا باعث تکذیب ہے، بعض حضرات نے جھوٹ سے یہ مراد لیا کہ مطلق جھوٹ نہیں بلکہ اللہ اور رسول اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں، جس کا حاصل یہ ہوگا کہ وہ کفر کرتے ہیں بعض حضرات نے جھوٹ سے ایمان کا جھوٹا دعویٰ مراد لیا جو کہ نفاق ہے، لہٰذا فرمایا کہ مراد صرف جھوٹ نہیں بلکہ نِفاق ہے جو کہ عذاب الیم کا باعث ہے۔

یہ بات بہرحال اتفاقی اور اہل سنت کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ محض مرتکب گناہ کافر اور ”مخلد فی النار“ (یعنی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہنے والا) نہیں اگرچہ وہ گناہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہو عقائد کی کتابوں میں مرتکب کبیرہ کے مسلمان ہونے پر مفصل بحثیں موجود ہیں، اہل السنّت والجماعۃ کی اس بارے میں کوئی دورائیں نہیں یہ اتفاقی امر اور مسلمہ عقیدہ ہے کہ مرتکب کبیر کافرنہیں اور جب وہ کافرنہیں تو پھر ”مخلد فی النار“ (یعنی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہنے والا) بھی نہیں ہے۔

”فیصلہ کن اتفاقی امر یہ بھی ہے“

بلاشبہ جھوٹ بولنا حرام ہے اور اہل سنۃ والجماعۃ کے نزدیک امر حرام کا ارتکاب بندے کو کافرنہیں بناتا اب صرف جھوٹ کو عذاب الیم کا باعث قرار دینا نہ تو تقاضہ قرآن کے مطابق ہے، کیونکہ جن لوگوں کیلئے عذاب الیم کی سزا بیان ہوئی اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کا دعویٰ کرنے کے بارے میں جھوٹا ہونا، دھوکہ بازی کرنا، اللہ کی زمین پر فساد پھیلانا اور اسی فساد کو اصلاح قرار دینا، صحابہ کرام کو بے وقوف کہہ کر بعض صحابہ کا مجرم ہونا، کافروں کے ساتھ خفیہ تعلقات قائم

رکھنا، صحابہ کرام سے استھزا وتبرا کرنا اور ایمان کے بدلے کفر کو خریدنا، بیان فرمایا اور نہ ہی تقاضہ قرآن کی روشنی میں اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ صرف گناہ کی وجہ سے کوئی شخص کافر ہو جاتا ہے چہ جائے کہ کفر سے بھی اوپر نفاق تک جا پہنچے۔ لہٰذا ضرور یہاں مطلق جھوٹ مراد نہیں اسی تقاضہ قرآن کے پیش نظر مختلف دلائل سے اس مطلق جھوٹ کو اہل علم نے مقید کیا ہے اور وہ تکلفات کئے ہیں جس کا اوپر ذکر ہوا، لیکن اگر اس گروہ کا اتفاقی عمل جس کو ''تقیہ'' کہا جاتا ہے ''یکذبون'' سے وہ تقیہ مراد لیا جائے تو بغیر کسی تکلف واشکال کے بات پوری ہو جائے گی، حاصل کلام یہ ہوگا کہ ''ان کے لئے عذاب الیم ہے کہ وہ تقیہ کرتے ہیں'' اور تقیہ صرف جھوٹ کا نام نہیں بلکہ جھوٹ کو حلال جان کر بولنے کا نام ہے بلکہ صرف حلال جاننا ہی نہیں باعث اجر وثواب اور نفاقی دین کا ۱۰ میں سے ۹ فیصد حصہ تقیہ ہے اور یہ بات بلاشک وشبہ مسلم ہے کہ حرام کام کو حلال جان کر کرنا کفر ہے اور اوپر قرآن پاک میں کفر کی سزا عذاب عظیم بتائی گئی ہے، پس عذاب عظیم کے بعد عذاب الیم کی سزا سے بھی اس بات کی تائید ہو رہی ہے کیونکہ جھوٹ کو حلال جاننے کے ساتھ ساتھ اس کو کار ثواب اور دین کا ۱۰ میں سے نو فیصد حصہ قرار دیا جاتا ہے۔

''تقیہ کرنے والے ایمان کے جھوٹے دعویدار''

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا اس علامت سے جھوٹے دعویداروں کا تقیہ مراد لیا جائے تو بغیر کسی تکلف کے بے غبار قرآن پاک کا مطلب معلوم ہو جائے گا چونکہ یہ بات کچھ وضاحت طلب ہے اس لئے کچھ وضاحت کے ساتھ چند گزارشات عرض کی جاتی ہیں، اول یہ کہ اہل علم کا فرمان ہے، اسلام جب طاقتور ہو گیا تو ایک طبقہ جو اسلام سے ایسی سخت عداوت رکھتا تھا جیسی عداوت ابلیس کو ابن آدم کے جنت جانے سے تھی وہ طبقہ آگے بڑھا اور طاقتور اسلام کی صفوں میں جا گھسا اِس مقصد کیلئے اسے تقیہ جیسا نظریہ اور محفوظ ہتھیار ایجاد کرنا پڑا چنانچہ اہل علم تقیہ کرنے والوں کا تعارف یوں کرواتے ہیں:

مخادعا لمن تخلص منه بالذی اظهر له من تقیته فکذالک المنافق (ابن جریر طبری / بقرہ ۹/ ۱/ ۲۷۳)

جس سے ڈر ہو اس کو تقیہ کے ذریعے دھوکہ دے کر تقیہ کرنے والا بچ جاتا ہے اور منافق کی بھی یہی صورت حال ہے۔

لاینفق الا تقیته من المسلمین و ریاء (رازی / کبیر / مفاتیح الغیب / التوبہ / ۹۹/ ۱۶/ ۱۲۶)

وہ مسلمانوں سے تقیہ کرتے ہوئے اور ریا کاری کے طور پر خرچ کرتے ہیں

اذلقوا المؤمنین من اصحاب رسول ﷺ اعطوهم بالسنتهم تقیته حذرا علی انفسهم منهم فقالوا

لهم قد امنا و صدقنا بما جاء به محمد ﷺ (طبری/آل عمران/۱۱۹/ج ۷/۱۰۱)

جب مؤمنین اصحاب رسول سے ملتے ہیں تو تقیہ کے طور پر اپنی جان بچانے کیلئے ان کے سامنے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور تصدیق کی اس دین کی جو حضرت محمد ﷺ لے کر آئے ہیں۔

وقد قال مجاهد ان هذا من صفته اليهود وهو بصفته اهل النفاق الذين كانوا اهل الشرك فاظهرو الاسلام تقيته من رسول ﷺ **و اهل الايمان به وهم على كفرهم مقيمون** (ایضا/النساء/ ۳۸/ج ۸/۳۵۶)

امام مجاہد نے فرمایا کہ یہ یہودیوں کی صفت ہے اور وہ منافقین جو مشرکین میں سے تھے ان کی بھی یہی عادت تھی کہ وہ تقیہ کے طور پر رسول ﷺ اور اہل ایمان کے سامنے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتے اس حال میں کہ وہ اپنے کفر پر جمے ہوئے تھے۔

ويحلفون بالله انهم لمنكم وما هم منكم ولكنهم قوم يفرقون قال (الضحاک) انما يحلفون بالله تقيته (تفسیر ابن ابی حاتم/التوبہ/۵۷/ج ۶/۱۸۱۴)

وہ قسمیں اٹھاتے کہ وہ آپ میں سے (مؤمن) ہیں حالانکہ وہ آپ میں سے (مؤمن) نہیں لیکن وہ تفرقہ ڈالنے والے لوگ ہیں (التوبہ) (اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ضحاک) فرماتے ہیں کہ وہ اللہ کے نام کی قسمیں تقیہ کرتے ہوئے کھاتے ہیں۔

(لكهنم قوم يفرقون) يخافون فيحلفون تقيته لكم (الوجیز للواحدی/توبہ/۵۶/۱/۴۶۸)

وہ تمہارے سامنے تقیہ کے طور پر قسمیں اٹھاتے ہیں تمہارے ڈر کی وجہ سے

(يقولون بالسنتهم ماليس فى قلوبهم).... انما يظهر طلب الاستغفار تقيته و خوفاً و هذا فى المنافقين (تفسیر سمعانی/۵۱/۱۹۵)

وہ طلب استغفار کا اظہار تقیہ کے طور پر خوف کی وجہ سے کرتے ہیں اور یہ منافقین کی عادت ہے۔

فيتظاهرون بالاسلام تقيته ملجا مكانا يلتجئون اليه (الکشاف زمخشری/توبہ/۵۸/۲/۲۸۱)

وہ بتکلف اسلام کا اظہار تقیہ کرتے ہوئے کرتے ہیں جائے پناہ کو حاصل کرنے کیلئے

لاينفق الاتقيته من المسلمين ورياء (ایضا/توبہ/۹۸-۹۹/۲/۳۰۳)

وہ مسلمانوں سے تقیہ کرتے ہوئے اور ریا کاری کیلئے خرچ کرتے ہیں

(انظرونا نقتبس من نورکم)وذالک ھوالخدع الذی یجری علی المنافقین.... وتلک حال کل من یعمل کارھا غیر معتقد فیه الصواب تقیته و مصائقه (المحرر الوجیز لابن عطیہ/نساء/۱۴۴ تا ۱۴۸/۲/۱۲۷)

اور یہ اس دھوکہ (کی سزا ہے) جس پر منافقین چلتے رہے۔۔۔۔اور یہی حال ہر اس شخص کا ہوگا جو صواب کام کو کرے اسے ناپسند کرتے ہوئے اور بغیر اعتقاد کے محض بچاؤ اور تقیہ کے طور پر

(ویحلفون باللہ.... یفرقون) یخافون منکم ان تفعلوا بھم ما تفعلون بالمشرکین فیظھرون الاسلام تقیته (بیضاوی/التوبہ/۵۶/۳/۸۵)

وہ تم سے ڈرتے ہیں کہ تم ان کے خلاف بھی وہی اقدام نہ کرو جو مشرکین کے خلاف کیا ہے پس (اس ڈر کی وجہ سے) وہ تقیہ کے طور پر اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کرتے ہیں۔

وانما ینفق ریاء و تقیته یتربص بکم الروائر (ایضا/توبہ/۱۰۱/۳/۹۵)

وہ تقیہ وریاء کے طور پر خرچ کرتے ہیں تمہارے اوپر مصائب اترنے کے انتظار میں

(....قوم یفرقون) یخافون القتل و ما یفعل بالمشرکین فیتظاھرون بالاسلام تقیته (مدارک۔النسفی /توبہ/۵۶/۱/۶۸۷)

وہ قتل ہونے اور جو کچھ مشرکین کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے اس معاملہ کے کئے جانے سے ڈرتے ہیں لہٰذا تقیہ کے طور پر اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کرتے ہیں

لاینفق الاتقیته من المسلمین ورياء (ایضا/توبہ/۹۸/۱/۷۰۴)

وہ مسلمانوں سے تقیہ کرتے ہوئے اور ریا کاری کے طور پر خرچ کرتے ہیں

فیتظاھرون بالاسلام تقیته وھم یبطنون النفاق (البحر المحیط /توبہ/۳۴ تا ۶۰/۵/۴۳۷)

وہ تقیہ کے طور پر اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتے ہیں اور اپنے نفاق کو چھپاتے ہیں

لاینفق الاتقیته من المسلمین (ایضا/۹۳ تا ۱۲۱/۵/۴۹۲)

وہ مسلمانوں سے تقیہ کرتے ہوئے خرچ کرتے ہیں

وھو لایظھر بلسانه خلاف ماھو له معتقد الاتقیته ..... (ابن کثیر/بقرہ/۱۰/۱/۱۷۸)

وہ جو کچھ اپنی زبان سے اپنے عقیدے کے خلاف ظاہر کرتے ہیں وہ تقیہ کے طور پر ہوتا ہے

(یراء ون الناس)... **یشهدون الناس تقیته من الناس و مصائقه لهم** (ایضا/النساء/۱۴۲/۲/۴۳۸)

وہ لوگوں سے تقیہ کرتے ہوئے اور ان سے بچاؤ کی غرض سے ان کے سامنے حاضر رہتے ہیں

(اتخذوا ایمانهم جنته)... **جنته ای تقیته** (ایضا/منافقون/۲/۸/۱۲۵)

انہوں نے اپنی قسموں کو اپنے لئے ڈھال بنایا ہوا ہے ''جنۃ'' یعنی تقیہ کے طور پر

المراد المنافقون الذی کان انفاقهم و ایمانهم تقیته (اللباب فی علوم الکتاب/۳۷/۶/۳۷۸)

اور منافقین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا (اظہار) ایمان اور انفاق تقیہ کے طور پر ہوتا ہے

وهو یصلی تقیته کالفاسق (اللباب/ھمزہ/۴/۲۰/۵۱۷)

اور وہ تقیہ کے طور پر نمازیں پڑھتے ہیں جیسا کہ فاسق

فیظهرون الایمان تقیته (تفسیر ایساپوری، غرائب القرآن/۳/۴۸۶)

وہ تقیہ کے طور پر اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں

فیحلفون تقیته (جلالین/توبہ/۵۶/۱/۲۴۹)

وہ تقیہ کے طور پر قسمیں اٹھاتے ہیں

فذالک هو الخدع الذی یجری علی المنافقین.... و تلک حال کل من یعمل کارها غیر معتقد فیه الصواب بل تقیته او مصانعته (الجواہر الحسان/الثعالبی/نساء/۱۴۲/۲/۳۲۰)

اور یہ وہ دھوکہ بازی ہے جس پر منافقین چل رہے ہیں ۔۔۔اور یہی حال ہر اس صحیح کام کو بغیر اعتقاد اور ناپسندیدگی کے ساتھ کرنے والے کا ہے جو محض تقیہ اپنے بچاؤ کیلئے عمل کرتا ہے

انما یحلفون بالله تقیته (الدرالمنثور/توبہ/۵۶/۴/۲۱۸)

وہ اللہ کے نام کی قسمیں محض تقیہ کے طور پر اٹھاتے ہیں

فیظهرون الاسلام تقیته (السراج المنیر/توبہ/۵۶/۱/۶۲۲)

وہ تقیہ کے طور پر اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتے ہیں

لاینفق التقیته من المسلمین (ایضا/توبہ/۵۶/۱/۲۴۴)

اور نہیں وہ خرچ کرتے مگر مسلمانوں سے تقیہ کرتے ہوئے

فیظهرون الاسلام تقیته و یویدو نه بالایمان الفاجره (ارشاد العقل السلیم لابی سعود/توبہ/۵۶/۴/۷۴)

وہ تقیہ کے طور پر اپنے اسلام کا اظہار اور جھوٹی قسموں سے اس کی تائید کرتے ہیں

کان ینافقهم باظهار انه علی دینهم وهو تقیته منهم (الشبھات علی البیضاوی/مؤمن/۷/۷/۳۶)

انکا نفاق یہ تھا کہ وہ اس بات کا اظہار کرتے کہ وہ (مسلمانوں) کے دین پر ہیں حالانکہ وہ ان سے تقیہ کرتے تھے

فیظهرون الاسلام تقیته و یؤکدو نه بالایمان الفاجره (روح البیان/توبہ/۵۶/۳/۴۵۰)

وہ تقیہ کرتے ہوئے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتے اور اس دعویٰ کو جھوٹ قسمیں کھا کر مضبوط کرتے تھے

و انما ینفق ریاء و تقیته (ایضا/۹۸-۹۹/۳/۴۹۰)

وہ تقیہ اور ریاکاری کے طور پر خرچ کرتے ہیں

فیظهرون الاسلام تقیته (بحر المدید/توبہ/۵۶/۲/۳۹۳)

وہ اپنا مسلمان ہونا تقیہ کے طور پر ظاہر کرتے ہیں

و انما ینفق لریاء و تقیته (بحر المدید/توبہ/۹۷/۲/۴۲۰)

وہ ریاکاری اور تقیہ کیلئے خرچ کرتے ہیں

فیظهرون لکم الاسلام تقیته منهم (فتح القدیر شوکانی/توبہ/۵۶/۲/۴۲۲)

وہ تمہارے سامنے تقیہ کرتے ہوئے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتے ہیں

فیتظاهرون بالاسلام تقیته (تفسیر قاسمی، محاسن التاویل/توبہ/۵۶/۵/۴۳۴)

وہ تقیہ کرتے ہوئے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتے ہیں

لاینفق الا تقیته من المسلمین (ایضا/آیت/۹۸/۵/۴۸۳)

وہ مسلمانوں سے تقیہ کرتے ہوئے خرچ کرتے ہیں

ینفق المنافقون ریاء و تقیته (المنار/ال عمران/۱۱۷/۴/۶۴)

منافقین ریاکاری یا تقیہ کے طور پر خرچ کرتے ہیں

ماکان یضعه المنافقون فی بعض طرق البر ریاء و سمعته او تقیته (ایضا/ال عمران/۱۱۷/۴/۶۵)

منافقین جو بعض نیکی کے کاموں میں خرچ کرتے تھے تو وہ صرف ریا کاری، شہرت اور تقیہ کے طور پر تھا

یظھرون الاسلام تقیته (ایضا/المائدہ/۵۳/۶/۳۵۸)

وہ تقیہ کرتے ہوئے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتے ہیں

و لعلھم اخفی نفاقاً و اشد تقیته ممن قال فیھم (ام حسب الذین فی قلوبھم مرض.....) (المنار/توبہ/۱۰۱/۱۱/۱۶)

(یعنی اے نبی آپ ظاہری صورت حال سے ان کے نفاق کو نہیں پہچان سکتے) شائد اس وجہ سے کہ انکا نفاق بہت ہی مخفی تھا اور تقیہ میں بہت ہی سخت تھے ان لوگوں میں سے جن کے بارے میں "**ام حسب الذین**"(۴۷/۲۹/۳۰) اتری تھی۔

انھا نزلت فیما کان ینفق فی بعض طرق البر ریاء وسمعه او تقیته (تفسیر المراغی/تفسیر المفردات/آل عمران/۱۱۷/۴/۴۲)

یعنی یہ آیت (آل عمران/۱۱۷) اس بارے میں نال ہوئی ہے جو وہ بعض نیکی کے کاموں میں اپنا مال خرچ کرتے تھے ریا کاری اور شہرت یا تقیہ کے طور پر

یظھرون الاسلام تقیته (ایضا/توبہ/۵۶/۶/۱۳۸)

وہ تقیہ کرتے ہوئے خود کو مسلمان بتاتے ہیں

لان کون الانسان یتخذ من دینه تقیته فھذا دلیل علی ذله و ھذا نوع من النفاق (تفسیر العثیمین/بقرہ/۱/۵۵)

بے شک انسان تقیہ کے طور پر اپنے دین کا بچاؤ کرتا ہے اور یہ اس کی کمزوری کی دلیل ہے اور یہ بھی ایک قسم کا نفاق ہے

لانھم کفار مشرکون و انما اظھر و الاسلام تقیته فقط ولذا کان انفاقھم ریاء لاغیر (ایسر التفاسیر للجزائری/النساء/۳۶/۱/۴۷۸)

اس لئے کہ وہ کفار مشرکین تھے اور جو وہ اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتے تھے وہ صرف تقیہ کے طور پر تھا اسی وجہ سے انکا خرچ کرنا ریا کاری کے علاوہ کچھ نہ تھا

(بشر المنافقین).... و یظھر الاسلام تقیته (ایضا/النساء/۱۳۸/۱/۵۵۷)

وہ تقیہ کرتے ہوئے خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں

فلم یذکروہ بالسنتھم الاتقیته (ایضا/الم تر الی الذین تولوا منکم/۱۴/۵/۲۹۶)
وہ زبانوں سے صرف تقیہ کے طور پر ذکر کرتے ہیں
انهم یخرجونها تقیته و خوفاً (الھدایۃ الی بلوغ النھایہ/توبہ/۴/۵۳/۳۰۲۹)
بے شک وہ وہاں سے تقیہ اور خوف کی وجہ سے نکلے
وھذا فریق من الاعراب یظھر الایمان و ینفق فی سبیل الله و انما یفعلون ذالک تقیته و خوفاً.... وھم یبطنون الکفر.... و ینفقون فی سبیل الله و یعدون ذالک کالا تاوات المالیه و الر زایا یدفعونها تقیته (التحریر والتنویر/توبہ/۹۸/۱۱/۱۳)
اور یہ دیہاتی لوگوں کا گروہ ہے جو اپنا ایمان ظاہر کرتا اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور وہ ڈر اور تقیہ کی بنا پر ایسا کرتے تھے۔۔۔اور انہوں نے کفر کو دل میں چھپایا ہوا تھا۔۔۔اور جو کچھ وہ فی سبیل اللہ خرچ کرتے اسے وہ مالی ٹیکس شمار کرتے ہوئے تقیہ کے طور پر دیتے تھے
اتخذوا ایمانهم تقیته (ایضا/المنافقون/۲/۲۸/۲۳۶)
وہ تقیہ کرتے ہوئے (اپنے مؤمن ہونے کی) قسمیں کھاتے ہیں
فیتظاھرون باالاسلام تقیته (الموسوعہ القرآنیہ/توبہ/۵۶/۱۰/۲۵)
وہ اسلام کا اظہار تقیہ کے طور پر کرتے تھے
و انما یؤ دونها ریاء او تقیته للمسلمین (التفسیر الوسیط للطنطاوی/النساء/۱۳۷/۳/۳۵۷)
اور وہ (زکوۃ) ادا کرتے ہیں ریا کاری اور مسلمانوں سے تقیہ کرتے ہوئے
تظاھر ھم باالاسلام تقیته و جبنهم عن التصریح بما ھم علیه من کفر (ایضا/تمھید بین یدی تفسیر سورۃ توبہ/ج/۶/۱۸۹)
وہ تقیہ کرتے ہوئے اپنا اسلام ظاہر کرتے ہیں اور جس کفر پر وہ قائم ہیں اس کا اظہار کرنے سے بچتے ہیں
و انما ینفقونه تقیته وریاء و مدارة للمسلمین (ایضا/توبہ/۹۷/۶/۳۹۷)
وہ تقیہ اور ریا کاری اور مسلمانوں کے ساتھ اظہار مدارت صرف تقیہ کے طور پر کرتے ہیں
ولکنهم قوم یخافون فیحلفون تقیته لکم (التفسیر المنیر/توبہ/۵۶/۱/۱۹۶)

لیکن وہ (منافق) ایسی قوم ہے جو ڈرتے ہیں اور تمہارے سامنے تقیہ سے کام لیتے ہیں

فیظھرون الاسلام تقیته و یؤیدونه بلایمان الفاجرہ (صفوۃ التفاسیر/توبہ/۵۶/۱/۵۰۴)

وہ تقیہ کے طور پر اپنا اسلام ظاہر کرتے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھا کر اس کی تائید کرتے ہیں

ای لااخلاص لھم ولامعاملته مع الله بل انما یریدون ان یراھم الناس تقیته لھم (التفسیر المنیر للزحیلی/النساء/۱۴۲/۵/۳۲۹)

یعنی ان میں نہ تو اخلاص ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انکا کوئی معاملہ ہے بلکہ وہ تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ لوگ (یہ کام کرتے ہوئے) انکو دیکھیں اوران لوگوں سے تقیہ کرتے ہوئے وہ یہ کچھ کرتے ہیں

انھم جماعته خائقون یظھرون الاسلام تقیته او مناورۃ او سیاسته لا حقیقته (تفسیر الوسیط للزحیلی/مائدہ/۵۳/۱/۴۷۱)۔(ایضا/المائدہ/۵۳/۶/۲۲۷)

بے شک وہ ایسی جماعت ہے جو خوف زدہ ہے تقیہ کرتے ہوئے خود کو مسلمان ظاہر کرتی ہے یا سیاسی چال کے طور پر اپنے کو مسلمان کہتے ہیں حقیقت میں مسلمان نہیں ہیں

فیحلفون تقیته (ایضا/توبہ/۵۶/۱۰/۲۵۳)

وہ تقیہ کے طور پر قسمیں کھاتے ہیں

ینفقون اموالھم ریاء او تقیته او تقرباً للمسلمین (ایضا/توبہ/۹۸/۱۱/۱۵)

وہ اپنے مالوں کو ریا کاری یا تقیہ اور یا مسلمانوں کی خوشنودی کیلئے خرچ کرتے ہیں

فیظھرون بکم الاسلام تقیته منھم لا عن حقیقته (فتح البیان فی مقاصد القرآن/توبہ/۵۶/۵/۳۲۳)

وہ تقیہ کرتے ہوئے ان کے سامنے خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں نہ کہ حقیقت (میں مسلمان ہونے کی وجہ سے)

المراد المنافقون الذین کان انفاقھم و ایمانھم تقیته (قرطبی/النسا/۳۸/۵/۱۹۳)

مراد وہ منافقین ہیں جن کا انفاق اور ایمان (کا دعویٰ) تقیہ کے طور پر تھا

(**کفروا بعد اسلامھم**)....**اسلموا اسلام التقیه** (تفسیر ماتریدی۔تاویلات اہل السنۃ/آل عمران/۴/۷۴/۵/۴۳۰)

وہ تقیہ کے طور پر مسلمان ہوئے

”تقیہ کرنا کس کا شعار“

ایسے لوگ جو اپنے مؤمن ہونے کا دعویٰ کرتے تھے اور اللہ جل شانہ نے بڑی وضاحت وتاکید کے ساتھ ان کے دعویٰ کو رد کر دیا تھا ان کی علامات کا ذکر ہوا تو چونکہ اوپر ذکر کردہ علامات خاصی اہم تھی اور تلاش وجستجو کے باب میں بہت وزن دار تھی اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ اس علامت کے بارے میں حضرات مفسرین نے جو راہنمائی فرمائی ہے اس کا مفصل ذکر ہو جائے چنانچہ ایک آدھ دن کی تلاش سے جو اہل علم کے ارشادات حاصل ہوئے وہ اوپر نقل کر دیئے ہیں، پہلے تو یہ خیال آیا کہ اس بارے میں اہل علم کے طویل اقتباسات نقل کر دیئے جائیں مگر جب تجربہ کیا تو یہ مضمون کئی صفحات تک پھیل گیا تو مجبوراً ان اقتباسات کے کم سے کم الفاظ لے کر باقیوں کو چھوڑ دیا گیا اللہ تعالیٰ نے چاہا تو صرف اسی ایک علامت کا تفصیلی تذکرہ جمع کر کے ان پورے اقتباسات کو نقل کر دیا جائیگا۔اوپر دیے گئے اہل علم کے کچھ مختصر ارشادات آپ نے ملاحظہ فرمالئے، جنہوں نے تقیہ بازوں کا معروف نام صاف لفظوں میں امت کو بتا کر اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ کتاب خدا نے جن لوگوں کے دعویٰ ایمان کو رد فرماتے ہوئے نہ صرف انہیں جھوٹا اور دھوکے باز قرار دیا ہے بلکہ ان کی آخرت میں دردناک سزا بتائی اور یہ بات واضح فرمائی کہ جو وہ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اس دعویٰ ایمان کی ساری عمارت تقیہ پر کھڑی ہے، وہ تقیہ کر کے اپنا کفر چھپاتے تو بہت ہیں اور ان کا پورا زور اسی پر لگ جاتا ہے کہ کہیں دل میں چھپا ہوا کفر ظاہر نہ ہو جائے مگر اللہ جل شانہ ان کے عزائم پر پانی پھیر دیتا ہے وہ فرماتا ہے

وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ (آل عمران/۱۶۷)

يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِم (الفتح/۱۱)

”تقیہ بازوں کے دل میں کیا تھا؟“

سورۃ منافقون کی پہلی آیت میں ارشاد الٰہی کی تفسیر لکھتے ہوئے اہل علم فرماتے ہیں

ان المنافقين لكاذبون، لانهم يقولون بالسنهم ماليس فى قلوبهم حيث يضمرون الكفر و يظهرون الاسلام (التفسیر الوسیط/مجمع البحوث، الازھر/المنافقون/۱/ج ۱۰/۱۴۳۰)

بے شک منافقین البتہ جھوٹ کہتے ہیں اس لئے کہ جو وہ زبان سے بولتے ہیں وہ ان کے دل میں نہیں اس طرح کہ وہ کفر کو چھپاتے ہیں اور اسلام کو ظاہر کرتے ہیں

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ (المنافقون/۱)قال لانهم اقروا بالسنتهم و لم يعرفوا بقلوبهم فلذالك سماهم منافقين... عقد بالقلب و اظهار خلافه باللسان كما قال تعالىٰ ''يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ''(الفتح/۱۱)

اور اللہ گواہ ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں، فرماتے ہیں یہ اس لئے کہ زبانوں سے تو وہ اقرار کرتے ہیں مگر دل سے نہیں مانتے ایسے لوگوں کا نام منافق ہے۔۔۔ دل میں جو عقیدہ ہے اس کے خلاف زبان سے ظاہر کرتے ہیں جیسے اللہ فرماتے ہیں، وہ زبانوں سے ایسی بات کہتے ہیں جو انکے دل میں نہیں

(تفسیر تستری/ابو محمد سھل بن عبداللہ تستری متوفی ۲۸۲ھجہ/منافقون/۱/۱/۱۶۸)

يقولون بافواههم ماليس فى قلوبهم، يظهرون لك الايمان و ليس فى قلوبهم والله اعلم بما كانوا يكتمون اى يخفون (ابن جریر طبری/آل عمران/۱۶۷/روایت نمبر۸۱۹۴/ج ۷/۳۷۹)

وہ آپ کے سامنے ایمان ظاہر کرتے ہیں حالانکہ ان کے دل میں ایمان نہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں

عن ابن اسحاق (يقولون بافواههم....) اى يظهر لكم الايمان و ليس فى قلوبهم (والله اعلم بما كانوا يكتمون)اى ما يخفون (تفسیر ابن المنذر/آل عمران/۱۶۷/۲/۴۸۶)

یعنی تمہارے سامنے وہ اپنا ایمان ظاہر کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں ایمان نہیں (واللہ اعلم۔۔۔) یعنی جس چیز کو وہ چھپاتے ہیں اللہ اس کو باخوبی جانتا ہے

محمد بن اسحاق: يمحق الكافرين: اى يبطل من المنافقين قولهم بالسنتهم ما ليس فى قلوبهم حتى يظهر منهم الكفر هم الذى يسترون به منكم (تفسیر ابن ابی حاتم/آل عمران/۱۴۲/روایت نمبر۴۲۴۸/۳/۷۷۵)

يمحق الكافرين: یعنی منافقین جو زبان سے کہتے ہیں وہ ان کے دلوں میں نہیں، وہ (اللہ) اس کو باطل کرتا ہے یہاں تک کہ وہ تمہارے سامنے ان کا وہ کفر ظاہر کرتا ہے جس کو وہ تم سے چھپاتے ہیں۔

(... ما ليس فى قلوبهم) و ذالك انهم كانو ينكرون الايمان و يضمرون الكفر فبين الله عزوجل نفاقهم (الکشف والبیان، ثعالبی/آل عمران/۱۶۷/۳/۲۰۰)

اور یہ اس لئے کہ ان کے دل ایمان کا انکار کرتے اور کفر کو دل میں چھپائے ہوئے تھے پس اللہ جل شانہ نے ان کے

نفاق کو بیان فرمادیا

(....... واللہ اعلم بما کانوا یکتمون) ای من النفاق (تفسیر الوسیط للواحدی ر آل عمران ر ۱۶۷ر۱ر۵۱۸)

اللہ کو اچھی طرح معلوم ہے جس کو وہ چھپاتے ہیں یعنی جس نفاق کو وہ چھپاتے ہیں

یقولون بافواھھم، یعنی کلمتہ الایمان مالیس فی قلوبھم (تفسیر بغوی ر آل عمران ر ۱۶۷ر۱ر۵۳۳)

یعنی ایمان کا کلمہ منہ سے کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں

مالیس فی قلوبھم، یرید ما یظھرون من الکلمتہ الحاقنہ لدمائھم ثم فضحھم تعالیٰ بقولہ واللہ اعلم بما یکتمون، ای من الکفر و عداوۃ الدین (المحرر الوجیز بن عطیہ ر آل عمران ر ۱۶۷ر ج ۱ر۴۱)

یعنی وہ ارادہ کرتا ہے کہ ایسا کلمہ زبان سے ظاہر کرے جس کی وجہ سے محفوظ الدم ہو جائے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی رسوائی کردی اس ارشاد کے ساتھ کہ "واللہ اعلم بما کانوا یکتمون" یعنی اللہ تعالیٰ ان کے کفر اور دین سے دشمنی کو خوب جانتا ہے

یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم، فیہ وجھان ذکر ھما الماوردی احد ھما ینطقون بالایمان ولیس فی قلوبھم الاالکفر والثانی یقولون نحن انصار، وھم اعداء و ذکر فی الذی "یکتمون" وجھین: احدھما انہ النفاق: والثانی العداوہ (زادالمیسر فی علوم التفسیر ر آل عمران ر ۱۶۷ر۱ر۳۴۶)

یقولون بافواھھم کے دو مطلب ہیں ان دونوں کو علامہ ماوردی نے بیان کیا ہے، ایک یہ کہ وہ منہ سے کلمہ ایمان بولتے ہیں اور ان کے دلوں میں سوا کفر کے کچھ بھی نہیں۔ دوسرا یہ کہ وہ کہتے ہیں ہم انصار (مددگار) ہیں حالانکہ وہ دشمن ہیں اور "یکتمون" کے بھی دو مطلب ہیں ایک یہ کہ وہ نفاق کو چھپاتے ہیں دوسرا یہ کہ وہ عداوت و دشمنی کو دل میں چھپاتے ہیں

(مالیس فی قلوبھم) یظھرون خلاف ما یضمرون لاتواء طئی قلوبھم السنتھم بالایمان (.... یکتمون) من النفاق، وما یخلوا بہ بعضھم الی بعض فانہ یعلمہ مفصلاً بعلم واجب و انتم تعلمونہ مجملا بامارات (بیضاوی ر آل عمران ر ۱۶۷ر۲ر۴۷)

وہ ظاہر کرتے اس عقیدے کے خلاف جس کو وہ چھپاتے ہیں ایمان کے بارے میں ان کا دل اور زبان کا کلمہ ایک جیسا نہیں۔۔۔۔ وہ نفاق کو اور جو ان کافروں کی ایک دوسرے سے خلوت ہے اس کو چھپاتے ہیں جسے اللہ علم واجب کے طور

پر جانتا ہے اور تم اجمالی طور پر علامتوں کے ذریعے سے جانتے ہو

(مالیس فی قلوبھم)..... وان الذی خلفھم لیس ما یقولون و انما ھو الشک فی اللہ والنفاق (مدارک التنزیل، النسفی ،الفتح ،۱۱/۳/۳۳۶)

اور یہ کہ وہ جو (جہاد) سے پیچھے رہے تو حقیقت وہ نہیں جو (عذر کرتے ہوئے) وہ کہہ رہے ہیں بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں اور نفاق پر اڑے ہوئے ہیں

قالوا نشھد انک لرسول اللہ: کانوا یقولون بالسنتھم مالیس فی قلوبھم فلذالک کذبھم اللہ (التسھیل لعلوم التنزیل لابن جزی ،منافقون ،۱/۲/۳۷۷)

وہ زبان سے ایسی بات کہتے جو ان کے دلوں میں نہیں تھی اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو جھٹلا دیا

یشیر الی انھا نزلت فی المنافقین الذین یقولون بالسنتھم مالیس فی قلوبھم (البحرالمحیط ،البقرہ ،۲۶ الی ۲۹/۱/۲۰۶)

اس طرف اشارہ ہے کہ یہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو زبان سے (وہ عقیدہ) بیان کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں تھا

فکذبھم اللہ فی اعتذار ھم فقال (یقولون بالسنتھم....) (اللباب فی علوم الکتاب ،الفتح ،۱۱/۱۷/۴۸۹)

اللہ تعالیٰ نے ان کے عذر کو جھٹلا دیا اور فرمایا کہ وہ اپنے زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں

(واللہ اعلم بما کانوا یکتمون) من بغض الاسلام والمسلمین وسائر مجاری احوالھم فیما بینھم و ذالک المؤمنین قد علموا بعض ذالک بالقرائن والامارات (غرائب القرآن ورغائب الفرقان، تفسیر نیساپوری ،آل عمران ،۱۶۷/۲/۳۰۵)

اور اللہ باخوبی جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں، اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی کو اور ان تمام احوال کو جو ان کے درمیان ہیں، بعض اہل اسلام بھی ان کو علامات اور قرائن سے جانتے ہیں

(واللہ اعلم بما کانوا یکتمون) من الکفر والنفاق ھم (تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس ،آل عمران ،۱۶۷ ،۱/۶۰)

اور اللہ اچھی طرح جانتا ہے جس کفر ونفاق کو وہ چھپاتے ہیں

(یقولون بالسنتھم) ای من طلب الاستغفار وما قبلہ (مالیس فی قلوبھم) فھم کاذبون فی اعتذارھم (جلالین ، فتح ۱۱/۱/۶۸۰)

وہ زبانوں سے ایسی بات کہتے ہیں یعنی طلب استغفار اور اس طرح کے امور جو ان کے دلوں میں نہیں پس وہ عذر کرنے میں جھوٹے ہیں

وھذا منھم خبث و ابطال لانھم قالوا ذالک مصانعتہ من غیر توبتہ ولا ندم فلذالک قولہ تعالیٰ یقولون بالسنتھم مالیس فی قلوبھم (الجواہر الحسان ، تفسیر الثعالبی / الفتح ۱۱/۵/۲۵۲)

اور یہ انکا (عذر کرنا) خبث و ابطال ہے اس لئے کہ وہ یہ (طلب استغفار) محض بچاؤ کیلئے کرتے تھے نہ وہ اپنے گناہ پر نادم تھے اور نہ توبہ کے طالب: اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یقولون ...."

وکل ذالک جزاء بما کانوا یکذبون و یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم تغریر او خداعاً و مع ظھور حالھم و خداعھم عند اللہ و عند المؤمنین (الفواتح الالھیہ والمفاتح الغیبیہ ، نعمت اللہ بن محمود النخجوانی المعروف بالشیخ علوان ۔ ۹۲۰ھجری / البقرہ ۱۱/۱/۲۱)

(مرض میں اضافہ اور عذاب الیم وغیرہ) یہ سب "بما کانوا یکذبون" کی جزا ہیں اور وہ زبان سے ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں فریب و دھوکہ دینے کی غرض سے باوجود یہ کہ ان کا حال اور دھوکہ اللہ اور مؤمنین کے سامنے کھل (ہی) چکا ہے

(اخرین من دونھم) ای غیرھم و ھم المنافقون (بقولہ تعالیٰ لاتعلمونھم) لانھم معکم یقولون بالسنتھم مالیس فی قلوبھم (اللہ یعلمھم) (السراج المنیر / الانفال ۶۰/۱/۵۷۹)

(من دونھم) یعنی انکے علاوہ اور وہ منافقین ہیں اللہ جل شانہ کے ارشاد "لاتعلمونھم" کی بنا پر کہ وہ بھی تمہارے ساتھ ملے ہوئے ہیں زبان سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔

فمنھم (من یقول امنا باللہ) یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم فلا یکونوا مؤمنا باللہ و بالیوم الآخر... ولھذا قال وما ھم بمؤمنین (روح البیان / البقرہ ۹/۱/۵۳)

پس ان (لوگوں) میں سے وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے (یہ بات) وہ صرف منہ سے بولتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ۔۔۔ پس وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لائے اسی وجہ سے فرمایا (وما ھم بمؤمنین) وہ

مومن نہیں۔

اس مفہوم ومعنی کو واضح کرنے والے اہل علم کے ارشادات کثیر تعداد میں موجود ہیں جوانہوں نے قرآن کریم کی واضح نصوص اورانکی روشنی میں ارشاد فرمائے ہیں جو دل میں کفر چھپا کر دعویٰ ایمان کرنے والوں کی حقیقت کو اظہر من الشّمس کررہے ہیں، پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ کسی شخص کے دل میں کیا ہے؟ اسکا فیصلہ وہی کرسکتا ہے جو دل کے حال سے واقف اور خبردار ہو، اور اللہ وہ ذات ہے جو دل میں پیدا ہونے والے خیال سے بھی پہلے اس کو جانتا ہے خود رب ذوالجلال نے اپنے اوصاف، علیم، خبیر بتائے وہ علیم بذات الصدور ہے لہٰذا اس حال دل سے پوری طرح واقف ذات نے بتایا کہ ایمان کے جھوٹے دعویدار پیدا ہوگئے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو

يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ (آل عمران/۱۶۷)

منہ سے وہ بات کہتے ہیں جوان کے دل میں نہیں

يُخْفُونَ فِي أَنفُسِهِم مَّا لَا يُبْدُونَ لَكَ (آل عمران/۱۵۴)

اپنے دل میں جو بات چھپائے رکھتے ہیں وہ تیرے سامنے ظاہر نہیں کرتے

يُرْضُونَكُم بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَى قُلُوبُهُمْ (التوبہ/۸)

اپنے منہ کی باتوں سے آپ کوراضی کرتے ہیں اوران کا دل انکاری ہے

يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ (الفتح/۱۱)

اپنی زبان سے ایسی باتیں کہتے ہیں جوان کے دلوں میں نہیں ہوتی

”دلوں کے راز جاننے والا بتاتا ھے کہ وہ ایسی بات کھتے ھیں جو ان کے دلوں میں نھیں ھوتی“

دلوں کے راز جاننے والا بتاتا ہے کہ وہ لوگ اپنی اصلی عقیدے کو نبی سے بچا اور چھپا کر رکھتے اور زبان سے اس کے خلاف ظاہر کرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ نبی کریم ﷺ ان کے عقیدے کے سخت دشمن ہیں لہٰذا وہ اپنے اس اصلی اور باپ دادا والے عقیدے کو تو دل میں چھپائے رکھتے البتہ زبان سے جو دعویٰ کرتے وہ دل والی بات کے بالکل خلاف ہوتا تھا چنانچہ اللہ حال دل جاننے والے نے اس دعویٰ کو بھی کتاب ہدایت میں نقل فرمادیا ہے کہ وہ

قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِن قُلُوبُهُمْ (المائدہ/۴۱)

منہ سے تو کہتے کہ ہم ایمان لائے اوران کے دل مؤمن نہیں (ایمان نہیں لائے)

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللّهِ وَبِالْيَوْمِ الآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ (البقرہ/۸)

اورلوگوں میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پراور آخرت کے دن پرایمان لائے حالانکہ وہ بالکل ہی مؤمن نہیں

چنانچہ ایسے لوگوں کواللہ جل شانہ نے جھوٹا قراردیاہے جوزبان سے خودکومؤمن کہتے ہیں مگردل سے مؤمن نہیں بلکہ ان کا یہ دعویٰ محض تقیہ پرمبنی ہے تاکہ وہ اپنے اصلی عقیدہ کو بچانے کے ساتھ اپنے دشمنوں سے انتقام لے سکیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ (الحشر/۱۱)

اوراللہ گواہی دیتاہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں

وَيَقُولُونَ عَلَى اللّهِ الْكَذِبَ (آل عمران/۷۵)

اوروہ اللہ تعالیٰ پرجھوٹ بولتے ہیں

وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ (المنافقون/۱)

اوراللہ گواہی دیتاہے کہ منافقین جھوٹے ہیں

یہ ہے اللہ علیم وخبیراورحال دل سے پوری طرح واقفیت رکھنے والے کی گواہی اوراللہ کی گواہی کے بعد بھلاکسی اورگواہی کی ضرورت ہی کیارہ جاتی ہے، اللہ کافرمان ہی ایساسچ ہے کہ اس میں شبہ کی گنجائش نہیں اورجس کاماننا ایمان اورانکارکرنا کفر ہے پس اسی اللہ کریم نے بتایاکہ وہ لوگ جن کی زبان پردعویٰ مؤمن کامگردل کافرہےاورخوداللہ ان کے جھوٹے ہونے پر شاہدوگواہ ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کی زبان پرکچھ ہےاوردل میں کچھ اورنبی کوخوش کرنے کیلئے جوکچھ بولتے ہیں وہ دل میں نہیں ہوتا، دل میں جواصل عقیدہ چھپایاہواہوتاہےاس کاوہ اظہارنہیں کرتے اوراسی کانام تقیہ ہے۔

”خود کو مؤمن کهنے والے تقیه کے سوداگر“

تقیہ کے بارے میں اوپرعرض کی گئی چندگزارشات کے بعدارباب علم، اہل فہم ودانش اورامت اسلام کافرض ہے

کہ وہ خود کو مؤمن کہنے والوں میں تلاش کریں کہ یہ تقیہ کس مدعی مؤمن گروہ کا امتیازی نشان ہے؟

خواص تو خواص عام اہل فہم کو بھی معلوم ہے کہ کس گروہ میں تقیہ دین کا ۱۰ میں سے ۹ یا ۱۰۰ میں سے ۹۰ فیصد حصہ ہے؟ امامیہ دین کی وہ کتب اربعہ جو اول درجہ کی مانی جاتی ہیں ان میں بھی اول درجہ کی کتاب ''الکافی'' ہے، اسی اولین کتاب کے باب التقیہ سے نمونہ کے طور پر صرف چند روایات حاضر خدمت ہیں:

۱۔ **قال ابو عبداللهؑ یا ابا عمر ان تسعته اعشار الدین فی التقیه، ولادین لمن لا تقیته له** (الکافی جلد۲ صفحہ ۲۱۷ روایت نمبر ۲)

''ابو عمر العجمی کہتا ہے کہ مجھے ابو عبداللہؑ نے کہا اے ابو عمر ۹ حصے دین تقیہ میں ہے اور جو شخص تقیہ نہ کرے اس کا کوئی دین نہیں''۔

۲۔ حبیب بن بشیر کہتا ہے **قال ابو عبداللهؑ سمعت ابی یقول لا والله ما علی وجه الارض شیء احب الی من التقیه، یا حبیب انه من کانت له تقیته رفعه الله یا حبیب من لم تکن له تقیته وضعه الله .....** (ایضا روایت نمبر ۴)

''امام ابوعبداللہ نے کہا میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہتے ہیں ''نہیں'' اللہ کی قسم روئے زمین پر جتنی بھی چیزیں ہیں ان میں مجھے سب سے زیادہ محبوب چیز تقیہ ہے اے حبیب جو شخص تقیہ کرے اللہ اسکو بلند کرے گا اے حبیب جو شخص تقیہ نہ کرے اللہ اس کو رسوا کر دیگا''۔

۳۔ ابو یعفور امام ابوعبداللہ سے نقل کرتے ہیں: **قال اتقوا علی دینکم فاحجبوه بالتقیه فانه لا ایمان لمن لا تقیته له .....** (ایضاء صفحہ ۲۱۸ روایت نمبر ۵)

''فرمایا اپنے دین کے بارے میں ڈرتے رہو اور تقیہ کے ذریعے اسے چھپائے رکھو پس بے شک اس کا کوئی ایمان نہیں جو تقیہ نہیں کرتا''۔

۴۔ (معمر بن خلاد کے سوال پر ابوالحسن نے بتایا) **قال ابو جعفرؑ التقیته من دینی و دین ابأی ولا ایمان لمن لا تقیته له .....** (ایضا صفحہ ۲ روایت نمبر ۱۲)

''ابو جعفر نے کہا کہ تقیہ میرا دین اور میرے آباؤ اجداد کا دین ہے اور جو شخص تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئی ایمان نہیں''۔

ان چار روایات سے صاف پتہ چل جاتا ہے کہ اس دین میں تقیہ کتنا اہم ہے۔ روایات کی روشنی میں تیار کئے ہوئے

عقیدہ کو پڑھتے ہی ہر شخص پر واضح ہو جاتا ہے کہ تقیہ کس گروہ کا دین ہے، پھر بھی ذاتی رائے کی بجائے قرآن پاک کی خدمت کرتے کرتے زندگیاں گزار جانے والے مفسرین کی چند آراء پیش کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں

"خلافاً للشیعه اذ قالوا ترک بعضه تقیته" (حاشیہ الشہات علی تفسیر البیضاوی / مائدہ / یا ایہا الرسول بلغ / ج ۲۶۲/۳)

پس منظر یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے اپنے نبی ﷺ کو جو پیغام الٰہی پہنچانے کا حکم دیا اس سے استدال کرتے ہوئے اہل علم نے یہ فرمایا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے احکامات الٰہی کو کمال کے ساتھ بندوں تک پہنچا دیا ہے، اب آگے صاحب کتاب اوپر نقل کیا ہوا جملہ تحریر فرماتے ہیں کہ خلافاً للشیعه، یعنی شیعہ اختلاف کرتے ہیں ان کا کہنا یہ ہے کہ آپ ﷺ نے تقیہ کرتے ہوئے بعض چیزوں کو اللہ کے بندوں تک نہیں پہنچایا۔

مفسر قرآن حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں

الروافض یعترفون بذالک حیث قالوا ان علیاً کان مع الخلفاء الثلاثه تقیته مقهورا مغلوباً ولائمته بعده لم یظهر و ادینهم خوفاً و علموا اصحابهم دینهم خفیته و یامرو نهم بالاخفاء (مظہری / المائدہ / ۵۸/۳/۱۳۶)

روافض اس کے معترف ہیں کہ (فان حزب الله هم الغالبون) میں جس غلبہ کا وعدہ ہے وہ حضرت علیؓ اور بعد والے ائمہ کو حاصل نہیں ہوا، اس طرح کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ خلفائے ثلثہؓ کے ساتھ تقیہ کر کے ملے رہے، انکے بعد جو امام آئے انہوں نے بھی اپنا اصل دین خوف کی وجہ سے ظاہر نہیں کیا اور اپنے ساتھیوں کو سکھایا کہ وہ اپنا دین چھپائے رکھیں اور اسی بات کا ان کو حکم دیتے ہیں کہ اپنے دین کو خفیہ رکھیں۔

اس مقام پر صاحب تفسیر نے تقیہ کی تردید میں قرآن پاک کی آیت سے استدلال کرتے ہوئے تقیائی دین کا خوب رد کیا ہے ارباب ذوق مذکورہ مقام کا مطالعہ فرمائیں

تفسیر الحدیث میں صاحب تفسیر رقم فرماتے ہیں

یرویه العیاشی..... لا دین لمن لا تقیته له.... پھر کچھ آگے چل مفسر نے اسی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ان باقر امامهم الرابع نظر الی بعض شیعته ..... اعتذر الیک یا ابن رسول الله فقال له الباقر یا اخی انما کنت تحتاج ان تعتذر لو ترکت یا عبدالله المؤمن ماذالت ملائکته السموات السبع و

الارضین السبع تصلی علیک و تلعن امامک ذالک و ان اللہ تعالیٰ امر ان تحسب صلاتک خلفه تسعمائته صلوۃ تصلیتها و حدک فعلیک بالتقیه (تفسیر الحدیث/المؤمنین/۲۸/۴/۳۶۹)

عیاشی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ فرمایا۔۔۔۔جو تقیہ نہ کرے اس کا کوئی دین ہی نہیں۔۔۔۔امام باقر جوان کے چوتھے امام ہیں، انہوں نے اپنے کسی شیعہ کو سنی کے پیچھے نماز ادا کرتے دیکھا (تفصیلی روایت ہے)۔۔۔۔اس نے امام سے مل کر عرض کیا، اے ابن رسول اللہ، میں آپ کی طرف عذر پیش کرتا ہوں اپنی اس نماز کے بارے میں جو میں نے فلاں کے پیچھے پڑھی ہے، پس وہ تقیہ کر کے پڑھی اگر میں اسکے پیچھے نماز نہ پڑھتا تو یہ نماز مجھے اکیلے پڑھنا پڑھتی، تو امام باقر نے اس کو کہا اے بھائی تجھے عذر کرنے کی ضرورت نہیں اے اللہ کے مؤمن بندے اس امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی وجہ سے ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کے فرشتے تیرے اوپر رحمت بھیجتے رہے اور تیرے اس امام پر لعنت بھیجتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ جو نماز تو نے اس کے پیچھے پڑھی ہے اس کو اکیلے پڑھی ہوئی نماز سے سات سو گنا شمار کر، پس تجھ پر تقیہ کو اختیار کرنا لازم ہے۔

امام باقر نے اس طویل روایت میں اپنے شیعہ مرید کو بتایا کہ فرشتے تیرے امام پر لعنت بھیجتے تھے، تیرا امام ملعون ہے، اگر تو اپنے ملعون امام کی اقتداء کرنے کی بجائے اکیلئے یہ نماز ادا کرتا تو صرف ایک نماز ہوتی مگر اس امام کی اقتدا کرنے کی وجہ سے اب وہ نماز ۲۵ گنا نہیں پورے سات سو گنا بڑھ گئی اس میں کمال تیرے اس امام کا نہیں جس پر فرشتے مسلسل لعنت بھیجتے رہے بلکہ تو نے نماز کے ساتھ تقیہ والی عبادت بھی ساتھ ملالی تھی اور ایک اور ایک گیارہ کی مثال تو مشہور ہی ہے لہٰذا تقیہ نے گیارہ تو کیا پورے سات سو گنا نماز کو بڑھا دیا اب اس ملعون امام کی اقتداء میں ادا کی ہوئی نماز کو نہ ایک اور نہ ایک دو گیارہ بلکہ سات سو گنا شمار کر۔

وقدروی المفسر الطبرسی فی سیاقها قولا لابی عبداللہ احد الائمه جاء فیه (انما هذا رجل کان یکتم ایمانه تقیته من القتل وان التقیته من دینی و دین اباء ی ولادین لمن لا تقیه له، والتقیته ترس اللہ فی الارض (ایضا/۴/۳۶۸)

(مؤمن آل فرعون والی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے) طبرسی نے ابو عبداللہ سے جو کہ بارہ امام میں سے ایک امام ہیں ان سے آیت کے سیاق میں روایت نقل کی ہے کہ یہ ایسا آدمی تھا جس نے قتل ہونے کے خوف سے اپنے ایمان کو تقیہ کے طور پر چھپایا ہوا تھا اور تقیہ میرا اور میرے آباء کا دین ہے اور جو تقیہ نہ کرے اس کا کوئی دین ہی نہیں اور تقیہ اللہ کی زمین

میں پناہ گاہ ہے۔

دلت الایته التبلیغ علی رد قول من قال، ان النبی ﷺ کتم شیاً من امر الدین تقیته و علی بطلان هذا القول من الرافضه (التفسیر المنیر للزحیلی /المائدہ/۶۷/۶/۲۶۴)

آیت تبلیغ اس شخص کے رد پر دلالت کرتی ہے جو کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دین کا کچھ حصہ تقیہ کرتے ہوئے چھپائے رکھا، رافضہ کے اس قول کے باطل ہونے پر یہ آیت دلالت کر رہی ہے۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں

فدلت الایته علی رد قول من قال، ان النبی ﷺ کتم شیاً من امر الدین تقیته و علی بطلانه و هم الرافضه (قرطبی /مائدہ/۶۷/۶/۲۴۲)

یہ آیت اس شخص کے قول کے باطل اور مردود ہونے پر دلالت کر رہی ہے جو یہ کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے تقیہ کرتے ہوئے کچھ دین بیان نہ کیا وہ رافضی ہیں

یہی قول ابوبکر القاھر متوفی ۴۷۱ نے اپنی تفسیر درج الدرر فی تفسیر الایۃ والسور تحت المائدہ/۶۷، ج ۲، ۶۸۱ کے حاشیہ میں درج فرمایا ہے

اہل علم کے یہ چند بیانات ہیں جو صاف بتا رہے ہیں کہ تقیہ کرنے والا گروہ کون سا ہے؟ یہ تقیہ کرنے والا گروہ خود کو عیسائی، یہودی، ہندو نہیں کہتا نہ ہی کسی دوسرے غیر مسلم گروہ کی طرف خود کو منسوب کرتا ہے بلکہ ان کا کہنا یہ ہے کہ ہم پکے مؤمن ہیں کیونکہ "**امنا بالله و باليوم الآخر**" ہم اللہ کو بھی مانتے ہیں اور آخرت پر بھی ایمان لاتے ہیں اس لئے ہم مؤمن ہیں۔

"اردو تفاسیر اور تقیہ کرنے والوں کا تعارف"

تفسیر حقانی میں نفاق کی مختلف اقسام تحریر فرماتے ہوئے تقیہ اور تقیہ کرنے والوں کے بارے میں لکھا ہے، چہارم یہ کہ قال حال کے مطابق نہ ہو زبان سے کچھ کہے دل میں کچھ اور ہو جس کو تقیہ کہتے ہیں۔۔۔ یہ بھی منافقین کا شیوا ہے (تفسیر حقانی /البقرہ/۸)

تقیہ کیا ہے؟ اس کی مختصر وضاحت اور تقیہ کے نفاق سے رشتے پر روشنی ڈالنے کے بعد "تقیہ" کے لفظ پر حاشیہ لگا کر زیر

حاشیہ مذید لکھتے ہیں

ایک گروہ حضرت علیؓ کی طرف داری کا یہاں تک دم بھرنے لگا کہ جس کو وہ خود بھی جائز نہ سمجھتے تھے اور پھر رفتہ رفتہ وہ ایک فریق ہو گیا جس کو شیعہ کہتے ہیں اور یہ فریق اکثر عراق و ایران میں پھیلا اور ایران میں مجوس کے ہاں یہ تقیہ ہمیشہ سے چلا آتا تھا چنانچہ دساتیر نامہ ساسان اول کے (۴۰) جملہ میں مرقوم ہے ان کی تقلید سے یہ مسئلہ اس گروہ نے بھی اپنے مذہب میں جاری کیا۔ (تفسیر حقانی / البقرہ / ۱/۸)

دساتیر نامہ ساسان کے حوالے سے جو تقیہ کا تاریخی پس منظر صاحب تفسیر نے لکھا ہے اس سے یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ تقیہ نفاق اور تقیہ کرنے والوں میں آپس کا رشتہ کیا ہے اور برمودا تکون کی طرح یہ تکون اسلام کی تخریب میں کہاں تک جا چکی ہے۔

مذید ملاحظہ فرمائیں مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادی فرماتے ہیں

بعض لوگوں نے اپنے کو محض تقیہ بلا شائبہ ایمان وصداقت مؤمن ومسلم کہنا شروع کر دیا اس پارٹی کا سرغنہ یا سرخیل عبد اللہ ابن ابی تھا۔ اپنے وقت کا کامیاب ترین لیڈر تھا، کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں، اسلام کے قدم مدینہ میں جم گئے اس نے اپنی دکان اجڑتے دیکھی تو اپنے پیروؤں کے کان میں یہ افسون پھونک دیا کہ زبان سے کلمہ اسلام پڑھتے جاؤ لیکن دل میں اپنے ہی عقائد پر جمے رہو۔ (تفسیر ماجدی / البقرہ / ۸/ حاشیہ ۲۲)

نفاق کے اولین لیڈر نے جو سبق اپنے کارندوں کو پڑھایا تھا اور تقیہ کے طور پر جو ایمان کا دعویٰ اُن کی زبانوں پر جاری ہوا حالانکہ اُن کے دل میں ایمان کا شائبہ تک نہ تھا وہ ایمان کا تقیہ کے طور پر جاری دعویٰ نسل درنسل نہ صرف آگے منتقل ہوتا رہا بلکہ جن مقاصد کے تحت تقیہ کر کے ایمان کا دعویٰ کیا تھا اُن مقاصد میں رفتہ رفتہ کامیابی کے ساتھ آگے کا سفر جاری رہا آج صورت حال یہاں تک آ پہنچی کہ تقیہ کے طور پر ایمان کا دعویٰ کرنے والوں نے جو ایک متوازی دین تیار کیا تھا اس کو اصلی اور حقیقی دین کہا جانے لگا جس کی بیک پر میڈیا کی زوردار طاقت اور چھپے ہلاکوؤں کے آقائے کل ہیں جب کہ رحمت عالم ﷺ کا مظلوم دین تقیائی پروپیگنڈا میں امریکی دین کہلاتا ہے، تقیہ اور اس کے کارندے اتنے زور آور کیوں ہوئے؟ پس منظر دیکھا جائے تو متعدد اسباب کی فہرست میں اہل علم اور امت اسلام کا اپنے اس دشمن سے بے خبر و غافل ہونا اور پوری طرح اعراض کر لینا بھی ہے جو میدان میں اترا، تقیہ کا ہتھیار استعمال کر کے یہاں تک ترقی کر گیا کہ تقویٰ کی اساس پر بنائی مسجد کے مقابلے میں ضرار بنانے میں کامیاب ہو گیا، الحمد اللہ وہ دور نزول وحی کا تھا

جس نے بروقت باڑ انما عمارت کی حقیقت کھول کر رکھ دی ورنہ مجسمہ رحمت ﷺ نے تو اس میں نماز ادا فرمانے کا وعدہ بھی فرما لیا تھا۔

"فتدبروا یا اولی الالباب"

"عذاب الیم کی سزا کن کیلئے؟"

اسلام کے نظام عدل وانصاف میں عطاء وجزا اور سزائے جرم کے دو الگ الگ پیمانے ہیں، نیکیوں پر جب اللہ کریم جزا وبدلہ عطاء فرماتا ہے تو انعام کے طور پر سخاوت کے دریا بہا دیتا ہے، بندے کی سوچ اور اوقات سے بڑھ کر عطاء کرتا ہے، وہ تو صرف اس ایک نیکی پر جنت جیسی عظیم دولت عطاء فرما دیتا ہے کہ اس نے راستہ پر پڑے ہوئے آنے جانے والوں کیلئے تکلیف دہ کانٹے کو اٹھا کر دور پھینک دیا تھا گویا نیکی کا بدلہ دینے کیلئے اصل قیمت نہیں کہ جتنی نیکی کی قیمت اور اجرت بنتی ہے اتنا دیا جائے بلکہ اصل انعام ہے قیمت اور اجرت کی تو حد ہوتی ہے مگر انعام کی کوئی حد نہیں جس کی جتنی شان ہے وہ اتنا بڑا انعام دیتا ہے اور اللہ جل شانہ وہ ذات ہے جس کی نہ شان کی کوئی حد ہے نہ انعام کی کوئی حد ہے، اس کے برعکس گناہوں پر سزا کا معاملہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں سزا کی کم سے کم حد اور معافی کے زیادہ سے زیادہ ذرائع کی طرف دیکھا جاتا ہے، اور بہت سارے تجاوزات کو تو وہ ویسے ہی معاف فرما دیتا ہے، "ویعفوا عن کثیر" چنانچہ ایسا بلکل نہیں کہ کسی مسلمان سے کوئی گناہ کبیرہ یا صغیرہ ہو گیا ہو تو اس کو سزا کافر کے کفر یا منافق کے نفاق والی دی جائے۔ نہیں بلکہ (فلا یجزی الا مثلھا) گناہ کی (اگر توبہ نہ کی اور کسی دوسرے سبب سے معافی نہ ہوئی تب بھی) اتنی ہی سزا ملے گی جتنا گناہ ہوگا۔

یہ اللہ کا مقرر شدہ نظام اور طے شدہ قانون ہے اور

"لاتبدیل لکمات الله"

اللہ کے کلمات تبدیل نہیں ہوئے

اللہ کریم جرم کی سزا کم تو کرتا ہے مگر زیادہ نہیں فرماتا، چنانچہ قرآن کریم میں آخرت کی سزاؤں کے بارے میں جو مختلف الفاظ آئے ہیں ان میں ایک وہ سخت سزا ہے جس کیلئے "عذاب الیم" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں قرآن پاک میں اس سزا کا عام استعمال ان لوگوں کے بارے میں ہوا ہے جو خود کو مؤمنین کہتے ہیں حالانکہ وہ مؤمن نہیں بلکہ دھوکہ دینے کی

غرض سے وہ ایمان کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں اب یہاں ''**ولھم عذاب الیم**'' کے ساتھ جو ''**بما کانوا یکذبون**'' آیا ہے اس میں جھوٹ سے مراد مطلق جھوٹ نہیں بلکہ اس جھوٹ کو حلال سمجھتے ہوئے بولنے کی سزا بیان ہوئی ہے۔ ورنہ مطلق جھوٹ کی سزا عذاب الیم نہیں۔ عقائد کی کتابوں میں اس بحث کو ملاحظہ فرما کر تسلی کی جا سکتی ہے، اب جو لوگ جھوٹ کو صرف جائز ہی نہیں بلکہ حلال اور کار ثواب سمجھ کر بولتے ہیں ان کی اہل علم نے نشاندہی فرما دی ہے کہ وہ کون لوگ ہیں۔

''دھوکے بازوں کی فریب کاریاں اور ان کا جواب''

پس معلوم ہوا جس جھوٹ پر یہاں اللہ جل شانہ نے ایسی سخت سے سخت سزا کا اعلان فرمایا ہے وہ وہی جھوٹ ہو سکتا ہے جس میں جھوٹ کی کامل ترین شکل پائی جانے کے علاوہ بے شمار جرائم ساتھ ملا لئے گئے ہوں جس کا معروف نام تقیہ ہے، اب جب غور کیا گیا کہ ایسا گروہ جو خود کو مؤمن بھی کہتا ہو اور ایسا مستقل جھوٹ اس کے عقیدے میں پایا جاتا ہو جس کی ایسی سزا ہو سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے وہ کون ہو سکتا ہے؟ تو بغیر کسی شک شبہ کے ایک گروہ سامنے آ جاتا ہے جو تقیہ کو دین کا ضروری حصہ قرار دیتا ہے، تب ہر عام وخاص کو اس گروہ کے جاننے پہچاننے میں ذرا دیر بھی نہیں لگتی جس کے دعویٰ ایمان کو اللہ تعالیٰ نے سختی کے ساتھ رد فرما دیا تھا کیونکہ ان جھوٹے ایمان کے دعویداروں کی یہ علامت اور پہچان تو خود اسی مولائے کریم نے بیان فرمائی تھی۔ اب جب پتہ چل گیا کہ یہی تقیہ باز گروہ ہے جس کو اللہ جل شانہ مؤمن نہیں مانتا تب ایک بار پھر دھوکہ دہی کی پٹاری کھل گئی اور قرآن پاک کی روشنی اور چراغ کو ان دھوکوں کے پھونکوں سے بجھانے کی کوشش شروع ہوئی۔

وہ اس طرح کہ:

۱۔ قرآن میں ''**الا ان تتقوا منھم تقاۃ**'' ہے جس میں خود اللہ تعالیٰ نے تقیہ کرنے کا حکم دیا ہے

۲۔ حضرت عمار یاسر نے بھی تقیہ کر کے کفار سے جان بچائی تھی

۳۔ مؤمن آل فرعون بھی تقیہ کر کے اپنے دین کو چھپائے رہا

بلکہ اس سے کوئی چار قدم آگے رکھتے ہوئے خود حضور اکرم ﷺ کی ابتدائی ۴۰ سالہ حیات کو تقیہ کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے وغیرہ ان تلبیسات کے جوابات تو بہت ساری کتابوں میں موجود ہیں، حقیقی دستاویز لابو الحسنین ہزاروی وغیرہ کو اس

سلسلے میں ملاحظہ فرما کر تسلی کی جا سکتی ہے ہم نئے سرے سے اس مقام پر اس کی تفصیل عرض کرنے سے اس لئے قاصر ہیں کہ کتاب کی ضمانت بڑھ جائے گی یہاں بس چند ضروری باتیں اس حوالے سے عرض کی جاتی ہیں۔

۱۔تقیہ کا لغوی و اصطلاحی فرق مٹاتے ہوئے یہ دھوکہ دیا جاتا ہے تقیہ کا لغوی معنی بچاؤ ہے، اسی لغوی معنی کو ایسے طور پر پیش کیا گیا گویا یہ ایک شرعی اصطلاح ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اہل ایمان کے ہاں تقیہ نام کا کوئی فقہی باب یا کتاب التقیہ وغیرہ نہیں ہے اس لئے تقیہ کی کوئی شرعی اصطلاح اہل اسلام کے نزدیک نہیں پائی جاتی البتہ جن کے دین میں تقیہ ۱۰۰ میں سے ۹۰ فیصد ہے چونکہ یہ انکے دین کی اولین اساس اور دین ہے، ''التقیه دینی، لا دین لمن لا تقیته له'' لہٰذا ان کے ہاں تقیہ اپنے اصلی عقیدہ کو دل میں چھپا کر اس کے خلاف زبان سے ظاہر کرنے کا نام ہے۔رہی بات سورۃ آل عمران کی آیت ''الا ان تتقوا منهم تقاه'' کی تو اسی ''تقاۃ'' کا معنی تقیہ لینا ایسے ہی درست نہیں جیسے سورۃ مریم کی آیت ''انی اعوذ بالرحمن منک ان کنت تقیا'' میں تقیا سے تقیہ مراد لینا درست نہیں۔ یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہنی چاہیے کہ تقیہ کی ایک لغوی حیثیت ہے اور ایک اصطلاحی حیثیت، اصطلاح کی حیثیت سے تقیہ صرف امامیہ دین میں ہی پایا جاتا ہے جو ان کے بقول انکا اور ان کے بنائے ہوئے اماموں کا دین ہے اور تقیہ نہ کرنے کی صورت میں بے دین، بے ایمان، اللہ کی طرف سے ذلیل و رسوا ہونے والا اور عمداً اپنے معصوم اماموں کو قتل کرنے والا ہے اصول وفروع میں اس نام پر با قاعدہ ابواب قائم ہیں جن میں مفصل احکام بیان کئے گئے ہیں اس پر ملنے والے اجر کا بیان ہے جب کہ یہ لفظ بطور اصطلاح کے کسی اسلامی مکتب فکر میں نہیں پایا جاتا، لغوی اعتبار سے کسی نے تقیہ کا لفظ بولا ہو تو وہ الگ بات ہے۔

۲۔جن لوگوں کا دین تقیہ ہے اُن کے نزدیک تقیہ کے علاوہ ایک دوسری چیز بھی اس کے قریب قریب پائی جاتی ہے جس کا نام اس دین میں کتمان ہے، چنانچہ ''التقیہ دینی'' کہنے والوں نے جو اپنی اولین کتاب الکافی کے نام سے مرتب کی ہوئی ہے اس کے اولین دو حصے اصول دین کے بیان پر مشتمل ہیں اسی لئے اس کا نام اصول کافی ہے اس میں تقیہ اور کتمان کے الگ الگ ابواب اور الگ الگ روایات درج ہیں مگر جب کبھی تلبیس کی ضرورت پیش آتی ہے تب پھر ان دونوں چیزوں کو آپس میں خلط ملط کر دیتے ہیں پس تقیہ صرف دل میں کسی بات کو چھپائے رکھنے کا نام نہیں بلکہ یہ تو کتمان ہے اس کے ساتھ دل کی بات کے خلاف زبان سے ظاہر کرنے کا نام تقیہ ہے۔لہٰذا تقیہ اور کتمان دو الگ الگ عنوان ہیں، اب مؤمن آل فرعون اور اس طرح کے دوسرے حضرات پر جو تقیہ کا بہتان لگایا جاتا ہے کہ وہ چونکہ اپنا

ایمان چھپائے ہوئے تھے لہٰذا انہوں نے تقیہ کیا حالانکہ محض دل میں چھپائے رکھنے کا نام تقیہ ہے ہی نہیں بلکہ تقیہ تو دل میں چھپائے ہوئے عقیدہ کے خلاف کہنے کا نام ہے اور مؤمن آل فرعون اپنے ایمان کے خلاف کچھ بولنا کہیں ثابت ہی نہیں۔

۳۔ اہل اسلام کے ہاں مجبوری کے عالم میں جب کبھی شرعی احکام تبدیل ہوتے ہیں تو اس کا نام اکراہ واضطرار ہے جیسا کہ اہل اسلام کی کتب فقہ میں اس کے احکام درج ہیں اگر کبھی جبر واکراہ یا اضطرار وغیرہ کے بارے میں کسی نے تقیہ کا لفظ لکھا بھی ہو تو وہ صرف لغوی اعتبار سے لکھا گیا ہے نا کہ کسی فقہی اصطلاح کے طور پر چنانچہ فقہائے اربعہ کی اصطلاحات میں تقیہ کا لفظ نایاب ہے۔

۴۔ جاننا چاہیے کہ اکراہ کے حالات میں مکرہ کو جو رعایت دی جاتی ہے اس کا نام شریعت میں رخصت ہے، عزیمت اور رخصت کی شرعی اصطلاحات سے واقف حضرات جانتے ہیں کہ ان کا استعمال صرف اور صرف اپنے محل پر ہوتا ہے ہر جگہ نہیں ہوتا۔

لہٰذا اکراہ کے مواقع کو دلیل بنا کر جو ''تقیہ'' کا لفظ اکراہ کی جگہ فٹ کیا جاتا ہے یہ اسی طرح کا دھوکہ ہے جس کی معمولی سی جھلک (یُخَادِعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِیْنَ آمَنُوا ، البقرہ/۹) کے تحت ہم پیچھے عرض کر آئے ہیں درست یہ ہے کہ اکراہ وتقیہ میں ایسا ہی فرق ہے جیسے نکاح وزنا میں۔

مذید تقیہ اور اِکراہ کے درمیان فرق آپ اس فن کی دیگر کتابوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

۵۔ اگر اِس عنوان کی ساری بحثوں سے صرف نظر کر لیا جائے تب بھی اتنی بات کسی کیلئے نا قابل انکار نہیں کہ منافقین نے تقیہ کیا تھا اب بالفرض والمحال چند لمحات کیلئے مان لیں کہ مسلمانوں نے تقیہ کیا تھا تو ذرا ملاحظہ فرمائیں

ا۔ منافقین نے بھی تقیہ کیا جب کہ مدینہ میں اسلام کے قدم جم گئے اور کفار کیلئے راستے مسدود ہو گئے تو انہوں نے تقیہ کر کے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا۔

۲۔ مسلمانوں نے مکہ میں اپنا ایمان چھپایا کہ وہاں فتح مکہ سے پہلے کفار غالب تھے اور مسلمان مغلوب تھے

اب اِن دونوں تقیوں کو سامنے رکھ کر موازنہ کر لیں

منافقوں نے مسلمانوں سے تقیہ کیا

مسلمانوں نے کافروں سے تقیہ کیا

اب جو تقیہ نام کا دین جاری ہے وہ اِن دو میں سے کس وزن پر فٹ آتا ہے؟ کیا یہ تقیہ کرنے والے یہود سے تقیہ کرتے ہیں؟ عیسائیوں یا مجوسیوں سے تقیہ کرتے ہیں؟ سکھوں یا پارسیوں سے تقیہ کرتے ہیں؟ یا آج کے تقیہ کرنے والے صرف اور صرف اہل السنّت والجماعت سے تقیہ کرتے ہیں؟ کیا کسی تقیہ کرنے والے نے ایک نماز تقیہ کر کے کسی یہودی کے ساتھ ان کی اقتدا میں پڑھی؟ کہ جس کا ثواب نبی کے پیچھے صف اول میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے برابر ہو؟

کیا کسی ایک سکھ کو انہوں نے دھوکہ دیا؟ جیسا کہ سنیوں کو دھوکہ دینے کیلئے کتابستان کا جنگل آباد ہے۔

کیا کسی مجوسی میں اپنی اصلیت چھپا کر اُن سے کبھی ظاہر داری کی؟ جیسا کہ سنیوں میں چھپ کر اُن کے امام بلکہ قاضی القضاۃ تک بن گئے۔

تقیہ کی پوری تاریخ ایک بار نہیں بار بار پڑھ جایئے اور پھر نتیجہ اخذ کیجئے کہ یہ تقیہ کس وزن پر پورا اتر رہا ہے؟

اُمید ہے دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا اور سب کچھ صاف صاف دکھائی دینے لگے گا کہ تقیہ کی پوری تقیہ سازی یا نبی رحمت ﷺ کی پوری جماعت پر لگی یا پھر اس دین مقدس کے حافظوں محافظوں اور پھیلانے والوں پر۔ تو کیا اب بھی کچھ باقی رہ گیا جو سمجھ نہ آئے کہ یہ تقیہ منافقوں والا ہے یا نہیں۔

اس صورت حال کو دیکھنے کے بعد یہ بات اچھی طرح واضح ہو رہی ہے کہ اگر بالفرض والمحال مسلمانوں نے تقیہ کیا بھی ہو تو انہوں نے مشرکین، یہود و نصاری سے تقیہ کیا جبکہ یہ بات یقین کے درجہ میں معلوم ہو چکی ہے کہ منافقین نے تقیہ کیا اور وہ تقیہ مسلمانوں سے کیا گیا اب جو لوگ تقیہ کو اپنے باپ دادا کا دین بتاتے ہیں انہوں نے مشرکین، یہود وغیرہ کفار سے تقیہ کیا پھر تو کسی حد تک کوئی گنجائش نکال کر تاویل کے سہارے تقیہ کی جھگی بنائی جا سکے گی لیکن اگر وہ تقیہ کسی مشرک، یہودی سکھ سے نہ ہو بلکہ صرف مسلمانوں سے ہو تو نصف النہار کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ یہ تقیہ منافقوں والا ہے۔

”دعوت انصاف“

اللہ جل شانہ نے منافقین کی جو چوتھی علامت ارشاد فرمائی ہے کہ وہ تقیہ کرتے ہیں اس کی مختصر وضاحت آپ نے ملاحظہ فرمالی اس سے یہ بات کافی واضح ہو چکی ہوگی کہ دور حاضر میں وہ تقیہ کرنے والا طبقہ کون سا ہے اور کس نام سے وہ تقیہ کا لبادہ اوڑھ کر گزرے منافقین کا کردار زندہ کر رہا ہے اب جبکہ یہ بات واضح ہو چکی کہ تقیہ کن لوگوں کا شعار تھا تو یہ بات بھی کوئی چھپی نہیں رہی کہ خود کو مؤمن کہنے والوں میں سے وہ طبقہ کون سا ہے تقیہ جن کا شعار اور ہتھیار ہے امت اسلام

جن لوگوں سے مجروح ہے۔ان ہی لوگوں کے بارے میں اللہ پاک کا اعلان ہے کہ ''وما ھم بمؤمنین''اوران لوگوں کا تعارف کرواتے ہوئے اللہ جل شانہ نے فرمایا''یخادعون اللہ والذین امنوا''اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل مریض ہیں اللہ کریم نے ان جرائم پیشہ لوگوں کے مرض کو اور بڑھا دیا ہے کیونکہ یہ بڑے خطرناک طریقے سے امت اسلام پر حملہ آور ہوئے ہیں صدیوں سے اسلام کے خلاف ان کے جارحانہ حملے تیزی کے ساتھ جاری ہیں،اب تو یہ لوگ پورے عالم اسلام پر بھرپور طریقہ سے حملہ آور ہوگئے جس میں ان کا سب سے اہم حفاظتی بند یہی تقیہ ہے جس کو دین اسلام کھول کر بیان فرمارہاہے تو ایسی صورت میں بھی کیاامت اسلام کو اِس قرآن کے سبق سے غفلت برتنے کا حق حاصل رہے گا؟ کیا ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ارشاد فرمائے ہوئے صاف حکم کے سامنے امت اسلام کے سر جھک جائیں۔

اے امت اسلام اب تو غفلت کی چادر اتار دینے کی ضرورت ہے،ماضی کے وہی زخم کیا کم ہیں جو تقیہ والوں نے دُکھ سہتی امت کو لگائے ہیں کہ مذید زخم پر زخم کھانے کیلئے ملت اسلام کو غفلت کے اندھیرے میں دھکیلا جائے۔

باب نمبر ۷

"فساد کرنے والوں کی پہچان"

پانچویں علامت ان لوگوں کی (کہ جو خود کو مؤمن کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو مؤمن نہیں مانتا) یہ ہے کہ وہ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔

یہاں اللہ جل شانہ نے مطلق فساد کا لفظ ارشاد فرمایا ہے فساد کی کسی خاص قسم کا نام ارشاد نہیں فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فسادی لوگ مختلف قسم کے متعدد ایسے طریقوں پر کاربند تھے جو اصلاح و امن خراب کرنے کا باعث تھے،

ارباب علم فرماتے ہیں

جہاں فساد ہوتا ہے وہاں اصلاح یعنی امن باقی نہیں رہتا، حضرت مولانا عبدالحق حقانیؒ نے اس مقام پر تفسیر میں فرمایا ہے۔

یعنی مرض قلب ان پر یہاں تک غالب آ گیا ہے کہ ان کو نیک و بد میں تمیز نہیں، کس لئے کہ جب کوئی مؤمن یا رسول اللہ یا خود خدائے تعالیٰ ان سے یہ فرماتا ہے کہ تم ملک میں فساد مت ڈالو یعنی گناہ اور چغل خوری اور غمازی نہ کیا کرو تو اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ ہم تو بھلائی کرتے ہیں وہ اس غمازی اور گناہ کو بھلائی سمجھ گئے۔

فساد کسی شے کا اعتدال سے باہر ہونا اور جو نفع کہ اس سے متصور ہے اس کے قابل نہ رہنا اس کی نقیض صلاح ہے یعنی جس طرح فساد میں بگڑنا ہے، ویسا ہی صلاح کے معنی میں سنورنا معتبر ہے (تفسیر حقانی ربقرہ ۱۱ رج ۲ رص ۱۰۰۔۱۰۱)

"زمین میں فساد پھیلانے والوں کی تلاش"

حضرات مفسرین نے جو کتاب اللہ کی راہنمائی میں فساد کے بارے میں گفتگو فرمائی ہے ان کے مطابق نافرمانی، فرائض الٰہی کو ضائع کرنا، دین الٰہی میں ریب و شک، کفر، اللہ کے دین میں داخل ہونے سے روکنا، تفرقہ، کافروں سے موالات، شر پھیلانا، چغل خوری، جنگ اور فتنوں پر ابھارنا، مسلمانوں کے راز کفار تک پہنچانا، گناہ گاری، زنا، فتنہ انگیزی اور شرک وہ امور ہیں جو اللہ کی زمین پر فساد پھیلانے کا باعث ہیں اور یہی وہ امور ہیں جن میں منافقین پوری طرح مبتلا تھے، حربی کافروں کے ساتھ خفیہ گٹھ جوڑ، مسلمانوں کے راز ان کفار تک پہنچانا اور ان کفار کو اہل اسلام کے خلاف ابھارنے کی ہر حد وہ تجاوز کر گئے، امت اسلام کو نقصان پہنچانے کا کوئی حیلہ اور مکر جو ان کے بس میں تھا اس کو بھرپور

طریقے سے اختیار کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رہنے دی شیخ اسعد حومد نے فساد کی جو تعریف اپنی تفسیر میں نقل فرمائی ہے کہ ''حد اعتدال سے نکل جانے کا نام فساد ہے'' اس کے مطابق تو ان دشمنان دین کا پورا عملی کردار دیکھتے ہوئے انکے فسادی ہونے کے بارے میں ذرا برابر تردد نہیں رہ سکتا۔

دینی تعارف کا ہر پہلو خواہ عقیدہ کا ہو یا عمل کا آپ دیکھیں گے کہ وہ یا تو افراط سے بھرا ہوا بلکہ حد افراط کو واضح طور پر تجاوز کرتا دکھائی دے گا یا تفریط کی حد کو کراس کرتا ہوا نظر آئے گا دعویٰ محبت ہو تو حضرت عیسیٰ سے دعویٰ محبت کرنے والوں کے دعویٰ ''ابن اللہ'' کو کوسوں پیچھے چھوڑتے ہوئے کچھ بندگان خدا کو رب الارض اور مالک حشر نشر وغیرہ کہہ جاتے ہیں اور عداوت کا اظہار کرنے پہ آئے تو جیسے یہود نبی وقت کو العیاذ باللہ ناجائز اولاد کہتے تھے انہوں نے پہلو رسول میں آرام کرنے والے آخری نبی کے سسروں کو فرعون ہامان ہی نہیں ابلیس سے بھی بڑا جہنمی قرار دینے کا کفر کمایا ان لوگوں کی دین کے نام پر وضع کی ہوئی پوری کمائی ملاحظہ فرما کر تسلی کی جاسکتی ہے کہ اصلاح واعتدال سے ان کو کس حد تک وحشت ونفرت ہے اور افراط وتفریط سے دلدادگی کا کیا عالم ہے اس تعریف کے ذریعے جن فساد فی الارض کرنے والوں کی صورت دکھائی دیتی ہے ان کی یہ بیماری جاننے کیلئے مزید چند گزارشات ملاحظہ فرمائیں

''فساد کیا ھے؟''

چونکہ اللہ جل شانہ نے خود کو مؤمن کہنے والے جھوٹے دعویداروں کے بارے میں خبر دیتے ہوئے صرف یہ فرمایا ہے '' **لاَ تُفْسِدُواْ فِيْ الأَرْضِ** (البقرہ/۱۱)'' کہ زمین میں فساد مت پھیلاؤ، حضرات مفسرین اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ فساد سے مراد کفر اور معصیت ہے۔

فان الفساد، هو الكفر و العمل بالمعصيته (تفسیر جامع البیان، ابن جریر طبری/البقرہ/۱۱/۱/۲۸۸)

بے شک فساد، تو وہ کفر اور نافرمانی کے کام ہیں۔

حضرت ربیع سے آیت کی تفسیر میں منقول ہے

فكان فساد هم ذالک معصيته الله جل ثناء ه : لان من عصى الله فى الارض او امر بمعصيته فقد افسد فى الارض لان اصلاح الارض و اسماء بالطاعته (ایضا، روایت نمبر ۳۴۰)

اللہ جل ثناء ہ کی نافرمانی کرنا انکا ''فساد'' تھا اس لئے کہ جس شخص نے زمین میں اللہ کی نافرمانی کی یا نافرمانی کا حکم دیا تو

اس نے زمین میں فساد پھیلایا اس لئے کہ آسمان وزمین میں اصلاح اطاعت کے ساتھ (قائم) ہوتی ہے۔

مفسر ابن جریر طبری مذید فرماتے ہیں

والا فساد فی الارض العمل فیھا بما نھی اللہ جل ثناء ہ عنہ و تضییع ما امر اللہ بحفظہ فذالک جملتہ الافساد کما قال جل ثناء ہ فی کتابہ مخبراً عن قبل ملائکتہ " قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ" (البقرہ/۳۰) یعنون بذالک: اتجعل فی الارض من یعصیک و یخالف امرک؟ فکذالک صفتہ اھل النفاق: مفسدون فی الارض بمعصیتھم فیھا ربھم و رکوبھم فیھا مانھاھم عن رکوبہ و تضییعھم فرائضہ و شکھم فی دین اللہ الذی لا یقبل من احدا عملاً الابالتصدیق بہ ولایقان بحقیقتہ وکذبھم المؤمنین بدعواھم غیر ما ھم علیہ مقیمون بالشک و الریب و بمظاھرتھم اھل التکذیب باللہ و کتبہ و رسلہ علی اولیاء اللہ اذا وجدوا الی ذالک سبیلا فذالک افساد المنافقین فی ارض اللہ (جامع البیان، تفسیر ابن جریر طبری تحت الایۃ (بقرہ/۱۱) جلدا صفحہ ۲۸۹)

اور زمین میں فساد پھیلانا (یہ ہے کہ آدمی) وہ عمل کرے جس سے اللہ نے روکا ہے اور اس کو ضائع کرے جس کی حفاظت کا اس نے حکم دیا ہے، فساد پھیلانا دراصل یہ ہے: جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا قول نقل کرتے ہوئے خبر دی ہے، انہوں نے کہا کیا آپ ان کو زمین پر بھیج رہے ہیں جو زمین پر فساد اور خون ریزی کریں گے (البقرہ/۳۰) یعنی کیا آپ زمین میں ان کو (خلیفہ) بناتے ہیں جو آپ کی نافرمانی کریں گے اور آپ کے حکم کی خلاف ورزی کریں گے؟ پس اہل نفاق کی یہی عادت ہے کہ وہ زمین میں فساد پھیلانے والے ہیں زمین میں اپنے رب کی نافرمانی کے ساتھ اور جن کاموں سے ان کو روکا گیا انہی کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں اور اللہ کی طرف سے عائد کئے گئے فرائض کو ضائع کرتے ہیں اور اللہ کے اس دین میں شک کرتے ہیں جس دین کی تصدیق اور اس کی حقیقت کا یقین رکھے بغیر کسی ایک کا عمل قبول نہیں ہوتا اور مؤمنین کے سامنے اپنے ایمان کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں جس پر وہ شک وریب کرنے کی وجہ سے قائم نہیں ہیں اور اللہ کے دوستوں پر، اسکی کتابوں اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرنے والے ہیں (کافروں) کو غلبہ دلانے کی کوشش کرتے ہیں جب بھی ان کا بس چلے پس یہ ہے منافقین کا زمین میں فساد پھیلانا۔

(لاتفسدوا فی الارض) بالکفر و تعویق الناس عن الایمان محمد ﷺ و القرآن

یعنی زمین میں کفر کر کے اور لوگوں کو محمد ﷺ اور قرآن پر ایمان لانے سے روک کر فساد مت پھیلاؤ (معالم التنزیل/البقرہ/۱۱/جلد۱/۶۶)

مصر کے عالم محمد رشید بن علی رضا اپنی تفسیر المنار میں لکھتے ہیں

وارادو ان یوقعوا غیر ھم بھذہ المھالک بصدھم عن سبیل الاسلام الداعی الی الوحدۃ والالتئام فکان ذالک منھم دعاء الی الفرقتہ ولانفصام والثبات علی عبادۃ الملائکتہ اوالبشر او الاصنام وای افساد فی الارض اعظم من التنفیر عن اتباع الحق

(اوران منافق فسادیوں کا یہ) ارادہ ہے کہ دوسرے لوگ بھی اس ہلاکت (فسادکاری) میں داخل ہو جائیں اللہ کے راستے سے روکنے کے ساتھ کہ جو دین توحید کی طرف بلانے والا ہے، پس ان (منافقین میں) فرقہ پرستی اور توڑ کی دعوت دینے والے اور ملائکتہ یا پیر یا بت پرستی پر ڈٹے رہنے کی تلقین کرنیوالے موجود تھے اور اتباع حق سے ہٹانے سے بڑھ کر زمین میں اور کونسا فساد ہوسکتا ہے؟ (المنار؟ البقرہ/۱۱/جلد۱/۱۳۲)

مفسر ابن عطیہ فرماتے ہیں

معناہ بالکفر و موالاۃ الکفرۃ

اس کا معنی ہے کہ کفر اور کافروں سے دوستی کر کے زمین میں فساد نہ پھیلاؤ (المحرر الوجیز/البقرہ/۱۱/ج۱/۲۸)

الشیخ ابن جزی مالکی فرماتے ہیں

(لاتفسدوا) ای بالکفر و النمیمتہ و ایقاع الشر و غیر ذالک

یعنی کفر اور چغل خوری اور شر وغیرہ پھیلا کر فساد نہ پھیلاؤ (التسھیل لعلوم التنزیل/البقرہ/۱۱/ج۱/۱۳)

مفسر شیخ نسفی لکھتے ہیں

والفساد فی الارض ھیج الحروب والفتن لان فی ذالک فساد ما فی الارض و انتفاء الاستقامہ عن احوال الناس و الزروع والمنافع الدینیہ والد نیویہ، وکان فساد المنافقین فی الارض انھم کانوا بما یلون الکفار و یمالئو نھم علی المسلمین بافشاء اسرارھم الیھم (مدارک التنزیل وحقائق التاویل تحت البقرہ/۱۱/ج۱/صفحہ۱۸)

اور زمین میں فساد جنگ اور فتنوں پر ابھارنا ہے کیونکہ ان سے زمین میں موجود چیزیں فاسد ہو جاتی ہیں اور لوگوں کے

حالات وامور میں استقامت ختم ہوجاتی ہے اور دینی و دنیاوی منافع موقوف ہوجاتے ہیں اور منافقین کا فساد فی الارض یہ تھا کہ کافروں کے ساتھ ان کے مراسم تھے اور وہ مسلمانوں پر ان کافروں کو حملہ آور ہونے کی طرف مائل کرتے تھے مسلمان کے راز بتا کر۔

تفسیر ابن عباس میں منقول ہے

(لاتفسدو ا فی الارض) بتعویق الناس علی دین محمد ﷺ تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس (تحت البقرہ/۱۱/ج۱/۳)

زمین میں فساد مت پھیلاؤ، لوگوں کو دین محمد سے روک کر

شیخ محمد متولی الشعراوی فرماتے ہیں

وهولاء المنافقون بذلوا كل ما فى جهدهم الافساد هذا المنهج بان تامروا ضده وادعوا انهم مؤمنون به ليطعنوا الاسلام فى داخله...... وان استخدام المنافقين فى الافساد هو الطريقه الحقيقيه لتفريق المسلمين...... وما اسموه العلمانيه واليساريته و غير ذالک، كل هذا قام به المنافقون فى الاسلام و غلفوه بغلاف اسلامى ليفسدو ا فى الارض و يحاربو منهج الله.... واى صلاح فى عدم اتباع منهج الله والخروج عليه باى حجته من الحجج (تفسیر شعراوی تحت البقرہ/۱۱/ ج۱/۶۹)

ان منافقین نے منہج الٰہی میں فساد ڈالنے کی پوری کوشش کی اس طرح سے کہ دعویٰ تو ایمان کا کرتے ہیں (کہ ہم مؤمن ہیں) اور دعوت اس کی ضد (کفر) کی دیتے ہیں تاکہ اسلام کے داخلی نظام میں خرابی پیدا کردیں۔۔۔۔منافقین نے فساد پیدا کرنے کا حقیقی طریقہ استعمال کیا تاکہ وہ مسلمانوں میں تفریق پیدا کردیں۔۔۔۔اور (فساد پھیلانے والوں نے) سیکولر، یساریہ وغیرہ جیسے ناموں کو استعمال کرکے منافقت کا راستہ اختیار کیا اپنے اوپر اسلام کا لبادہ اور غلاف ڈال لیا تاکہ زمین میں فساد پھیلائیں اور منہج الٰہی سے جنگ کریں (حقیقت یہ ہے کہ) منہج الٰہی کو اختیار کئے بغیر زمین میں کہاں اصلاح ہوسکتی ہے

مفسر شیخ الثعالبی فرماتے ہیں

(لاتفسدوافی الارض) ای : بالکفرو موالات الکفره

یعنی کفر کا ارتکاب کر کے اور کافروں سے دوستی کر کے زمین میں فساد مت پھیلاؤ (الجواھر الحسان فی تفسیر القرآن تحت البقرہ/۱۱/ج ۱/ص ۸)

ایسر التفاسیر میں ہے

فاذا قیل لهولاالمنافقین : لا تفسدوا فی الارض، ولا تثیروا فیها الفتن ولاحروب، ولا تحرضوا الاعداء علی المؤمنین، ولا تفشو اسرار المؤمنین لاعدائهم، ولا ترتکبو المعاصی و غیر ذالک من فنون الشر... (ایسر التفاسیر لحومد تحت البقرہ/۱۱/ج ۱/۱۸)

جب ان منافقین سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ، اور جنگ وفتنوں کو زمین میں نہ پھیلاؤ اور دشمنوں کو مسلمانوں پر مت ابھارو، اور مسلمانوں کے راز ان کے دشمنوں کو نہ بتاؤ معاصی اور اس جیسے دیگر امور شر کا ارتکاب نہ کرو، (تو وہ جواب میں ان امور کے ارتکاب کو اصلاح بتاتے ہیں)

شیخ ابوبکر الجزائری اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں

(الفساد فی الارض) الکفر و ارتکاب المعاصی

یعنی کفر اور معاصی کا ارتکاب، زمین میں فساد ہے (ایسر التفاسیر للجزائری تحت البقرہ/۱۱/شرح الکلمات: ج ۱/۱۱)

مفسر الشیخ اسعد حومد نے اپنی تفسیر میں فساد کی یہ تعریف نقل فرمائی ہے

الفساد ’’هو خروج الشیٔ عن حد الاعتدال‘‘

کسی شے کے حد اعتدال سے خارج ہو جانے کا نام فساد ہے (ایسر التفاسیر لاسعد حومد تحت البقرہ/۱۱/ج ۱/۱۸)

حضرات مفسرین کے چند ارشادات آپ نے ملاحظہ فرمالئے چونکہ زیر نظر آیت میں کسی خاص جہت یا کام کو متعین نہیں کیا گیا۔ لہٰذا اہل علم بھی ایسے مواقع پر اپنی طرف سے کسی ایک جہت کو متعین کرنے اور اسے خدائے واحد کا فرمان قرار دینے کے روادار نہیں بلکہ قرآن کریم میں مختلف مقامات پر جو خود اللہ جل شانہ نے ’’مفسدین، مفسدون یا یفسدون‘‘ جیسے الفاظ ارشاد فرمائے اور وہاں جن کاموں کی طرف اشارہ کیا اہل ایمان اسی خدائی راہنمائی سے روشنی حاصل کرتے ہیں، جیسا کہ تفاسیر سے واضح ہے حضرات مفسرین نے فساد پھیلانے والے چند امور کی طرف اشارہ تو فرما دیا ہے مگر کتاب خدا کی اتباع کرتے ہوئے کسی ایک جہت کو متعین نہیں فرمایا، چنانچہ اللہ جل شانہ نے جو فرمایا کہ ’’

لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ (البقرہ/۱۱)"، تو وہ کون سا امر فساد ہے جس سے ان کو منع کیا گیا؟

ا۔سورۃ بقرہ کے تیسرے رکوع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن میں مکھی یا مچھر کی بیان کردہ مثالوں سے صرف فاسق لوگ ہی گمراہ ہوتے ہیں۔

الَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَـٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (البقرہ/۲۷)

وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو اس کے پختہ کر دینے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور توڑتے ہیں اس کو جس کو جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور وہ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں وہی ہیں خسارہ اٹھانے والے۔

اس آیت کے بارے میں ایک بات تو یہ ہے جو علامہ ابن جریر نے نقل کی ہے

ان الله عنى بهذه الايته جميع اهل الشرک والكفر و النفاق (ابن جریر طبری/بقرہ/۲۷/۱/۴۱۱)

یعنی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام مشرکین، کفار اور منافقین کی طرف اشارہ کیا ہے

دوسری بات اس سند کے ساتھ نقل فرمائی ہے

حدثنى المثنىٰ قال حدثنا اسحاق قال: حدثنا ابن اابى جعفر عن ابيه عن الربيع فى قوله الذين ينقضون عهدالله من بعد ميثاقه و يقطعون ما امر الله به ان يوصل و يفسدون فى الارض اولئک هم الخاسرون: فهى ست خلال فى اهل النفاق اذا كانت لهم الظهره (ابن جریر طبری/البقرہ/۲۷/روایت نمبر ۵۷۳/۱/۴۱۶)

مذید فرماتے ہیں

وقد يدخل فى حكم هذه الايته كل من كان بالصفته التى وصف الله بها هولاء الفاسقين من المنافقين والكفار فى نقض العهدو قطع الرحم ولا فساد فى الارض (ایضا/ا/ص ۴۱۶)

اس آیت کے حکم میں منافقین کی ہر وہ خصلت داخل ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان فاسقوں، منافقوں اور کافروں کو متصف کیا ہے جیسے نقض، عہد اور قطع رحمی اور زمین میں فساد پھیلانا۔

سورۃ بقرہ کے الفاظ سے ملتی جلتی سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۲۵ بھی ہے

وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ

أُولَئِکَ لَهُمُ اللَّعنَةُ وَلَهُم سُوءُ الدَّار (الرعد/۲۵)

وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو اس کے پکا کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس کو جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا اسے توڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں کہ ان پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لئے بہت برا گھر ہے۔

سورۃ ''بقرہ'' اور ''الرعد'' کی مذکورہ آیات سے زمین میں فساد پھیلانے والوں پر دیگر بیان کردہ عادات سے روشنی پڑتی ہے کہ وہ ''فساد فی الارض'' کے مرتکب، ''یَقطَعُونَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَن یُوصَل'' کے بھی مرتکب ہیں، لہٰذا قرآن کریم کی ہدایت اور روشنی میں اگر غور کیا جائے تو اُن ''فساد فی الارض'' کے مرتکبین کا اندازہ اس دوسری علامت کے ذریعہ بھی لگایا جاسکتا ہے۔

''جوڑنے کا دینی معیار یہ ہے''

اللہ تعالیٰ نے اولاد کو اس والدین کے ساتھ جوڑا ہے، چنانچہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کو اللہ جل شانہ نے چار بیٹیاں عطاء فرمائیں، آپ ﷺ نے ان کی اچھے طریقے سے تربیت فرما کر اُن کو شادیوں کے بعد اپنے اپنے گھروں کی طرف رخصت فرمادیا بچیوں کو رحمت اور ان کی اچھی تربیت کرنے کو جنت میں اپنی رفاقت کا ذریعہ بتایا مگر جن نبی زادیوں کو اللہ جل شانہ نے باپ کا رشتہ عطاء کر کے رحمت عالم ﷺ کے ساتھ جوڑا ہے، ایک گروہ وہ بھی ہے جو حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کی بیٹیوں کو حضرت خاتم المرسلین ﷺ کے ساتھ حاصل ہونے والے باپ کے رشتے کو توڑتا ہے؟ رشتوں کا یہ توڑ کن پاک باز حضرات کے ساتھ ہے؟ اس کی نزاکت سامنے رکھتے ہوئے ملاحظہ فرمائیے

جب ایک بچی اپنے باپ کی طرف اشارہ کر کے کہے کہ یہ میرے ابو ہیں اسے جواب دیا جائے نہیں نہیں یہ تیرے ابو نہیں یہ بات صرف بچی کو ہی نہیں پورے محلّہ میں پھیلا دی جائے تو آپ ہی بتائے اس کمزور بے چاری بچی پر کیا گزرے گی؟ بلکہ یہی بات اس بچی کی ماں تک پہنچے کہ محلّہ میں تو یہ مشہور کر دیا گیا ہے اور میری فلاں اور فلاں بچی کو یہ کہا جا رہا ہے کہ انکا باپ میرا یہ شوہر نہیں کوئی اور ہے تو آپ ہی فرمائیے اس ماں کو جو صدمہ ہوگا اس کا کوئی دوسرا اندازہ کر سکتا ہے؟ نیز اس طریقہ کار سے جو فساد پھیلے گا وہ منہ زور طوفان بن کر پورے محلّہ میں شک، عداوت اور لڑائی کی آگ میں نہیں جھونکے گا؟؟؟

یہ صورت حال اگر عام لوگوں کے بارے میں خطرناک ہے تو اللہ کے نبی کے بارے میں اس صورت حال کی سنگینی کی حد

کیا ہوگی؟ مذید یہ بات بھی قابل غور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تین صاحب زادیوں کا انکار کرنے سے جو رشتوں کا توڑ پیدا ہوگا وہ ان صاحب زادیوں کے رسول اللہ ﷺ سے رشتہ ''ابوت'' توڑنے تک محدود نہیں رہے گا بلکہ اس ایک توڑ میں بے شمار توڑ پائے جاتے ہیں چند مثالوں سے باقی بات خود بخود سمجھ میں آجائے گی۔

سیدۃ فاطمۃ الزہراؓ کے ساتھ ان تینوں نبی زادیوں کا رشتہ بہن ہونے کا ہے اس رشتہ کو توڑ کر سیدۃ فاطمۃ الزہراؓ کو اپنی تین بہنوں سے توڑنے کی جسارت ہے۔

ان نبی زادیوں کا حسنین کریمینؓ کے ساتھ خالا ہونے کا جو رشتہ اللہ جل شانہ نے جوڑا ہے اس گروہ نے اس کو توڑنے کی کوشش کی ہے۔

اِن رشتوں کے باعث حضرت علیؓ کے علاوہ حضرت ذوالنورین کو جو رسول اکرم ﷺ کے رشتہ دامادی میں جوڑا گیا یہ لوگ ہیں جنہوں نے اس خدا کے جوڑے رشتوں کو توڑا؟

آل رسول کے کتنے ہی حضرات ہیں جن کو گلشن رسالتمآب کے مہکتے پھول صحابہ کرام کے ساتھ نسب کے رشتوں میں اللہ جل شانہ نے جوڑا مگر کچھ لوگ وہ بھی تو ہیں جنہوں نے اللہ کے اِن جوڑے ہوئے رشتوں کو توڑا، الغرض رشتہ تو خاندان میں خوشبو کی طرح پھیل جانے والی نعمت ہے ۳ نبی زادیوں کا جنہوں نے انکار کیا انہوں نے ان رشتوں کی خاندان میں پھیلنے والی خوشبو کا تعاقب کیا اور رشتوں کو توڑنے کی کوشش کی، وہ کون ہیں؟ عوام وخواص اُن کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں، پھر جب ان کو تلاش کر لیا تو اللہ جل شانہ نے انہی کی ساتھ والی عادت ''یفسدون فی الارض'' بیان فرمائی ہے، کہ یہ لوگ اللہ کی زمین میں فساد پھیلانے والے ہیں، جو آپ سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷ اور سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۲۵ میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

۲۔ وہ امر فساد جس سے اُن کو منع کیا گیا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ (البقرہ/ ۲۰۵)

اور جب وہ (آپ کے پاس سے اٹھ کر واپس) پھرا تو زمین میں فساد پھیلانے کی سعی کی اور کھیتیوں اور نسل کو ہلاک کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت کے ذیل میں اہل علم فرماتے ہیں

فمعنی الایته و اذاخرج ھذا المنافق من عندک یا محمد غضبان، عمل فی الارض بما حرم اللہ علیہ و حاول فیھا معصیته اللہ و قطع الطریق وافساد السبیل علی عباداللہ (ابن جریر طبری/البقرہ/۲۳۸/۴/۱۰۵)

آیت کا معنی یہ ہے کہ جب یہ منافق نکلا آپ کے پاس سے اے محمد، تو وہ غضب ناک ہوا اور زمین میں وہ کام کرنے لگا جس کو اس پر اللہ تعالیٰ نے حرام کیا، اور اللہ کی نافرمانی، رہزنی اور اللہ کے بندوں پر راستوں کو فاسد و خراب کرنے میں مشغول ہو گیا۔

کچھ آگے چل کر علامہ ابن جریر نے مفسرین کے اقوال لکھتے ہوئے بتایا کہ فساد پھیلانا یہ ہے کہ وہ راستوں پر خوف و حراس پیدا کرتا تھا

"**و اخافته السبیل**" (ابن جریر طبری/ایضا/۲۳۸)

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں بتایا کہ راستوں کا روک دینا، خوف و حراس کا پیدا کر دینا اور عام طور پر راستوں کو جس عام سہولت کے ساتھ آنے جانے کیلئے بنایا گیا اس کو مسدود کر دینا فساد ہے۔

ان گزارشات کے بعد ذرا غور فرمائیں، جوں جوں محرم قریب آتا جاتا ہے شہری زندگی محدود سے محدود تر ہو کر رہ جاتی ہے۔ ملک کے تمام ادارے رات دن قیام امن کی کوششوں میں مصروف ہو جاتے ہیں، یوم عاشورا کا منظر آنکھوں کے سامنے رکھیے گلیاں بازار خون سے لت پت، ہزاروں وجود چھریوں سے زخمی اور خود کو زنجیروں سے مار مار کر لہولہان کر دینے کا منظر مردوں عورتوں کا سینہ کوبی کر کے ایک ہولناک منظر پیش کرنا، خود کو زنجیروں میں جکڑ کر قیدی بنا لینا، کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ان حالات پر کچھ کہنے کی بجائے صرف ۲ باتیں پیش خدمت ہیں۔

یہ کوئی لمبے اور طویل عرصہ پہلے کی بات نہیں ماضی قریب کی بات ہے، جب مذہبی اعتبار سے حساس ترین شہر جھنگ میں یہ بھی ہوا کہ داماد نبی، مظلوم مدینہ حضرت عثمان ذوالنورینؓ کا اسم گرامی کتے پر لکھا گیا اور پھر اسے مسلمانوں کو دکھانے کیلئے گلیوں میں بھگا دیا گیا وہ کتے پر حضرت عثمانؓ کا نام لکھنے والا تو اب بھی ایران کے شہروں میں مزے کی زندگی گزارتا ہے اور اس صورت حال کے دیکھنے والے مسلمان خون کے آنسو رونے کے سوا اور کر بھی کیا سکتے ہیں، کیا یہ سب کچھ فساد نہیں؟ عین امن و اصلاح ہے؟

وہ محرم کی دس تاریخ اور جمعہ کا دن تھا جب قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنے والے بے گناہ بچوں پر برچھیوں کا آزادانہ

استعمال ہو رہا تھا گولیوں کی بارش اور آگ کے بھڑکتے شعلے تھے، آج تک اس دن شہید وزخمی ہونے والے قرآن کے طالب علموں کی درست تعداد تو کوئی نہ بتا سکا مگر یہ بات راز نہ رہی کہ جو گولیاں اُن بے گناہ نہتے قرآن پاک کے طالب علموں پر برس رہی تھیں اُن میں وہ اسلحہ بھی تھا جو سرکار کے ملازمین کے پاس تھا انہوں نے خود یہ اسلحہ اُن کو دیا یا چھینا گیا مگر یہ سب امر واقعہ ہے جو قیامت وہاں گزری وہ تو قیامت کے دن تک کم ہی جاننے والوں کے علم میں آسکے گی کہ اس دِن جب تک آگ لگانے والے کام کرتے رہے آمدورفت کے سارے راستے اُن کیلئے کھلے رہے مگر جب وہ محفوظ طریقے سے سب کچھ جلا گئے تو پھر پورا شہر سیل اور کرفیو کا نفاذ تھا، نہ میڈیا بول سکا اور نہ ہی کسی حاکم ومحکوم کو توفیق ہوئی۔ یہ سب کچھ کرنے والوں کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکا وہ آج بھی آزاد ہیں کیونکہ وہ تو ملک کے مالک ہیں مگر مجرم تو وہی مدرسہ کے قرآن پڑھنے والے طالب علم ہی ہیں، کیا یہ سب کچھ فساد نہیں؟ بلکہ اصلاح ہے؟

۳۔قارون کا قصہ بیان فرماتے ہوئے اللہ جل شانہ نے اس کو نصیحت کی ”لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْأَرْضِ إِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْن (قصص ۷۷/)“ زمین میں فساد مت پھیلانا بے شک اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

قرآن پاک کے اس مقام پر بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بے حساب مال ودولت سے نوازا تھا حضرت موسیٰؑ نے اس کو نصیحت فرمائی کہ ”ولا تنس نصیبک من الدنیا“ جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلا، یعنی اس مال میں سے ایک مقررہ حصہ راہ خدا میں خرچ کر۔

چونکہ وہ مال دار تھا، اس کے باوجود اس نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا تھا، اور اس کو گویا ایک قسم کا تاوان تصور کر لیا تھا بلکہ واہیات قسم کی باتیں کرنے لگا جب باز نہ آیا تب پھر اس کا جو انجام ہوا وہ خواص تو کیا عوام کو بھی معلوم ہے۔

اس مقام پر گویا انکار زکوۃ کے جرم کو بھی اللہ جل شانہ نے ”فساد فی الارض“ سے تعبیر فرمایا، اب ذرا خود کو مؤمن کہنے والوں میں ان لوگوں کو تو تلاش کریں جن کا نام زکوۃ کے وقت مسلمانوں کی فہرست سے نکل کر ان لوگوں کے ساتھ مل جاتا ہے جو ہندو، سکھ، وغیرہ غیر مسلم ہیں۔

کیا اب بھی کوئی شک رہ جائے گا کہ خدائے مہربان نے کن لوگوں کی حالت ”لا تفسدوا فی الارض“ (کہ زمین میں فساد مت پھیلاؤ) اس آیت میں بیان فرمائی ہے، جو اگرچہ زوردار دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت پر ایمان لائے مگر رب ذوالجلال اس سے زیادہ زوردار طریقے سے جواب نازل فرما رہا ہے کہ ’’وہ مؤمن نہیں ہیں (البقرہ ۸/)‘‘۔

باب نمبر ۸

”جو فساد کو اصلاح کہتے ہیں“

چھٹی علامت: وہ فساد کا نام اصلاح رکھ کر حقیقت بدل دیتے ہیں ”إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُون“ (البقرہ ۱۱/)

بے شک ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔

اللہ کریم نے اس مقام پر امت اسلام کو بتایا ہے کہ جس طرح اندر ایمان نام کی کوئی شے نہ تھی پھر بھی ان کا دعویٰ یہی تھا کہ ”امنا باللہ و بالیوم الآخر“، جس کو اللہ جل شانہ نے پوری تاکید اور کلام میں زور پیدا کر کے رد فرما دیا تھا، اسی طرح یہ لوگ اللہ کی زمین پر فساد برپا کرتے جس پر اللہ کریم نے ان کو روکا کہ زمین میں فساد مت کرو۔ تو یہ لوگ اپنے عین فساد کو اصلاح کہتے ہیں کہ ہم کہاں فساد پھیلانے والے ہیں بلکہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ گویا ایک بار پھر انہوں نے ڈٹ کر جھوٹ بولا جیسا کہ اوپر دعویٰ ایمان میں جھوٹ بولا تھا اللہ تعالیٰ نے بھی پہلے والے جھوٹ کی طرح اس جھوٹ کی بھی زوردار طریقے سے تردید فرمائی۔

اہل علم کی زبان میں عین فساد کو اصلاح کا نام دینا قلب حقیقت کہلاتا ہے، یعنی کسی کام کو پورے طور پر الٹ دینا، حقیقت کو پلٹ دینا، یعنی کفر کا نام اسلام اور اسلام کا نام کفر رکھ دینا، فساد کا نام اصلاح اور اصلاح کا نام فساد رکھ دینا، اِن تقیہ کے فن میں کمال پیدا کرنے والوں نے اپنے فن میں یہاں تک ترقی کی اور ایسا عروج پایا کہ خود اللہ جل شانہ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور اس کے بتائے فساد کو وہ اصلاح کے نام سے متعارف کروانے لگے۔

”قلب حقیقت کے فن کار“

قرآن کریم نے متعدد مقامات پر ایسے لوگوں کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ حقائق بدلنے میں کمال کا فن رکھتے ہیں فرمایا ”یحرفون الکلم عن مواضعه“ وہ لفظ کو اپنی اصل جگہ سے بدل دیتے ہیں۔

ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ شانہ فرماتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ (البقرہ ۱۰۴/)

اے ایمان والو تم ”راعنا“ نہ کہا کرو لیکن تم ”انظرنا“ اور ”واسمعوا“ کہا کرو اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے اس واقعہ کا پس منظر ان قلب حقیقت کے شاہکار لوگوں کے ہاتھوں کی صفائی تھی وہ اپنے ذوق تبرا کو تسکین دینے کے لئے

جولفظ بولتے اس لفظ کی اصل حقیقت کچھ اور ہوتی جبکہ ان کی مراد کچھ اور ہوتی تھی پس جب وہ اس لفظ "راعنا" کے مشہور کرنے میں ایسے کامیاب ہوئے کہ بعض اوقات یہ لفظ صحابہ کرام بھی بول دیتے جس پر قلب حقیقت کے اِن ماہرین کو بے حد خوشی ہوئی اور اپنی خاص مجلس میں خوب خوشیاں منانے لگے،تو اللہ جل شانہ نے صحابہ کرام کو اس لفظ کو بولنے سے منع فرمادیا۔

"فساد کو اصلاح کھنے والے کون؟"

اللہ جل شانہ نے ایمان کا جھوٹا دعویٰ کرنیوالوں کے بارے میں بتایا کہ وہ اللہ کی زمین پر فساد پھیلاتے ہیں مگر وہ فسادی ہونے کے ساتھ ساتھ تقیہ باز بھی تھے چنانچہ انہوں نے ایسے کمال سے تقیہ کیا اور اصل صورت حال کو چھپا کر اس کے خلاف ظاہر کیا کہ عام لوگوں کو ان کا یہ جھوٹ سچ لگنے لگا۔چنانچہ اللہ جل شانہ نے جیسے ان کے جھوٹے دعویٰ ایمان کی زور دار تردید وتکذیب فرمائی تھی اس سے بھی بڑھ کر کئی تاکیدیں لاکر اس کے اس جھوٹ کو بھی بڑی سختی کے ساتھ رد فرمادیا۔

الا انهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون

خبردار بے شک وہی لوگ فسادی ہیں لیکن وہ شعور نہیں رکھتے۔

چندگزارشات ملاحظہ فرمائیں

"**انما نحن مصلحون**" (کہ بے شک ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں)۔

ا۔مجسمہ رحمت نبی مہربان ﷺ کی خون جگر اولاد کا انکار کرنے والے لوگ کیا اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ان کا یہ کہنا غیر منصفانہ ہے؟ کیا اپنے اس غلط رویے کو وہ غلط کہتے ہیں؟نہیں بلکہ وہ اپنے اسی غلط رویے کو عین حق ،عین حقیقت اور عین امر واقعہ قرار دیتے ہیں،بس یہی بات اللہ جل شانہ کا پاک کلام بتا رہا ہے کہ وہ فساد کو فساد کیا مانیں الٹا اسی فساد کو عین اصلاح کا نام دے کر دھوکہ دہی کی آخری حد کو بھی کراس کر چکے ہیں ذرا غور تو فرمائیں اللہ جل شانہ کے پاک کلام نے دھوکہ بازوں کی پہچان کروانے میں کوئی کسر باقی رہنے دی ہے؟

۲۔باقی کسی بات میں کوئی شک شبہ ہو بھی تو یہ بات ایسی واضح ہے جس کو جاننے کیلئے کسی گہرے علم کی بھی ضرورت نہیں کہ ماہ محرم میں جو کچھ ہوتا ہے وہ سراسر فساد ہے۔

یہ امر مشاہدہ ہے کہ اس محترم مہینہ میں جہاں پر اُن کو کھلا چھوڑ کر حضرت حسینؓ کی طرح مظلوم مسلمانوں کو قید کر دیا جاتا

ہے بلکل اسی طرح جس طرح کہ ۶۰ھجہ کے محرم میں حضرت حسینؑ کیلئے تو ہر راستہ بند اور ایک محدود سی جگہ پر حسینی قافلہ کو محسور کر دیا گیا تھا مگر حضرت حسینؓ کے دشمن کھلے تھے ان کو ہر طرف آنے جانے کی آزادی دے دی گئی تھی اسی طرح کی صورت حال آج بھی قائم ہے، ان ایام میں ہر کوئی پریشان اور خوف کے سائے میں یہ ایام زندگی بسر کرتا ہے مگر کیا وہ لوگ جو یہ بدامنی اور کاروبار زندگی مفلوج کرنے والے ہیں وہ اِس کو فساد مانتے ہیں؟ کہا جائے کہ اگر تمہارے ہاں خود کو زنجیر مارنا عبادت ہے تو یہ عبادت اپنے عبادت خانے کی چار دیواری میں کرلو تاکہ آمدورفت کے ساتھ کاروبار زندگی مفلوج نہ ہو تو کیا وہ یہ مان لیں گے، کہ ہمارے اس عمل کی بناپر پورا معاشرہ متاثر اور بدامنی، خوف وحراس اور غیر یقینی کی سی صورت حال پیش آرہی ہے؟ بلکہ اس کے برعکس وہ محرم کے اِن تمام کاموں کو عین اصلاح اور نا معلوم کیا سے کیا کہتے ہیں، کیا یہ امر واقعہ قرآن کریم کی بتائی ہوئی صاف نشانی نہیں جس سے ہر پڑھا لکھا، اَن پڑھ اچھی طرح ان کو پہچان لے کہ جو خود کو مؤمن تو کہتے ہیں مگر رب تعالیٰ صاف جواب دیتا ہے، ان کے پہلے جھوٹ ''**امنا باللہ**'' کی طرح ان کا یہ کہنا کہ ''**انما نحن مصلحون**'' بھی جھوٹ ہے اور ''**وما ھم بمؤمنین**'' (وہ مؤمن نہیں) اور ''**انھم ھم المفسدون**''، یعنی یہی لوگ فسادی ہیں۔

۳۔تقیہ کو دین بنانے والوں کا صحابہ کرام پر تبرا کتنا بدتر عمل ہے کون سا شخص بھلا گالی کو دین کہہ سکتا ہے؟ مگر اس دین کا جائزہ لینے والا بخوبی جانتا ہے کہ نماز ہو یا اذان سب تبرا کیلئے ہے مگر اب گالی کو اتنی اہمیت دینے والوں سے پوچھا جائے کہ بھلا یہ سب کچھ فساد نہیں؟ تب پھر تقیہ راہ میں دوڑے اٹکانے نہ آیا تو سنا جائے گا کہ یہ کہاں فساد ہے یہ تو اصل اصلاح اور زمین کے مالکوں سے کامل درجہ کی وفا ومحبت ہے۔

بس یہی وہ علامت ہے صدیوں سے جس کو اللہ کی کتاب نقل فرمارہی ہے کہ وہ لوگ فساد کرتے ہیں اور اسی فساد کا نام اصلاح رکھتے ہیں گالیاں دیتے ہیں اور اس کا نام عبادت رکھتے ہیں کافر ہیں مگر خود کو مؤمن کہتے ہیں۔تقیہ کے نام سے جھوٹ بولتے ہیں مگر اس جھوٹ کو دین قرار دیتے ہیں، متعہ کے نام سے زنا کرتے ہیں مگر اس کو عبادت قرار دیتے ہیں، کیا اب بھی پہچان میں وہ لوگ نہیں آرہے جن کے بارے میں کتاب الٰہی کا اٹل فیصلہ اور واضح فرمان ہے کہ وہ لوگ مؤمن نہیں ہیں۔

۴۔ مسجد پر حملہ اور اس کو آگ لگا دینا، دکانوں کو جلا کر خاک کر دینا اور قرآن پڑھتے بچوں کو بدترین سفا کی سے قتل کرنا، ان کی گردنیں کاٹ دینا، سب امر واقعہ ہیں، ۱۰ محرم کا جمعہ والا وہ دن کربلا بنا رہا، لاشیں تڑپتی اور زخمی بلبلاتے رہے، مگر اس دن سے لے کر بعد کے متعدد ایام تک تقیہ کو دین کہنے والوں نے کیا اس کو فساد مانا؟ کیا اس پر کسی دکھ یا رنج کا اظہار ہوا؟ میڈیا پر بیانات، تبصرے اور ٹاک شو آج بھی ملاحظہ کر کے تسلی کر لیں اگر قرآن پاک کے بتائے ہوئے اس روشن نشان کا نظارہ سامنے نہ آئے تو پھر کہنا، واللہ قرآن پاک تو سچ کا علم بردار ہے وہ تو ہر راہ پوچھنے والے کو سیدھا راستہ ہی بتاتا ہے، کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ جلے لاشوں کا دل خراش منظر سامنے ہے لاکھوں انسانوں کو تڑپا دیا گیا، مگر وہاں سے پھر بھی یہی اعلان نشر ہو رہا تھا ہم تو اصلاح والے ہیں، اور یہ کہ یہ مدرسے دہشت گردی کا اڈا ہیں ان کو بند کرنا چاہیے، یہاں دہشت گردی کی ٹریننگ دی جاتی ہے اور یہ فرقہ واریت پھیلاتے ہیں ان کی وجہ سے امن خراب ہو رہا ہے اور فساد تو ان ہی نے کیا جو جمعہ پڑھ رہے تھے اور جو قرآن پڑھنے والے نہتے طالب علم تھے فسادی ٹولہ تو وہ ہے ہم تو بے گناہ قرآن پاک پ☆ ھنے والے بچے ذبح کر کے بھی اصلاح والے ہیں "انما نحن مصلحون"۔

"اللہ تعالیٰ کا جواب"

اختصار کے ساتھ یہ چند باتیں عرض کی ہیں جن سے ایسے لوگوں کو پہچاننے میں مدد ملے گی جو فساد کرتے ہیں اور اسی فساد کا نام اصلاح رکھ کر جھوٹ بولتے اور دھوکہ دیتے ہیں، لہٰذا فرمایا

"**الا انهم هم المسفدون**" خبردار بے شک وہی لوگ ہی فسادی ہیں، یہاں پر لائی جانے والی زبردست تاکیدوں سے ان فسادیوں کے جھوٹ اور دھوکے کی جس سختی کے ساتھ تردید ہو رہی ہے وہ اہل علم پر مخفی نہیں، فسادیوں کی تردید و تکذیب میں اتنی شدت و سختی کیوں ہے؟ ذرا غور کرنے سے یہ بات آسانی کے ساتھ سمجھی جا سکتی ہے کہ جس قوم کے جھوٹ کو اللہ پاک بتا رہے ہیں ان کا دھوکہ و جھوٹ بولنے کا طریقہ واردات اتنا ہی سخت اور خطرناک ہے، جتنی اللہ تعالیٰ کے "جواب" والے کلام میں سختی و شدت ہے اہل علم جانتے ہیں کہ فصاحت کلام کیلئے کلام کا مقتضی حال کے مطابق ہونا ضروری ہے لہٰذا مثال کے طور پر ایمان کے جھوٹے دعوے داروں کا دھوکہ وزن میں ۱۰ من ہے تو اس دھوکے کا جواب بھی اسی قدر وزنی ہونا چاہیے ورنہ جو حال تقاضہ کر رہا ہے اسے پورا نہ کر سکنے کی بنا پر وہ کلام درجہ فصاحب سے گر جائے گا اللہ علیم و خبیر نے جو اس مقام پر کلام میں زور تردید پیدا فرمایا ہے وہ کسی دوسری جگہ نہیں اسی سے نصف النہار کی طرح یہ

بات صاف صاف معلوم ہوگئی کہ جو دھوکہ اور جھوٹ ان ایمان کے جھوٹے داروں کی عادت ثانیہ ہے، وہ کسی دوسرے دشمن اسلام میں نہیں ہے چنانچہ امر واقعہ بھی یہی ہے جھوٹ بولنے کو تو ہر شریف آدمی برا سمجھتا ہے لیکن کوئی جھوٹ بولے بھی سہی تو کم از کم ایسی قوم معلوم نہیں ہو سکی جو جھوٹ بولنے کو باقاعدہ بہت بڑا ثواب اور جنت کے اعلیٰ مقام حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتی ہو سوائے اسی ایک قوم کے جو نہ صرف یہ کہ تقیہ کے نام پر جھوٹ کو جائز سمجھتی ہے بلکہ واجب، کار ثواب اور دین کا نام دیتی ہے نہیں بلکہ یہ تو اماموں کا مجرب عمل اور ان کی عادت مستمرہ بتاتے ہیں، پھر یہ تو اس وقت کی بات ہے جبکہ زمانہ نزول وحی کا تھا دھوکہ دینے والوں کو اس بات کا خوف رہتا تھا کہ کہیں ہمارا جھوٹ پکڑا نہ جائے جب اس وقت ان کے جھوٹ اور دھوکہ دینے کا یہ عالم تھا تو اس خیر القرن کے گزر جانے کے بعد اس دھوکہ دینے والے گروہ کا جھوٹ اور دھوکہ کس قدر شدت اختیار کر جائے گا؟

ان آیات کی تفسیر فرماتے متعدد مفسرین نے اس مقام پر حضرت سلمان فارسیؓ کا وہ معروف قول نقل فرمایا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ (منافقت و دھوکہ کے اس سخت مقام تک پہنچے ہوئے) اس خصلت کے لوگ ابھی تک نہیں آئے (ابن کثیر وغیرہ) علامہ ابن کثیر اس ارشاد کو نقل فرما کر لکھتے ہیں مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں یہ بد خصلت لوگ تھے تو سہی لیکن اب جو آئیں گے وہ ان سے بھی بدتر ہوں گے۔ (ابن کثیر مترجم اردو ج ۱/۲۳)

ان گزارشات کے بعد ذرا ایک نظر تقیہ والے عنوان کے تحت گیارہویں امام کی تفسیر قرآن سے جو چند واقعات نقل کئے گئے ہیں ان پر ایک نظر ڈال لی جائے تو امید ہے کہ امت اسلام کو دھوکہ دینے والے ان لوگوں کے دھوکہ کی سطح کا کچھ معمولی اندازہ ہو جائے گا۔

۵۔ حضرت علیؓ کو رب الارض، یداللہ، عین اللہ، امور کائنات کا نگران اور اس جیسے ہزاروں ایسے تشکیکی جملے اس دین کا حصہ ہیں "إِيَّاكَ نَعْبُدُ وإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ"، قرآن کا حکم ہے مگر یا علی مدد اور اس جیسے متعدد نعرے کسی تعارف کا محتاج نہیں، اصول دین کی دھجیاں بکھیرنے کیلئے ہر دینی عقیدے پر ہاتھ صاف کئے گئے جس کا اسلامی شریعت میں رائی برابر تصور بھی نہیں کیا جا سکتا مگر کیا وہ لوگ کبھی اِن خرافات کو فساد، خرابی اور بے دینی قرار دیں گے؟ ہرگز نہیں بلکہ ان کے نزدیک تو نماز بھی اصل میں علی کی ولایت کے سہارے نماز بنی ہے وغیرہ الغرض اس دین کے مطابق تو فساد عقائد کا نام ہی اصلاح ہے، غلو کا نام ہی اصل دین ہے افراط و تفریط کا نام ہی اعتدال ہے کیوں؟ اس لئے کہ قرآن پاک کے روشن چراغ نے صدیوں قبل بتا دیا تھا کہ کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو خود کو مؤمن کہیں گے مگر وہ مؤمن نہیں ہیں، ان کی پہچان کرنا

ہوتو چھٹا علامتی نشان ان کا عین فساد کو اصلاح کہنا خرابی کو خوبی کہنا، برائی کو اچھائی کہنا، بربادی کو آبادی کہنا اور فتنہ کو عبادت قرار دینا ہے۔

یہ سورۃ بقرہ کا دوسرا رکوع آپ کے سامنے ہے، اِن آیات میں جھوٹے مدعیوں کی جو علامات ہیں وہ بہت سادہ ہیں آپ ان پر غور فرمائیں اور فیصلہ کریں کہ صدیوں سے قرآن پاک جن اسلام دشمنوں کی ایک ایک کر کے نشانی بتا رہا تھا کیا امت اسلام ابھی تک ان سے بے خبر نہیں؟

باب نمبر ۹

”ان کی ساتویں نشانی صحابہ کرام پر تبرا کرنا ھے“

اب یہاں سے اللہ تعالیٰ ایک اور نشانی اور علامت بیان فرمارہے ہیں کہ جو ایمان کا دعویٰ کر کے اللہ اور مؤمنین کو دھوکہ دیتے ہیں، وہ لوگ کون ہیں؟؟؟ یہ نشانی اتنی ٹھوس اور واضح ہے کہ ہر شخص اس علامت کے ذریعے ان دھوکہ دہی کے طور پر ایمان کا دعویٰ کرنیوالے لوگوں کو بغیر کسی دقت کے صاف پہچان لے گا بشرطیکہ انصاف کے ساتھ اللہ کے فرمان پر غور فرماسکے۔

اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں ”وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُواْ كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُواْ أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاء أَلا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاء وَلَـكِن لاَّ يَعْلَمُونَ (البقرہ/۱۳)“

اور جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ تم ایمان لاؤ جیسے لوگ ایمان لائے ہیں تو وہ کہتے ہیں کیا ہم ایسے ایمان لائیں جیسے یہ بے وقوف ایمان لائے ہیں خبردار بے شک وہی لوگ ہی بے وقوف ہیں لیکن وہ جانتے نہیں

اللہ رب العزت نے خود کو مؤمن کہنے والے جھوٹے دعویداروں کے بارے میں فرمایا کہ جب اُن کو یہ کہا جاتا ہے کہ محض دعوے سے تو کچھ نہیں بنے گا اگر ایمان کا دعویٰ کرتے ہو تو ایسے ایمان لاؤ جیسے اصحاب رسول ایمان لائے ہیں، یہاں ”الناس“ سے اصحاب رسول مراد ہیں یعنی جب ان منافقوں کو صحابہ کرام کی طرح سچے دل کے ساتھ پورے دین پر ایمان لانے کا حکم دیا جاتا ہے، اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کی دعوت دی جاتی ہے تو یہ گروہ صحابہ کرام کو (العیاذ باللہ) بیوقوف قرار دیتا ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود، ربیع بن انس اور عبدالرحمان بن زید سمیت بہت سارے صحابہ کرام نے اس کی یہی تفسیر کی ہے: حضرات مفسرین اس بارے میں فرماتے ہیں۔

انهم اصحاب النبی ﷺ قاله ابن عباس (زادالمیسر /بقرہ/۱۳/۱/۳۳)

صدقوا کما صدق اصحاب محمد انه نبی و رسول (ابن جریر طبری/بقرہ/۱۳/۱/۲۹۲)

تم بھی تصدیق کرو جیسے اصحاب محمد ﷺ نے اس بات کی تصدیق کی کہ محمد ﷺ نبی اور رسول ہیں

قال جمیع المفسرین المراد بالناس فی هذهِ الایته اصحاب محمد ﷺ (التفسیر الوسیط للواحدی/بقرہ/۱۳/۱/۸۹)

تمام مفسرین نے فرمایا ہے کہ ”الناس“ سے مراد اس آیت میں صحابہ کرام ہیں

المراد بالناس فی ھذہِ الایتہ اصحاب محمد ﷺ والذین امنوا بہ فی قول الجمیع (التفسیر البسیط / بقرہ/۱۳/۲/۱۶۲)

اس آیت میں ''الناس'' سے مراد صحابہ کرام اور وہ لوگ ہیں جو ان کے ساتھ ایمان لائے تمام مفسرین کا یہی قول ہے

کما امن الناس، ھم اصحاب محمد ﷺ (الوجیز للواحدی / بقرہ/۱۳/۱/۹۳)

کما امن الناس (میں ''الناس'' سے مراد) اصحاب محمد ہیں

کما امن الناس، یعنی المھاجرین والانصار (تفسیر سمعانی / بقرہ/۱۳/۱/۵۰)

کما امن الناس یعنی مہاجرین وانصار

المعنی صدقوا محمد ﷺ و شرعہ مثل ماصدقتہ المھاجرون والمحققون من اھل یثرب (تفسیر ابن عطیہ، المحرر الوجیز / بقرہ/۱۳/۱/۹۴)

اس کا معنی یہ ہے کہ محمد ﷺ کی تصدیق کریں اور لازم ہے ان پر کہ وہ مہاجرین اور یثرب کے محققین (یعنی انصار) کی طرح تصدیق کریں

(امن الناس) اصحاب النبی ﷺ (جلدلین / بقرہ/۱۳/۱/۵)

امن الناس (سے مراد) نبی کریم ﷺ کے اصحاب ہیں

جیسا کہ اہل علم نے نقل فرمایا اس پر اتفاق ہے کہ ''الناس'' سے صحابہ کرامؓ مراد ہیں اللہ جل شانہ کے نزدیک ان کا ایمان مقبول ومحبوب ہے جیسا کہ ابتدائی بقرہ کی آیات میں اِن نفوس قدسیہ کے چھ اوصاف بیان فرمانے کے بعد ''أُولَـٰئِکَ عَلَـی ھُدًی مِّن رَّبِّھِمْ'' اور ''وَأُولَـٰئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُونَ'' فرما کر ان کے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہدایت پر ہونے اور فلاح و پوری کامیابی حاصل ہونے کی خبر دی گئی ہے جبکہ اس کے برعکس اِن نفوس قدسیہ سے پوری عداوت رکھنے والے جھوٹے دعوے کے ذریعے تخریب دین کی سرگرمیوں میں مصروف لوگوں کے دعوے پر خدائی فرمان ''وما ھم بمؤمنین'' (وہ مؤمن نہیں) نازل ہوا جس میں ان کی زبردست تردید وتکذیب کے ساتھ ان کی مکاری وفریب کاری کا پردہ چاک کیا گیا ایک ایک کر کے ان کے برے خیالات واعمال نقل کئے گئے تاکہ امت اسلام تخریب دین میں ملوث اِن مکاروں کو پہچانے اور اپنی اور اسلام کی حفاظت کیلئے تدبیر کرے اِن ہی علامات میں ایک یہ بھی ہے کہ اُن کے دلوں میں صحابہ کرام کا بغض بھرا ہوا ہے وہ ان مخلص پاک باز اور اپنے محبوب پر سب کچھ فدا کرنے والوں کو سفیہ قرار

دیتے ہیں، جماعت نبی پر تنقید اوران کے عیب تلاش کرنے میں لگے رہتے ہیں ان کو جب کوئی موقعہ ملے وہ عیب جوئی اور زبان طعن دراز کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے بلکہ اپنی خاص مجالس میں بیٹھ کر خوب تبرا کرتے اور دل کی بھڑاس نکالتے ہیں اُن کے نزدیک عقل مندی کا معیار صحابہ کرام کی طرح اپنی دنیا کو دین پر قربان کرنا نہیں بلکہ دین کے نام پر دنیا مال وزر اور خطیر رقمیں جمع کرنا ہے اسی لئے وہ صحابہ کو سفیہ کہتے ہیں اور خود کو عقل مند۔ لہٰذا ان جھوٹے دعویداروں کے تعارف میں دیگر علامات کی طرح یہاں پر ان کی بری بات نقل کرکے ان کی عادت اور ذوق تبرا کا ذکر کیا گیا کہ جب بھی ان کے سامنے صحابہ کرامؓ کی خوبی اور کمال بیان ہوتا ہے تو وہ اس کو سن کر برداشت نہیں کر سکتے اور موقعہ پا کر تبرا کے ذریعے اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہیں۔

''وہ صحابہ پر طعن کرنے والے کون؟''

یہاں سورۃ بقرہ کی جس آیت نمبر ۱۳ کو ہم نے پیش کیا ہے اس میں ان ایمان کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں نے صحابہ کرام کو سفیہ کہا جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بچوں کی سی عقل والے ہیں۔ بے وقوف ہیں۔ یہ لفظ صحابہ کرام پر طعن، تنقید اور ان کی عیب جوئی ہے جس کو جدید علم اصطلاح میں تبرا کہتے ہیں، اس قرآنی آیت سے، ان کا تبرا کرنا، ایسا صاف اور واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے جس کیلئے کسی باریک بینی اور علمی گہرائی کی ضرورت نہیں کہ سوائے کسی محدث وعلامہ کے کسی کو اسکا پتہ ہی نہ چلے بلکہ یہ بات تو قرآن پاک کے سادہ سے مطلب سے واضح ہو رہی ہے کہ اللہ جل شانہ نے جو''امنا'' کا دعویٰ کرنے والوں کو ایمان کا معیار بتایا تو اس معیار کو قبول کرنے کی بجائے انہوں نے اُن''صحابہ کرام'' کو بے وقوف کہہ کر ان سے براءت ظاہر کی اور اُن کی طرح ایمان لانے سے صاف انکار کر دیا۔ پس جب یہ بات صاف صاف معلوم ہو گئی اور ہر عام وخاص کو پتہ چل گیا کہ وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے ''وما ھم بمؤمنین'' (وہ مؤمن نہیں) کا خطاب دیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو صحابہ کرام پر تبرا کرتے ہیں۔ تو اب قابل غور امر یہ باقی رہ گیا کہ تلاش کیا جائے کہ صدیوں سے وہ کون لوگ چلے آرہے ہیں جو قرآن پاک میں بتائی ہوئی اس عادت پر قائم ہیں ہر نماز کے بعد اور اذان میں اس عادت کو عبادت کے نام پر کرتے ہیں اور اسی چیز پر ان کے مذہب کی عمارت قائم ہے۔

پوری امید ہے کہ مزید کچھ عرض کئے بغیر مطلع صاف ہو گیا ہوگا اور ہر پڑھنے والا اچھی طرح جان گیا ہوگا کہ وہ کون لوگ ہیں جن کا مذہب تبرا اور جن کا دین طعن اور جن کا عقیدہ نفوس قدسیہ یعنی جماعت پیغمبر پر لعنت کرنا ہے۔ اللہ کی شان

بڑی نرالی ہے وہ سبحان ذات ہے جو امت اسلام سے عداوت رکھنے والے کسی گروہ کو بھی صاف اور واضح طور پر نمایا کئے بغیر نہیں رہنے دیتا، وہ دلائل کے انبار میں حق کو ایسا نمایاں اور واضح فرماتا ہے کہ دھوکہ کے کروڑوں پردے بھی اس حق بات کو چھپا نہیں سکتے ذات حق نے حق کو یوں نوازا ہے اور حق کی صدائے حق اتنی صاف اور واضح ہے کہ تھوڑا سا دل میں انصاف رکھنے والا بھی اس حق کو ماننے بغیر نہیں رہ سکتا اب خود کو مؤمن کہہ کر دھوکہ دینے والوں کی متعدد نشانیوں میں اسی نشانی کو ہی دیکھ لیں، کتنی واضح ہے، کتنی صاف ہے، مدلول پر اسکی دلالت کس قدر غیر مبہم ہے۔ قرآن کریم نے اس مقام پر ایسے لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جو خالص ایمان رکھنے والوں کو یعنی صحابہ کرام کو سفیہ (کم عقل، بے وقوف) کہتے تھے اب ذرا ان لوگوں کو تلاش کیجئے جو ایمان کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور صحابہ کرام کو سفیہ بھی قرار دیتے ہیں آپ جہاں تک مطالعہ فرماتے جائیں گے، ایمان کا دعویٰ کرنے والوں میں فقط ایک گروہ ایسا ملے گا جو اس قرآن پاک کے بتائے ہوئے نشان پر پورا اترتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

بحارالانوار کی جلد ۳۰ پر ''باب آخر'' کے نام سے ۱۶ نمبر باب مرقوم ہے جس کا عنوان ''**فیما کتب علیه اسلام الی اصحابه فی ذالک تصریحا وتلویحاً**'' ہے اس باب کی پہلی روایت صفحہ ۷ سے صفحہ ۲۶ تک ۱۹ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے، جس میں بڑی مفصل بحث حضرت علیؓ کی طرف منسوب کر کے کمال افتراء کا خوب مظاہرہ کیا گیا ہے روایت میں جاری تقریر کے درمیان کتاب کے صفحہ ۲۵ پر یہ الفاظ منقول ہیں ''**انی واللہ لو لقیتھم وحدی و ھم اھل الارض ما استو حشت منھم ولا بالیت و لکن اسف یرینی و جزع یعترینی من ان یلی ھذہ الامته فجارھا و سفھاؤھا فیتخذون مال اللہ دولا و کتاب اللہ دغلا و الفاسقین حزبا و الصالحین حربا**'' عبارت کا حاصل یہ ہے کہ: اللہ کی قسم اگر میں اکیلا ان کے مقابلے میں نکل آؤں اور وہ سارے زمین والوں کو لے کر آجائیں میں تب بھی ان سے نہیں گھبراؤں گا اور نہ ان کی مجھے کوئی پرواہ ہے، لیکن جو صورت حال میں دیکھ رہا ہوں اس پر مجھے افسوس ہے اور میرا غم اس بات پر ہے کہ امت پر گناہ گار اور ''**سفھاء**'' بے وقوف لوگ حاکم بن گئے ہیں جنہوں نے اللہ کے مال کو ذاتی جائیداد بنالیا ہے اور کتاب اللہ کو ڈھال فاسقین کو اپنا لشکر اور صالحین کے خلاف جنگ شروع کر رکھی ہے۔

اس طویل روایت کے مختصر جملہ کو ملاحظہ کریں کہ کن لوگوں کو ''سفہا'' کہا جا رہا ہے؟ ان ہی صحابہ کرام کو ناں، جو حضور اکرم ﷺ کے بعد ان کے مصلی پر کھڑے ہو کر امامت کرواتے ہیں جنہوں نے اسلام کو وادی عرب سے لیکر چہار دانگ عالم

میں پھیلا دیا، اب ذرا ایک بار پھر قرآن پاک کی زیر بحث آیت کو ملاحظہ فرمائیں یہ آیت صحابہ کرام کو سفھاء کہنے والوں کو کیا کہتی ہے؟ اور جنہوں نے صحابہ کرامؓ کو سفھاء کہا تھا قرآن ان کو کیا کہتا ہے؟ کیا یہی وہ لوگ نہیں جن کو اللہ تعالیٰ "**وما هم بمؤمنين**" کا خطاب دیتا ہے، اب روایت سازوں کی طرف دیکھئے انہوں نے صحابہ کرام کو "سفھاء" کے نام سے روایت کا حصہ بنا کر اپنا نسب خوب واضح کر دیا ہے بس دیر تو اب امت اسلام کی بیداری اور غور و فکر کرنے کی ہے کہ وہ قرآن پاک کی روشنی میں صحابہ کو "سفھاء" کہنے والوں کو پہچان سکیں: مذید ملاحظہ فرمائیں

بحار الانوار کی جلد نمبر ۳۰ میں باب نمبر ۸ قائم ہے جس میں خلفاء کی جہالت اور بعد وفات رسول اللہ لوگوں کی حیرانگی کا عنوان قائم ہے اس باب کی پہلی روایت بھی خاصی طویل ہے جس میں رومی بادشاہ کے اس وقت مدینہ میں ۱۰۰ چنے ہوئے علماء کا وفد بھیجنے کا تذکرہ ہے جبکہ آپ ﷺ وفات پا گئے اور لوگوں نے خلافت کے بارے میں اختلاف کیا تب رومی بادشاہ کو اس اختلاف پر بڑا صدمہ ہوا اور اس نے فوراً اپنے ملک کے بڑے بڑے مناظر جمع کئے اور ان کا ایک وفد بنا کر بھیجا چنانچہ مناظرہ بازی کیلئے جو وفد آیا اس نے آتے ہی وصی رسول کے بارے میں پوچھا یہاں پر راوی طویل سوال و جواب اور بحث مباحثہ کی رام کہانی ایجاد کر کے لکھتا ہے کہ جب ابوبکر صدیق اور ان کے ساتھ والے ابوعبیدہ وغیرہ جواب نہ دے سکے تب جاثلیق نے حضرت ابوبکر صدیق کو خطاب کرتے ہوئے کہا "**یا ھذا**" تو اس مجلس میں کیسے دوسروں سے پوچھنے کا محتاج ہے کیا امت میں آپ سے بڑا کوئی عالم ہے؟ تو حضرت ابوبکرؓ نے کہاں ہاں ہے:

قال: ما اعلمك و اياهم الا و قد حملوك امر عظيماً و سفهوا بتقديمهم اياك على من هو اعلم منك

تب اس نے کہا نہ تجھے پتہ ہے اور نہ اس کو سوا اس کے کہ تیرے او پر انہوں نے بڑا بھاری بوجھ ڈال دیا ہے اور جو تجھ سے بڑا عالم ہے اس پر تجھ کو آگے کرنے میں وہ (سفیہہ) بے وقوف واقع ہوتے ہیں۔ (بحار الانوار جلد ۳۰ صفحہ ۵۹ باب ۱۸ روایت نمبر ۱)۔

اس طرح کی متعدد روایات بحار الانوار میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں جن میں صحابہ کرام کو سفیہہ قرار دیا گیا ہے جن سے ۲ مسئلے بالکل واضح ہو جاتے ہیں، ایک تو یہ کہ سفیہہ کا لفظ صحابہ کرام کے خلاف بولا گیا یہاں یہ فریب بھی صاف ہو گیا کہ کوئی یہ کہے کہ سفیہہ تو حضرت علیؓ کے ساتھیوں کو کہا جاتا تھا جس کا پھر اللہ نے جواب دیا، پس اس امامیہ دین کی روایت نے ان کے اس فریب کو گوز شتر کی طرح ہوا کر دیا کیونکہ یہاں صراحتاً صدیق اکبر کو جن لوگوں نے مقدم کیا تھا ان کو ہی

سفیہہ کے نام سے پکارا گیا، دوسرا یہ مسئلہ بھی واضح ہوگیا کہ صحابہ کرام کو سفیہہ کہنے والے کون لوگ تھے، چنانچہ وضاحت خوداس روایت نے ہی کردی کہ جونبیوں کے بعد کسی وصی کے قائم مقام ہونے کا عقیدہ رکھتے تھےاور رسالتمآب ﷺ کیلئے بھی کسی وصی کواپنی جگہ چھوڑ جانے کا نظریہ ان کے وجود میں راسخ تھا وہی وصی رسول اللہ کے قائل لوگوں کا نظریہ صحابہ کرام کے بارے میں یہ تھا کہ ''سفھوا بتقدیمھم ایاک''اب اس قدر صاف اور غیر مبہم وضاحت کے بعد بھی بھلاکوئی کسر باقی رہ گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کن کو''الا انھم ھم السفھا'' خبردار وہی لوگ بے وقوف ہیں'' کا جواب دیاہےاوراس واضح نشانی کا پتہ چل جانے کے بعد یہ بات بھی کتنی واضح ہوگئی ہے کہ جن لوگوں کواللہ جل شانہ بالکل مؤمن نہیں مانتاوہ وہی لوگ ہیں جوعقیدہ وصی رسول اللہ کااعتراف کرتے تھے۔

''قرآن پاک کی روشنی میں چھپے دھوکے بازوں کی تلاش''

اگرچہ یہ بات اتنی عام ہے کہ ہرعام وخاص ان لوگوں کو باخوبی جانتاہےتبرا جن کا دین ہے پھر بھی براہِ نمونہ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں

قرآن کریم نے بتایا کہ وہ لوگ جوایمان کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں جب ان کودعوت دی جاتی ہے کہ تم صحابہ کرام کی طرح مؤمن بن جاؤ تو وہ صحابہ کرام کو''سفھاء'' کہتے اوراس بات سے صاف انکار کردیتے کہ یہ صحابہ تو''سفھاء'' ہیں ہم ان کی طرح بھلاکیسے ایمان قبول کرسکتے ہیں،ان کے نزدیک صحابہ کرام کی ''اشداء علی الکفار'' والی صفت کوئی سمجھ داری کی بات نہ تھی بلکہ سمجھداری یہ تھی کہ معیارزندگی کو بہتر بنانے کیلئے جہاں سے مفاد حاصل ہوسکےاس کوحاصل کرنے میں تاخیر نہ کرنی چاہیے،چونکہ ان کے نزدیک دنیا کی زندگی ہی اصل سرمایہ تھا تو وہ اسی کوسامنے رکھ کرسوچتے، جب کہ صحابہ کرام کی دنیا ہی کچھ اور تھی اس لئے وہ اپنی اس زندگی کوقربان کرکے آخرت کے خریدار بنے جس کو منافقوں نے سفاہت کا نام دیا اللہ کریم نے ان کو جوکلام میں تاکیدات لاکر جواب دیاوہ عربی زبان سے کچھ بھی واقفیت رکھنے والوں کواچھی طرح معلوم ہوجاتاہےاب تبرا کا جولفظ انہوں نے اس وقت بولا تھا بعین اسی لفظ کے ساتھ تبرا کانمونہ ہم اوپر شیعہ کتابوں سے دکھاچکے ہیں مگر یہ اس ابتدائی دور کا تبرا تھا آیت میں تبرا کی ابتدا دکھا کر بتایا تھا کہ ایمان کے جھوٹے دعویداروں کا اہم علامتی نشان تبراہےلہٰذا اس تبرائی ذوق کوسامنے رکھ کرتم ان لوگوں کواچھی طرح سے ڈھونڈ سکتے ہوجو ایمان کے جھوٹے دعوے کرکے کفار کیلئے جاسوسی ،مسلمانوں کے مابین انتشار،تفرقہ اوراس قسم کی بدترین خباثیوں کے

مرتکب ہوں گے پس اس صورت حال کے پیش نظر جب جائزہ لیا جائے تو معاملہ اور شدت کے ساتھ کھل جاتا ہے، امامیہ دین بتاتا ہے کہ ہمارے دامن میں تو بس تولا اور تبرا ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں، عبدالحسین نیشاپوری کی کتاب تقویم الشیعہ ایران سے چھپی ہے، عبدالحسین اپنی کتاب کے مقدمہ میں ابتدا ہی کے دوسرے پیراگراف میں اپنے پورے دین کا خلاصہ بتاتا ہے کہ

"لیس الدین فی اعتقادنا سویٰ الحب و البغض"

ہمارے عقیدہ کے مطابق دین صرف اور صرف حب اور بغض کا نام ہے

اپنے اس جملہ پر اس نے حاشیہ میں الکافی جلد۲ صفحہ ۱۲۰، المحاسن، بحارالانوار، تفسیر کوفی کے حوالے دیکر اس جملے کو جان دار بنایا ہے، کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہی کچھ ان ان کتابوں میں بھی درج ہے، پھر الحب اور البغض کی وضاحت بھی عبدالحسین نے آگے چل کر کی ہے گویا امامیہ دین کی پوری عمارت تولا اور تبرا پر کھڑی ہوئی ہے تولا کیا ہے؟ اس دین کو جاننے والے جانتے ہیں جس طرح حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا کہے بغیر عیسائی دین میں حضرت عیسیٰؑ سے تولا و محبت کا باب مکمل نہیں ہوتا کچھ اس طرح بلکہ اس سے بھی بہت آگے تک کا غلو نہ ہو تو امامیہ دین کے نزدیک "الحب" الحب نہیں رہتا بلکہ اس سے بھی آگے تک کی صورت حال یہ ہے کہ جب تک نبی رحمت ﷺ کے صحابہ پر تبرا نہ کیا جائے اس وقت تک حضرت علیؓ سے محبت محبت نہیں رہتی بلکہ اصحاب نبی سے محبت نہ بھی ہو مگر نفرت، عداوت اور تبرا کا وظیفہ جب تک نہ کر لیا جائے اس وقت تک حضرت علیؓ سے محبت کا دعویٰ جھوٹ پر مبنی رہتا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

بحارالانوار جلد ۲۷ کے صفحہ ۵۱ پر ابواب "**ولایتھم و حبھم و بغضھم**" شروع ہوا ہے اس باب نمبر۱ کی پہلی روایت میں ہے

"فان شارکہ فی حبنا حب عدونا فلیس منا ولسنا منہ واللہ عدوھم و جبرئیل و میکائیل واللہ عدو للکافرین (بحارالانوار جلد ۲۷، باب نمبر۱، صفحہ ۵۱، روایت نمبر۱)

پس اگر وہ ہماری محبت کے ساتھ ہمارے دشمن کی محبت کو بھی شریک کرے وہ ہم میں سے نہیں اور نہ ہم اس میں سے ہیں اور اللہ ان کا دشمن ہے اور جبرئیل و میکائیل بھی اس کے دشمن ہیں اور اللہ کافروں کا دشمن ہے۔

یہاں یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ امامیہ دین کے مطابق حضرت علی یا آل رسول کے دشمن یہود و نصاریٰ مشرکین وغیرہ نہ تھے، کیونکہ وہ آل کے جو حقوق ہیں ان کے غاصب نہ تھے، بلکہ صحابہ کرام ہی ان کے دشمن ہیں چنانچہ پورے امامیہ دین کو

کھنگال لیجئے آپ کو ایک یہودی، نصرانی وغیرہ بھی آل سے دشمنی کرتا یا جنگ کرتا دکھائی نہ دے گا ہاں مگر پورے امامیہ دین میں صرف صحابہ کرام ہی تھے جو آل کے دشمن تھے اسی باب کی ۳ نمبر روایت میں اس کی وضاحت ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

اسی جلد کے صفحہ ۵۸ پر روایت ہے

وقیل للصادق ان فلاناً یو الیکم الا انه یضعف عن البراء ة من عدوکم: فقال هیهات کذب من ادعی محبتنا ولم یتبرا من عدونا (بحارالانوار جلد ۲۷، باب نمبر ۱، صفحہ ۵۸، روایت نمبر ۱۸)

امام صادق سے کہا گیا کہ بے شک فلاں آدمی آپ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے لیکن آپ کے دشمنوں سے براءۃ ظاہر کرنے میں کمزور ہے، انہوں نے فرمایا دور ہو وہ اپنے دعوی میں جھوٹا ہے جو ہماری محبت کا دعوی تو کرتا ہے مگر ہمارے دشمنوں سے براءۃ نہیں کرتا۔

مذید لکھا ہے کہ

ولا یتم الاقرار بالله و برسوله و بالائمته الا بالبراء ة من اعدائهم

یعنی اللہ اور اس کے رسول اور اماموں کا اقرار کرنا اس وقت تک پورا نہیں ہوتا جب تک کہ ان کے دشمنوں سے براءۃ کا اظہار نہ کرے۔ (بحارالانوار جلد ۲۷، باب نمبر ۱، صفحہ ۲۳)

اس باب میں ۲۲ روایات درج کرنے کے بعد اپنا عقیدہ یوں لکھتا ہے

واعتقادنا فی البراء ة انها واجبته من الاوثان الاربعته و لاناث الاربعته و من جمیع اشیاعهم و انباعهم و انهم شر خلق الله

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ چار (مرد) بتوں اور چار عورتوں سے اور ان کے سارے اتباع کرنے والوں سے برائۃ کرنا واجب ہے اور یہ کہ وہ اللہ کی بدترین مخلوق ہیں۔

روایات اور پھر ان روایات کے مطابق امامیہ دین کا عقیدہ اوپر بیان ہو گیا، جن چار بتوں اور چار عورتوں سے یہ دین براءت وتبرے کا حکم دیتا ہے وہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت امیر معاویہ اور چار عورتوں سے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت حفصہ، ام معاویہ حضرت ہندہ اور ام الحکم مراد ہیں جیسا کہ اس دین کے شارحین نے اس کی صراحت کی ہے۔

"تبرا کے چند نمونے کتب اربعہ سے"

امامیہ دین صحابہ کرام کو سفیہہ کہتا ہے جیسا کہ گزرا، ان کے دین کی اساس ہی ان صحابہ کرام پر تبرا، اظہار براءت اوران سے عداوت پر کھڑی ہے، ابتداء میں تبرا انہیں نرم اور ہلکے الفاظ سے شروع ہوا کہ وہ صحابہ کرام کو سفیہہ اور خود کو سمجھ دار کہتے تھے پھر مزید ترقی کرتے ہوئے یہاں تک پہنچا کہ اپنی خاص میٹنگوں میں کھل کر کہتے کہ ہم تو ان کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا اظہار براہِ ہنسی ومزاخ کے کرتے ہیں: (البقرہ ۱۴) لہٰذا وہ گروہ جو خیر القرون میں صحابہ کرام کو سفیہہ کہہ رہا تھا آگے چل کے ان کی زبانیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے بارے میں یہ کچھ اگلنے لگیں:

ابوحمزہ ثمالی امام ابوجعفر سے ایک طویل روایت نقل کرتا ہے جس میں ابوحمزہ یہ سوال بھی امام جعفر سے کرتا ہے

قلت و من اعداء الله اصلحک الله: قال الاوثان الاربعه قال: قلت من هم قال ابولفصيل و رمع و نعثل و معاويه و من دان دينهم

میں نے پوچھا کہ اللہ کے دشمن کون ہیں؟ اللہ آپ کی اصلاح کرے: امام نے جواب دیا کہ وہ چار بت ہیں: روای کہتا ہے کہ میں نے پوچھا وہ (چار بت) کون ہیں؟ امام نے کہا کہ وہ ابوالفصیل اور رمع اور نعثل اور معاویہ اور وہ لوگ جو انکے دین پر ہیں۔ (بحارالانوار جلد ۲۷، باب ۱، وجوب موالاۃ صفحہ ۵۷)۔

روایت نقل کرنے کے بعد بیان کے تحت مجلسی نے تقیہ کے طور پر بولے گئے ناموں کی وضاحت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ابوبکر، عمر، عثمان اور معاویہ ہیں۔

ملاباقر مجلسی اسی بحارالانوار میں زین العابدینؒ کی طرف منسوب کرکے یہ روایت نقل کرتا ہے۔

عن ابی اسحاق انه قال صحبت علی بن الحسين بين مكه و مدينه فسئلته عن ابی بكر و عمر ما تقول فيهما؟ قال عسىٰ ان اقول فيهما لا رحمهما الله و لا غفر لهما (بحارالانوار جلد ۳۰ صفحہ ۳۸۰)

راوی کہتا ہے کہ مکہ و مدینہ کے درمیان ایک دن میں نے علی بن حسین کے ساتھ گزارا میں نے ان سے ابوبکر وعمر کے بارے میں پوچھا کہ آپ ان دونوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا میں ان دونوں کے بارے کہوں گا ان دونوں پر اللہ رحم نہ کرے اور ان دونوں کی مغفرت نہ کرے۔

عبیداللہ الدھقان امام رضاء سے روایت نقل کرتا ہے جس میں یہ الفاظ بھی درج ہیں:

ولله عزوجل وراء ذالک سبعون الف عالم اكثر من عدد الجن و الانس و كل يلعن فلاناً و فلاناً

(بحارالانوار جلد ۳۰، باب نمبر ۳۰، صفحہ ۱۹۸، روایت نمبر ۶۲)

یعنی اس اللہ کے حجاب کے پیچھے ۷۰ ہزار عالم ہیں جو جن وانس کی تعداد سے زیادہ ہیں اور تمام عالم والے فلاں اور فلاں پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

یہ روایت بھی امام زین العابدین کی طرف منسوب ہے جسے ملا باقر مجلسی نے بحارالانوار میں نقل کیا ہے کہ ابوعلی خراسانی کا بیان ہے

عن ابی علی الخراسانی، عن مولیٰ لعلی بن الحسین ؑ قال کنت معہ ؑ فی بعض خلواتہ فقلت ان لی علیک حقاً الاتخبرنی عن ھذین الرجلین عن ابی بکر و عمر؟ فقال کافرانِ کافر من احبھما

(بحارالانوار جلد ۳۰، صفحہ ۳۸۱)

ابوعلی خراسانی علی بن حسین کے غلام سے نقل کرتا ہے کہ میں تنہائی کے وقت امام کے پاس تھا میں نے ان سے کہا کہ میرا آپ پر حق ہے کیا آپ مجھے ان دو آدمیوں کے بارے میں نہیں بتائیں گے؟ ابوبکر وعمر کے بارے میں؟ تو انہوں نے جواب دیا وہ دونوں کافر تھے جو ان دونوں سے محبت رکھتا ہے وہ بھی کافر ہے۔

کثیر النویٰ ابی جعفر سے نقل کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:

واللہ لو وجد علیھما اعوانا لجاھد ھما، یعنی ابو بکر و عمر ۔(بحارالانوار/ باب کفر الثلاثہ وفضل لعنھم/ جلد ۳۰/ صفحہ ۳۸۱)

یعنی: اللہ کی قسم اگر ان دونوں یعنی ابوبکر وعمر کے مقابلے کیلئے مجھے مددگار ملتے تو میں ان دونوں کے خلاف ضرور جہاد کرتا۔

اس طرح کی بے شمار روایات سے اس دین کا سینہ لبریز ہے نمونہ کی ان چند روایات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جس تبرا کی ابتدا صحابہ کرام کو "سفہاء" کہہ کر کی گئی تھی وہ بڑھتے بڑھتے اب آسمانوں سے باتیں کرنے لگا ہے۔

باب نمبر ۱۰

”کفار کے ساتھ خفیہ تعلقات“

آٹھویں علامت۔ پردہ کے پیچھے وہ کیا ہیں؟

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

وَإِذَا لَقُواْ الَّذِينَ آمَنُواْ قَالُواْ آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْاْ إِلَى شَيَاطِينِهِمْ قَالُواْ إِنَّا مَعَكْمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُون (البقرہ/۱۴)

اور جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ”امنـــا“ ہم مؤمن ہیں اور جب وہ اپنے شیاطین کے پاس خلوت میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو تمہارے ہی ساتھ ہیں، بے شک ہم تو ان (اہل ایمان/صحابہ کرام) کے ساتھ مذاق (استہزا) کرتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ

۱۔ جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو اپنے مؤمن ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔(قَالُواْ آمَنَّا)

۲۔ جب خلوت میں اپنے شیاطین کے پاس ہوتے ہیں۔(خَلَوْاْ إِلَى شَيَاطِينِهِمْ)

۳۔ پھر تقیہ کو چھوڑ کر اصل عقیدہ پورے زور سے بیان کر دیتے ہیں۔(إِنَّا مَعَكْمْ)

۴۔ مسلمانوں کے ساتھ ملنا جلنا اور اُن کے سامنے اپنے مؤمن ہونے کا دعویٰ حقیقت نہیں بلکہ یہ تو ان مسلمانوں سے ہمارا ”استہزا“ مذاق ہے۔ (إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ)

ان کی مختصر وضاحت ملاحظہ فرمائیں

بوالحسن علی بن احمد بن محمد بن علی الواحدی نیشاپوری الشافعی متوفی ۴۶۸ھجہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں

قال المفسرون اراد ب الذين امنوا ابو بكر رضى الله عنه اصحابه (التفسیر الوسیط للواحدی/بقرہ/۱۴/۱/۹۰)

مفسرین فرماتے ہیں کہ ”الذین امنوا“ سے مراد حضرت ابوبکر اور ان کے ساتھی ہیں۔

مفسر بغوی فرماتے ہیں

يعنى هولاء المنافقين اذا لقوا المهاجرين والانصار ”قالوا امنا“

یعنی یہ منافقین جب مہاجرین وانصار صحابہ سے ملتے ہیں توان سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے یعنی وہ صحابہ جن کے سامنے جھک کر اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کرتے تھے وہ مہاجرین وانصار تھے۔(معالم التنزیل تحت البقرہ ۱۴/ا/ج ۱/۶۷)

تفسیر حقی میں ہے

واستقبلوا الذین امنوا وهم المهاجرين والانصار (قالوا) كذبا (امنا) كا يمانكم و تصديقكم

جب ایمان والوں سے سامنا ہوجاتا اور وہ ایمان والے مہاجرین وانصار ہیں تو جھوٹ بولتے ہوئے کہتے کہ ہم بھی تمہاری طرح ایمان لائے اور تمہاری طرح تصدیق کی۔(تفسیر حقی تحت البقرہ ۱۴/ا/ج ۱/۷۰)

حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں

(واذا لقوا) يعنى المنافقين (الذين امنوا) يعنى ابابكر و اصحابه (قالوا امنا)

جب وہ یعنی منافقین ایمان والوں یعنی حضرت ابوبکر اور ان کے ساتھیوں سے ملتے تو کہتے کہ ہم بھی ایمان لائے۔ (تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس تحت البقرہ ۱۴/ا/ج ۱/۳)

منافق جب صحابہ کرام سے ملتے تو کہتے "امنا" یعنی ہم ایمان لاچکے: یہاں حضرات مفسرین نے یہ بات بھی درج فرمائی ہے کہ اہل ایمان سے ملتے تو وہ ایمان کے جھوٹے دعوے دار صرف "امنا" کہہ دیتے مگر جب اپنے سرداروں سے ملتے تو کہتے "انا معکم" یعنی ہم یقینی طور پر تمہارے ساتھ ہیں، اِن حرف مشبہ بالفعل ہے جو کلام میں زور اور تاکید پیدا کرنے کیلئے آتا ہے نیز "معکم" کا لفظ بھی باہمی تعلق کی مضبوطی اور قوت کو ظاہر کرتا ہے۔

خاطبوا المؤمنين بالجملته الفعليه و الشياطين بالجملته الاسميه المؤكده بان لانهم قصدوا باولى دعوى احداث الايمان، وبالثانيه تحقيق ثباتهم على ما كانوا عليه ولانه لم يكن لهم باعث من عقيدة وصدق رغبته فيما خاطبوا به المؤمنين.... بخلاف ما قالوه مع الكفار (تفسیر بیضاوی/ بقرہ ۱۴/ا/ا/۴۷)

خلاصہ یہ ہے کہ مؤمنین کو تو "امنا" جملہ فعلیہ کے ساتھ مخاطب کرتے اور شیاطین کو جملہ اسمیہ کے ساتھ مخاطب کرتے (مزید یہ بھی کہ) اِنَّ (حرف مشبہ بالفعل) کے ساتھ اپنے کلام کو مزید تاکید کے ساتھ موکد کرتے کیونکہ اہل ایمان کے سامنے تو وہ صرف ایمان کا دعویٰ وقت گزاری کے طور پر ہی کرتے تھے جبکہ کافر شیاطین کے ساتھ اپنے اس عقیدے کا اظہار کرتے جس پر وہ شروع سے کاربند چلے آتے تھے، مؤمنین کے ساتھ مل کر جو دعویٰ ایمان وہ کرتے اس میں اُن کو

کوئی رغبت نہ تھی نہ وہ اس میں سچے تھے جب کہ اس کے برعکس جو کچھ وہ کفار کے ساتھ ظاہر کرتے وہ اُن کا مرغوب محبوب عقیدہ وعمل تھا۔

حضرات اہل علم نے فرمایا ہے کہ اُن منافقین کا اہل ایمان کوصرف ''امـــنـــا'' (ہم ایمان لائے) کہہ دینا اور اپنے شیطانوں کو''انا معکم'' یعنی ہم یقینی طور پر تمہارے ساتھ ہیں کہنا ۲ وجہ سے تھا۔

ا۔دعویٰ ایمان میں ان کو دلی رغبت یا محبت نہ تھی بلکہ ایک مجبوری تھی لہٰذا محض جان چھڑانے کیلئے کہتے،ان کی بے رغبتی ان کے منہ سے نکلے الفاظ سے صاف ظاہر ہے جبکہ شیاطین کے ساتھ ان کا رشتہ دلی رغبت اور محبت وعقیدت کا تھا پس اندر سے بولے اور زور لگا کر اپنے اصل عقیدے کو بیان کیا جیسے کوئی اپنی مرغوب اور پسندیدہ بات کو بیان کرتے ہوئے پوری رغبت کا مظاہرہ کرتا ہے۔

۲۔حدیث پاک میں ہے کہ ''المؤمن غر کریم'' پس ان سادہ اور بے تاکید الفاظ کے ساتھ ان کے دعویٰ ایمان کو سن کر ہی اہل ایمان مان جاتے اور اُن کے اس دعوے میں کوئی شک یا تردید نہ کرتے تھے جب کہ دوسری طرف جو کچھ تھا وہ تو مکاروں کا گروہ تھا لہٰذا اپنی بات منوانا دومنہ لوگوں کیلئے دشوار تھا پس ان کو منوانے کیلئے پورا زور لگاتے تاکہ یہ ہمارے اصلی عقیدے کو کسی طرح سے مان جائیں۔

۳۔دوسری بات اس آیت میں یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ اِن منافقوں کی خلوت وجلوت میں مکمل تضاد ہے خلوت میں اعلان کفر اور وہ بھی بھرپور رغبت کے ساتھ،جلوت میں دعویٰ ایمان جو نظریہ ضرورت کے تحت محض ڈھال کے طور پر ہوتا تھا،جلوت میں کیا کہتے ہیں؟اس کا تذکرہ تو اوپر ہو چکا اس مقام پر یہ بتایا ہے کہ ان کی خلوت کن کے ساتھ ہے،فرمایا

''واذا خلوا الی شیاطینھم''

جب وہ اپنے شیطانوں کے ساتھ تنہا (خلوت میں) ہوتے ہیں۔

حضرات مفسرین ارشاد فرماتے ہیں

خلوت بفلانِ و الیہ اذا انفردت

میں نے فلاں کے ساتھ خلوت کی جبکہ وہ اس کے ساتھ تنہائی میں اکیلا ہو (مدارک التنزیل وحقائق التاویل نسفی)

ایسر التفاسیر میں ہے

و یختلون بھم بعید اعن سمع المؤمنین و ابصارھم

اوروہ ان شیطانوں کے ساتھ تنہائی میں ہوتے ہیں مؤمنین کی آنکھوں اور سماعت سے دور (ایسر التفاسیر لاسعد حومد ر ج ۱/۲۱)

مفسر ثعالبی فرماتے ہیں

هذه كانت حال المنافقين اظهار الايمان للمؤمنين و اظهار الكفر فى خلواتهم

منافقین کی یہ حالت تھی کہ وہ مؤمنین کے سامنے اپنے ایمان کا اظہار کرتے تھے اور خلوت میں کفر کا اظہار کرتے تھے (جواہر الحسان فی تفسیر القرآن تحت البقرہ ۱۴ ر ج ۱/۹)

مفسر قشیری فرماتے ہیں

واذا خلوا باضرابهم من الكفار اظهر وا الاخلاص لهم

اور جب وہ اپنے جیسے شیطانوں کے ساتھ خلوت میں ہوتے ہیں تو ان کے سامنے اپنا (خالص) اصلی عقیدہ ظاہر کرتے ہیں (لطائف الاشارات ر ج ۱/۲۲)

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں

(خلوا) کے معنی یہاں ہیں "انصرفوا" اور "ذهبوا" اور "خلصوا" اور "مضوا" کے ہیں یعنی لوٹتے ہیں، پہنچتے ہیں، تنہائی میں ہوتے ہیں اور جاتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر اردو تحت البقرہ ۱۴ ر ج ۱/۶۵)

مفسر بغوی فرماتے ہیں

(واذا خلوا) رجعوا و يجوز ان يكون من الخلوة

اور جب وہ خلوت میں ہوتے ہیں "خلوا" کا معنی "رجعوا" وہ لوٹتے ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ خلوا خلوت (تنہائی) سے ہو۔

"واذا خلوا" کے تحت اہل علم کے ان چند ارشادات کے بعد "الى شياطينهم" کی مختصر وضاحت ملاحظہ فرمائیں اللہ جل شانہ نے جو صاف صاف علامات سے اور پوری تفصیل کے ساتھ امت اسلام کو ایک خاص طبقے سے آگاہ فرمایا اور ان کیلئے ایک لمبا بیان شروع فرمایا گیا ان کی اصلیت "الى شياطينهم" ہے جس کا معنی ہے وہ "اپنے شیاطین کی طرف" خلوت میں ہوتے ہیں۔ یہاں اہل علم نے ان شیاطین کے بارے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ کفار کے سردار ہیں جن کو قرآن نے شیاطین کا نام دیا، اہل علم فرماتے ہیں کہ شیاطین شیطان کی جمع ہے اور اسی جگہ شیطانوں سے مراد کافروں کے سردار ہیں

فقال ابن عباس والسدی ھم رؤساء الکفر (تفسیر قرطبی تحت البقرہ۱۴/ج۱/۲۰۷)

مفسر السعدی لکھتے ہیں

(الی شیاطینھم) ای رؤ سائھم و کبرائھم فی الشر

یعنی اپنے شر پھیلانے والے سرداروں اور بڑوں کے ساتھ ہوتے ہیں (تفسیر کلام المنان السعدی، البقرہ۱۴/۱/۴۳)

مفسر ابن عطیہ فرماتے ہیں

معناہ البعدعن الایمان و الخیر یعم جمیع من ذکر والمنافقین حتی یقدر کل واحد شیطان غیرہ

(شیطنہ کا) معنی ایمان اور خیر سے دور ہونا ہے اور یہ عام ہے منافقین وغیرہ کیلئے یہاں تک کہ ہر ایک دوسرے کیلئے شیطان ہے۔(المحر زالوجیز لابن عطیہ/۱/۳۱)

علامہ نسفی فرماتے ہیں کہ جن شیطان کے ساتھ منافقوں کی خلوت کا تذکرہ ہے ان شیاطین سے مراد یہود ہیں

"**وھم الیھود**" (مدارک التنزیل/۱/۱۹)

تفسیر زادالمیسر میں ہے

وفی المراد شیاطینھم ثلاثتہ اقوال: احدھا. انھم رؤوسھم فی الکفر، قالہ ابن مسعود، و ابن عباس، والحسن، والسدی الثانی. اخوانھم من المشرکین، قالہ ابوالعالیہ، و مجاھد والثالث. کھنتھم قالہ الضحاک والکلبی ۔(زادالمیسر تحت البقرہ/۱۴/جلد۱/۲۲)

شیاطینھم سے کیا مراد ہے اس بارے میں ۳ اقوال ہیں

۱۔اس سے مراد کفار کے سردار ہیں یہ قول ابن مسعود، ابن عباس، حسن اور سدی کا ہے

۲۔ان منافقین کے بھائی مشرکین مراد ہیں، یہ ابوالعالیہ اور مجاہد کا قول ہے

۳۔مراد ان کے کاھن ہیں یہ ضحاک اور کلبی کا قول ہے

مفسر الجزائری فرماتے ہیں

والمراد بھم روساء ھم فی الشر و الفساد

اور ان شیاطین سے مراد انکے شر وفساد پھیلانے والے سردار ہیں (ایسر التفاسیر للجزائری/۱/۱۲)

قابل غور صرف یہ بات ہے کہ شیاطین سے مراد جن ہو یا انسان مگر جن کو شیاطین کا نام اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ اِس معیار

پر پورا اترتے ہیں تب ہی اس نام سے پکارے گئے۔
اب ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے کہ دین کے وہ دشمن جو انسانوں کی جنس سے تھے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کا نام شیطان رکھ دیا اور قرآن پاک میں بار بار آگاہ فرمایا کہ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے اس دشمن سے بچو، پھر ماضی میں جو اس نے دشمنیاں کیں ان دشمنیوں کے نمونے قرآن پاک میں نقل فرمائے کہ کس طرح اس نے تمہارے ابا کو جنت میں شجرہ ممنوعہ کھانے کیلئے دھوکے دیئے اور بلآخر وہ کچھ کر گزرا اور کس طرح اس نے نبی زادوں کو آپس میں لڑا دیا بلکہ بھائی کو بھائی کے ہاتھوں قتل کروا دیا اور کس طرح قوم نوح کو اس نے پانچ تن کا سبق پڑھا کر ایسا حق کے راستے سے ہٹایا کہ وہ یہی نعرہ لگاتے ہوئے قریباً ہزار سال تک وقت کے نبی سے لڑتے اور ان کی توہین کرتے رہے حالانکہ وہ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نصر اپنے وقت کے یا نبی تھے یا ولی: اور ان کی دعوت وہ ہرگز نہ تھی جو قوم نوح نے اپنا لی تھی مگر انہیں ۵ تنوں کا نام لیکر وہ حضرت نوح علیہ اسلام کے مقابلے میں ایسے نکلے کہ عذاب الٰہی میں ڈوب مرنے سے پہلے بلکل ہی پیچھے نہ ہٹے، ماضی کی گزری قوموں کے حالات نقل کر کے اس شیطان کی دین سے دشمنی کو اللہ نے بیان فرمایا اب اس آیت میں ان لوگوں کو شیطان قرار دیا جو زبان سے مؤمن ہونے کا راگ الاپتے ہیں مگر حقیقت میں وہ مؤمن نہیں، ان لوگوں کا یہ نام رکھ کرامت اسلام کو اللہ کریم نے بتایا کہ بھائی کو بھائی سے لڑانے اور قتل تک نوبت پہچانے سے لے کر ۵ تن کے نعروں تک اور جنت میں اللہ کے خلیفہ آدمؑ کو جھوٹی قسمیں کھا کر دھوکہ دینے سے حب رسول کے نام پر حضرت عیسیٰؑ کو (ابن اللہ) اللہ کا بیٹا قرار دلوانے تک جو جو دھوکے حربے اور مکروفریب شیطان نے کئے ہیں یہ انسانوں کے روپ میں وہی ہیں جو دوبارہ وہی حربے تمہارے ساتھ آزمائیں گے، لہٰذا "**ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا**" (الفاطر/٦)، بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم اسے اپنا دشمن ہی سمجھنا۔

۳۔ تیسری بات اِن شیاطین کے ساتھ انکا اعلان محبت ہے۔
"**قالوا انا معکم**"
کہ دھوکہ دینے کیلئے تو وہ اپنے کو مؤمن کہتے ہیں مگر اُن کا عقیدہ اور دین وہی ہے جو اُن شیاطین کا ہے اور یہ اپنے اصلی عقیدے کا اظہار بھی صرف خلوت میں کرتے ہیں جبکہ وہ اپنے کافر سرداروں کے پاس ہوتے ہیں۔ حضرات مفسرین فرماتے ہیں

قالوا الھم، انا معکم، ای انامعکم علی دینکم

وہ ان شیطانوں سے کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ہی ساتھ ہیں یعنی ہم دین کے اعتبار سے تمہارے ساتھ ہیں (تفسیر ابن جریر طبری/ج۱/۲۹۲)

علامہ بغوی فرماتے ہیں

(قالوا انامعکم) ای علی دینکم

یعنی ہم دینی اعتبار سے تمہارے ساتھ ہیں (معالم التنزیل/ج۱/۶۸)

امام طبرانی کی طرف منسوب تفسیر میں ہے

(قالوا انا معکم) ای علی دینکم و انصارکم

یعنی ہم تمہارے دین پر اور تمہارے انصار و مددگار ہیں (تفسیر المنسوب لامام الطبرانی تحت البقرہ/۱۴)

تفسیر فتح القدیر میں ہے

(انامعکم) معناہ مصاحبوکم فی دینکم و موافقوا علیہ

"انامعکم" کا معنی یہ ہے کہ ہم تمہارے دین میں تمہارے ساتھی ہیں اور دین کے بارے میں ہم ایک دوسرے کے موافق ہیں (فتح القدیر تحت البقرہ۱۴/۱/۳۸)

تفسیر زاد المیسر میں ہے

انامعکم علی دینکم

بے شک ہم دینی اعتبار سے تمہارے ساتھ ہیں (زاد المیسر فی علوم التفسیر تحت البقرہ۱۴/۱/۲۲)

شیخ نصر بن محمد سمرقندی فرماتے ہیں

(قالوا انامعکم) ای علی دینکم

یعنی ہم دین میں تمہارے ساتھ ہیں (بحر العلوم تحت البقرہ۱۴/۱/۱۹)

تفسیر حقی میں ہے

(انامعکم) انامصاحبوکم و موافقوکم علی دینکم و اعتقادکم لانفارقکم فی حال من الاحوال

ہم تمہارے ساتھی اور تمہارے موافق ہیں دین اور عقیدے میں کسی حال میں بھی ہم تم سے علیحدہ نہیں ہوں گے (تفسیر

حقی تحت البقرہ ۱۴/۱/۷۰)

جیسا کہ مفسرین فرماتے ہیں ان منافقوں کا دینی اور ایمانی رشتہ تو ان شیطانوں کے ساتھ ہی تھا جن سے ان کے تعلقات اعلانیہ نہیں تھے بلکہ بند کمرے میں در پردہ اور خفیہ تھے آپ نے حضرات مفسرین کے یہ چند ارشادات ملاحظہ فرما لئے جن سے ان دھوکے بازوں کا اصل دین، ایمان اور عقیدہ معلوم ہو رہا ہے۔یعنی جب وہ اپنے شیطان سرداروں کے پاس ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ہی دین پر ہیں اور یہ دینی رشتہ ایسا لازوال ہے کہ حالات خواہ جیسے بھی ہوں ہم عقیدے اور دین کے اعتبار سے تمہارا ساتھ بالکل نہیں چھوڑیں گے اور جیسے ہم تمہارا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور ویسے ہی مسلمانوں کے ساتھ ہم نوائی اور خود کو مؤمن کہہ کر ان کو دھوکہ دینا بھی نہیں چھوڑیں گے، تاکہ ان کے اندرونی حالات بھی معلوم ہوتے رہیں اور دیگر مفادات بھی حاصل کرتے رہیں اور جب کبھی موقعہ ہاتھ آجائے تو مسلمانوں کو آپس میں لڑا دیا جائے کہ مسلمانوں کو کمزور کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے جو سب سے زیادہ محفوظ اور کارگر ہے اس طرح فائدے حاصل کرنے کے ساتھ ہر قسم کے نقصان سے بھی بچا جا سکے گا۔

۴۔چوتھی بات ان کا وہ تبرا ہے جو صحابہ کرام کے ساتھ انہوں نے اور رکھا ہوا ہے کہ ظاہر میں تو اُن کے سامنے خوشامد کے ساتھ پیش آتے ہیں مگر تقیہ کا یہ استعمال صرف اس وقت تک ہوتا ہے جب تک جلوت رہے، اپنے شیاطین کے ساتھ خلوت ہوتے ہی اصل حقیقت ان کی زبانوں سے ابل پڑتی ہے۔مفسرین نے اس کی تفسیر میں ارشاد فرمایا

واستهزاء "بالمؤمنين و دينهم" الاستهزاء السخريه

وہ مؤمنین اور ان کے دین کا استہزاء کرتے ہیں، استہزاء کا معنی مزاخ اڑانا ہے۔

ابن جریر طبری نقل کرتے ہیں کہ

(انما نحن مستهزء ون)انما نحن ساخرون

ہم تو ان کے ساتھ مذاق کرتے ہیں

عن ابن عباسؓ... ساخرون باصحاب محمد ﷺ

وہ اصحاب محمد ص کے ساتھ مذاق کرتے ہیں

عن قتاده .... انما نستهزء بهؤلاء القوم و نسخربهم...

ہم اس قوم (صحابہ کرام) سے استہزا کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں

عن الربیع.... انما نستھزی باصحاب محمد ﷺ

ہم اصحاب محمد ﷺ کا استھزا کرتے ہیں

(جامع البیان فی تاویل القرآن لابن جریر طبری تحت البقرہ ۱۴ / ج ۱ / ۳۰۰)

معلوم ہوا کہ ایمان کے وہ جھوٹے دعویدار جن کے دعویٰ اور جھوٹ کی اللہ تعالیٰ نے صاف تردید فرمادی ان کی عادت یہ تھی کہ وہ صحابہ کرام کو بے وقوف کہتے، انکا استھزا کرتے، مذاق اڑاتے اگر کبھی صحابہ جی بھر کر صدقہ کرتے تو یہ اس صدقہ کو ریاکاری کہتے غریب صحابی اپنی وسعت کے مطابق کم قیمت صدقہ کرتا تو خوب باتیں بتاتے کہ تمہارے اس تھوڑے سے پیسے کی اللہ کو کیا ضرورت، الغرض صحابہ کرام میں عیب تلاش کرنا ان کا خاص مشغلہ تھا۔

قرآن پاک نے اس مقام پر یہ واضح فرمایا ہے کہ خود کو مؤمن کہنے والوں کے کافر سرداروں کے ساتھ کچھ ایسے خفیہ مراسم ہیں جو اہل ایمان سے پوشیدہ رکھے جاتے ہیں، وہ خفیہ مراسم اور خلوت میں پائے جانے والے تعلقات حقیقی اور اصلی ہیں جب کہ جلوت یعنی ظاہر میں دکھائے جانے والے تعلقات یا معاملات اصلی نہیں بلکہ وہ کسی طے شدہ پالیسی کا حصہ ہیں بلکہ ہاتھی کے دانتوں کی طرح کہ جو دکھانے کے ہیں وہ کھانے کے نہیں اور جو کھانے کے ہیں وہ دکھائے نہیں جاتے، کیونکہ اصلی دانت تو وہی ہوتے ہیں جو غذا چبانے کیلئے استعمال کئے جائیں اور جو اپنے اصلی مقصد کو پورا کرتے ہیں وہ ہاتھی کے منہ میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ اب یہ بات کہ اُن ''امنا'' کہنے والوں کا خلوت وجلوت میں معاملہ الگ الگ ہوتا ہے یہ فرضی بات یا بناوٹی قصہ گوئی نہیں قرآن پاک کا بتایا ہوا وہ سچ اور یقینی علم ہے جو کہ علیم بذات الصدور نے نازل فرمایا، بہت صاف اور واضح لفظوں میں ''**قالوا امنا**'' میں جلوت اور ''**انا معکم**'' میں خلوت کے دو الگ الگ طرز عمل صاف لکھے ہوئے ہیں جو انہوں نے جلوت میں کہا خلوت میں انکا قول اس کے مکمل طور پر برعکس اور پورے طور پر ضد ہے، جس سے پوری وضاحت کے ساتھ یقینی درجہ میں یہ بات واضح ہوگئی کہ اپنے کفار شیاطین کے ساتھ اُن کے انڈر گراؤنڈ تعلقات ہیں جو حقیقت پر مبنی ہیں۔

''قرآن کی روشنی میں تلاش حقیقت''

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ ایک گروہ ایسا ہے جو دعویٰ تو ایمان کا کرتا ہے مگر وہ محض براہِ دھوکہ ہوتا ہے حقیقت میں وہ اپنے شیاطین سرداروں کے عقیدے اور دین پر ہوتے ہیں تو اب ہر اس مسلمان کا فرض بن گیا کہ وہ آنکھیں کھول کر ذرا

جائزہ لے کہ کون سا گروہ ہے جو ایمان کا دعویٰ کرنے کے ساتھ ساتھ کفار کے ساتھ انڈر گراؤنڈ خفیہ تعلقات اور دینی مراسم رکھتا ہے جو باقی لوگوں سے تو مخفی رکھے جاتے ہیں مگر اپنے شیاطین سرداروں کے سامنے سب کچھ کھول دیا جاتا ہے "من حیث القوم" ذرا تلاش فرمایا جائے کہ یہ کون سا گروہ ہے؟

کیونکہ جب قرآن پاک نے خبر دے دی کہ ایک گروہ ایمان کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے حقیقت میں وہ مومن نہیں اس سے انکا مقصد مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے حقیقت میں وہ کافروں کے دین پر ہی ہے مگر وہ اس کو خفیہ رکھتا ہے لہٰذا ایسا گروہ ضرور موجود ہے چنانچہ تلاش کیلئے جب ماضی کو دیکھا جاتا ہے تو تاریخ کا ورق ورق قرآن کے بیان کے مطابق ان کا پتہ دیتا ہے، اس گروہ کی ماضی میں پائی جانے والی خبروں کو جمع کیا جائے تو اس کیلئے ہزاروں صفحات درکار ہوں گے بعض حضرات نے اس موضوع کے کچھ اجمالی یا مختصر خاکے جمع کر دیئے ہیں چونکہ اس رسالے کا یہ مستقل موضوع نہیں بلکہ قرآن پاک کی زیر نظر آیت کا مطلب اپنے مسلمان بھائیوں کے سامنے رکھنا مقصود ہے اس لئے اس عنوان سے متعلقہ حال کے پیش منظر سے دو چار باتیں عرض کی جا رہی ہیں چونکہ قرآن کی بتائی ہوئی علامات کی روشنی میں تقیہ، متعہ، تبرا وغیرہ جیسی چیزوں کو اپنے دین کا اہم حصہ قرار دینے والوں کا سرکاری دفتر ایران میں ہوتا ہے لہٰذا قومی سطح کے معاملات میں اس کو بطور مثال سامنے رکھا جائے گا۔

"ایران کی طالبان حکومت ختم کرنے میں امریکہ سے انڈر سٹینڈنگ"

محسن رضائی، ایرانی پاسداران انقلاب کے سابقہ کمانڈر ۲۰۰۵ء میں ایران کے صدارتی امیدوار اور ایرانی انقلاب کے سرکردہ لوگوں میں سے ہیں۔ یہ ایک ثقافتی وفد کے ساتھ امریکہ کے دورہ پر گئے تو امریکی صحافی باربرا سلیون نے ان سے ایک انٹرویو لیا

محسن رضائی نے اپنے انٹرویو میں باربرا سلیون کو بتایا کہ ایران نے افغان طالبان کی حکومت ختم کرنے کیلئے امریکی فوج کو اہم انٹیلی جنس معلومات مہیا کیں جنگی مشورے دیے اور خود میدان جنگ میں امریکی فوج کے ساتھ مل کر جنگ لڑی ہے، مگر امریکہ نے طالبان حکومت گرانے میں ایران کا پورا حق نہیں دیا اور نہ ہی ایران کے اس اہم کردار اور امریکی افواج کو دی گئی مدد کو پورے طور پر تسلیم کیا ہے، حالانکہ طالبان حکومت کو گرانے میں ایران کا کردار اتنا اہم ہے کہ (ایران کردار ادا نہ کرتا تو امریکی فوج کبھی بھی طالبان حکومت ختم نہ کر سکتی)۔

انٹرویو لینے والی امریکی صحافی باربرسلیون نے اپنے تفصیلی مضمون میں اس ایرانی راہنما کے طالبان حکومت گرانے کے برملا اعتراف پر یہ بھی لکھا ہے کہ یہ پہلا ایرانی راہنما ہے جس نے اعتراف کیا ہے کہ طالبان حکومت گرانے میں ہم امریکہ کے شانہ بشانہ کھڑے تھے (ورنہ عام طور پر ایسے مواقع پر ایرانی راہنما معاملات کو خفیہ رکھتے ہیں اور کھل کر اظہار نہیں کرتے)

وہ یہ بھی لکھتی ہے کہ (حقیقت یہی ہے کہ طالبان حکومت گرانے میں ایران مکمل طور پر اتحادیوں کی مدد کرتا رہا ہے جس کے شواہد یہ ہیں کہ) مسٹر جون مکلا گلین سابق ڈپٹی ڈائریکٹر سی آئی اے کا کہنا ہے کہ ہم جانتے تھے کہ پاسداران انقلاب کے کمانڈر افغانستان میں جنگی محاذ پر موجود ہیں۔

امریکی صحافی امریکی اسپیشل فورسز کے افسر کے حوالے سے کہتی ہے کہ شمالی اتحاد کے گڑھ میں ایرانی کثیر تعداد میں موجود تھے وہاں کے زمین داروں سے ان کے دوستانہ تعلقات تھے ایک اور امریکی کمانڈر کے حوالے سے لکھتی ہیں کہ قندوز میں ایرانی انٹیلی جنس کے لوگ موجود تھے، تیسرے امریکی افسر کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہرات کے علاقے میں وہاں کے سردار کے پاس بھی ایرانی انٹیلی جنس کے لوگ موجود تھے۔

اس صحافی نے ایران کی طالبان کے خلاف ۱۹۹۸ء میں شمالی اتحاد کے ساتھ مل کر کھلی جنگ اور بھارت، روس، ایران کی تکون نے طالبان کے خلاف جو کردار ادا کیا اس کا بھی مدلل تذکرہ کیا اور امریکی محکمہ خارجہ کے عہدیدار کا وہ بیان بھی نقل کیا جس میں ایران کی شمالی اتحاد کو دی جانے والی جنگی و مالی امداد کا بیان ہے۔

(امریکی صحافی کی بیان کی ہوئی اس پوری تفصیل کا مقصد یہ بات واضح کرنا ہے کہ ایرانی امریکہ کی فوجی، انٹیلی جنس معلومات اور جنگی مشوروں سے بھرپور مدد کر رہے تھے باہر بیٹھ کر نہیں بلکہ قندوز، ہرات سمیت شمالی اتحاد کے گڑھ میں اور میدان جنگ میں عملی طور پر شریک ہو کے یہ کردار ادا کیا جا رہا تھا اور ایران کا امریکی مدد سے طالبان حکومت ختم کرنا کوئی تعجب کی بات بھی نہیں اس لئے کہ ایران تو پہلے ہی کھل کر طالبان کے خلاف جنگ لڑ رہا تھا شمالی اتحاد کو ہر طرح کے وسائل مہیا کئے جا رہے تھے، امریکی صحافی نے جس بات پر بہت تعجب کا اظہار کیا وہ یہ ہے کہ افغانستان میں طالبان حکومت گرانے میں اتنا اہم اور کلیدی کردار ادا کرنے کے باوجود ایران نے کبھی کھل کر اس کا اعتراف نہیں کیا، محسن رضائی پہلا ایرانی راہنما ہے جس نے نہ صرف اس کا اعتراف کیا ہے بلکہ امریکہ سے پورا حق نہ ملنے پر بھرپور انداز میں شکوہ بھی کیا ہے) محسن رضائی نے جو اس انٹرویو میں مذید سوالوں کے جواب دیئے ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

محسن رضائی کہتا ہے کہ ایرانی پاسداران انقلاب کے کتنے کمانڈر افغانسان میں موجود تھے؟ (یہ چونکہ راز کی بات ہے نہیں بتائی جاسکتی لہٰذا) یہ بتانا مشکل ہے البتہ شہری جنگی مہارت رکھنے والی اسپیشل فورسز اور (۱۹۸۰ تا ۱۹۸۸) ایران عراق جنگ کا تجربہ رکھنے والے کمانڈر وہاں موجود تھے اور بہت مؤثر اور اہم کردار ادا کر رہے تھے مگر امریکہ نے ان کاوشوں کو نظر انداز کیا اور اس کا جس سطح پر کریڈٹ دینا چاہیے تھا وہ نہیں دیا اور نہ ہی ان خدمات کو صحیح طور پر سراہا گیا ہے۔

(امریکی ویب سائٹ یو ایس اے ٹوڈے ۲۰۰۵ء انگریزی انٹرویو اور صحافی کے مضمون کا خلاصہ)

''ماضی قریب کے چند واقعات پر ایک نظر''

ریڈیو سوئٹزرلینڈ نے ۲/۶/۹۲ کو خبر دی کہ حزب وحدت کے گوریلوں نے ملا جلال الدین حقانی پر قاتلانہ حملہ کیا۔۔۔ مذید کہا کہ حکومت کی تقریباً ۱۳۰ عمارتوں اور ملکد مزائل کے اڈے پر حزب وحدت کا قبضہ ہے تمام مقبوضہ عمارتوں پر امام خمینی کی بڑی بڑی تصویریں لگی ہوئی ہیں۔ (ملخص /ایران افکار وعزائم /ص ۱۴۱)

ریڈیو کردستان نے ۱۹/۷/۹۲ کو افغانستان کی صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے بتایا کہ۔۔۔ ایرانی حکومت اپنی فتنہ پرداز خصلت کی روشنی میں دوسرے اسلامی ملکوں میں افراتفری اور انتشار پھیلائے بغیر اپنے وجود کو زندہ نہیں رکھ سکتی (ایضا /ص ۱۴۷)

طالبان کی حکومت اور ان کے اسلامی نظام کو ختم کرنے اور ان کی جگہ افغانستان میں ایک وسیع البنیاد حکومت بنانے کیلئے ایران میں اور بین الاقوامی سطح پر بہت پہلے سے منصوبہ بندی ہو رہی تھی۔۔۔ حکومت پاکستان کے بااختیار شیعہ اہلکار ایران کے اشارے پر ایسے فیصلے اور ایسی حکمت عملیاں پہلے ہی وضع کر رہے تھے (ایران اور عالم اسلام /ص ۱۵۰)

طالبان نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح ایران کے ساتھ ان کے تعلقات معمول پر آسکیں لیکن ایران اور اس کے بین الاقوامی دہشت گرد اتحادی (امریکہ، روس اور بھارت) طالبان کو ہر صورت میں ختم کرنا چاہتے تھے۔ (ایضا /ص ۱۵۱)

طالبان کی اسلامی حکومت کے خاتمے پر ایرانی حکمران بہت خوش تھے اور اس سلسلے میں پاکستان کے واحد حاکم کے کردار پر اس کے بے حد شکر گزار ہوئے (ایضا /ص ۱۵۹)

سنڈے ٹائمز کی ایک رپورٹ کے مطابق اتحادی فوج کو پاکستانی حدود کے اندر کارروائی کا اختیار دے دیا گیا ہے شمالی

اتحاد کے بھارت اور ایرانی نواز عناصر بار بار ملا عمر، اسامہ بن لادن اور ان کے قریبی ساتھیوں کی پاکستان میں موجودگی کا الزام لگا کر امریکہ کو پاکستان میں کارروائی کی ترغیب دینے لگے (ایضا رص ۱۶۳)

نوائے وقت راولپنڈی ۹۵/۱۰/۱۸ نے پشاور میں مقیم طالبان کے ترجمان کی وساطت سے یہ خبر دی کہ ہرات میں قلعہ اسلام کے علاقے سے فرار ہونے والے فوجیوں کے پاس ایرانی نمبر پلیٹ کی گاڑیاں اور ایرانی اسلحہ و بارود تھا جو شکست کے بعد وہ وہی پر چھوڑ گئے (ملخص رایران افکار وعزائم رص ۱۵۸)

روزنامہ نوائے وقت ۹۵/۲/۲۲ نے اپنے اداریے میں لکھا کہ ۔۔۔ انقلاب کے بعد اقتدار میں آنے والی ایران حکومت چونکہ خود کو تمام مسلمانوں کی نمائندہ حکومت قرار دیتی ہے اور شیعہ سنی تفریق کی قائل نہیں ہے اس لئے یہ بات بڑی حیران کن ہے کہ ایران نے شیعہ مسلمانوں کے مفاد کی بات کیسے کی ہے اس سے پہلے جنیوا معاہدے کے موقعہ پر بھی ایران نے شیعہ مسلمانوں کے مفاد کی بات کی تھی (ایضا)

طالبان کی حکومت کے خلاف اتنی شدت کے ساتھ ساری دنیا کے غیر مسلم کیوں اٹھ کھڑے ہوئے؟ کیا انہوں نے کسی دوسرے ملک میں قبضہ کر لیا تھا، یا کسی کا مال چھین لیا تھا یا کسی کی عزتوں کو پائمال کیا تھا، وہ ڈاکو تھے، شرابی یا زانی تھے، رشوت خور اور رسہ گیر تھے یا بد دیانت؟ جب اپنے پرائے کہنے سننے والے سے پوچھا جائے تو ان کے سفید کپڑے کی طرح بے داغ کردار پر کوئی انگلی دراز نہیں ہوتی انہوں نے اپنے ملک میں برپا ظلم و جبر، ناجائز قبضہ اور استحصال کا خاتمہ کیا عدل وانصاف کی عظیم الشان مثال قائم کر دی، بے جا امتیازات کا خاتمہ کیا بے سروسامانی کے عالم میں ایسا روشن طریقہ انصاف، طرز حکمرانی اور مساوات کا نظام رائج کیا کہ دنیا حیران رہ گئی ان کے اخلاق و کردار کو قریب سے دیکھنے والے بے شک جاسوسی کیلئے گئے تھے وہ غیر مسلم تھے مگر ان با کرداروں کو دیکھ کر کردار نبوی کی عظمت مان گئے اور مسلمان ہوئے بغیر نہ رہ سکے جس کی متعدد مثالیں موجود ہیں مگر سوال یہ ہے کہ بے ضرر بے داغ ماضی کے لوگ ایران کی برداشت سے باہر کیوں ہیں ان کے مقابلے میں امریکہ، بھارت، روس اور ان کے دم چھلے بسروچشم قبول ہیں آخر کیوں؟ طالبان سے ایران کی جنگ اور ان کی حکومت ختم کرنے میں ان کا کلیدی کردار حال کا ہی قصہ ہے جو کوئی چھپا ہوا راز نہیں تقریباً ہر باشعور آدمی اس صورت حال سے واقف ہے لہٰذا انصاف والی نظر سے ان حالات کا جائزہ لیکر اوپر دیئے گئے سوال کا انصاف کے ساتھ جواب ڈھونڈیں، اگر راہنمائی کیلئے سورۃ بقرہ کی زیر عنوان آیت نمبر ۱۴ کو چند بار پڑھیں اس طرح کہ حال کے مذکورہ احوال آپ کے ذہن میں موجود ہوں اور توجہ کے ساتھ آپ اس آیت کو اور ترجمہ کو

ملاحظہ فرما رہے ہوں تو انشاء اللہ ایک درست جواب آپ کے ذہن میں آئے گا۔

''کہ یہ تو وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں کتاب ہدایت صدیوں سے امت اسلام کو آگاہ کر رہی ہے، کہ مسلمانوں کے ساتھ صرف مذاق کے طور پر اپنا مسلمان ہونا بیان کرتے ہیں ورنہ حقیقت میں تو یہ کافر ہیں''۔

مذیر توجہ فرمائیں

محترم جناب نذیر احمد صاحب پاکستان سے حقیقی محبت رکھنے والے اور اپنے ملک کی خدمت میں زندگی گزار دینے والے افسر ہیں۔ پہلے وزارت تعلیم حکومت پاکستان اسلام آباد سے وابستہ رہے پھر تہران پاکستانی سفارت خانے میں کلچر اٹیچی آفس کے رکن اور بعد میں کلچر انسٹیٹیوٹ میں ڈپٹی ڈائریکٹر کے منصب پر ۱۹۷۹ تک رہے۔

ایران کے حالات اور انقلاب ایران کی صورت حال کے چشم دید گواہ ہیں انہوں نے ایران کو جاننے کیلئے رپوٹس نوٹس اور مختلف کتابیں انگریزی اردو میں لکھی ہیں اردو زبان میں ان کی ایک بڑی معروف کتاب ''ایران افکار و عزائم'' ہے اس سے چند اقتباس ہدیہ کئے جاتے ہیں۔

انقلاب کے بعد آیت اللہ خمینی نے ایرانی یہودیوں کا دلی شکریہ ادا کرتے ہوئے اعتراف کیا کہ انہوں نے ایرانی انقلاب کیلئے ایرانیوں کا بھرپور ساتھ دیا۔

بغداد کے عربی روزنامہ التھو ارا (۹۱۔۷۔۲۸) نے مکار شیطان (ایران) اور صیہونیت کے درمیان خفیہ تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ ایرانیوں کے قول اور فعل میں بڑا تضاد ہے اور اس کی دوزخی حکمت عملی صاف عیاں ہے۔ وہ دنیا کو دکھانے کیلئے خاص قسم کے نعروں کی بانگ لگاتے ہیں لیکن ان کا عمل ان نعروں کی نفی کرتا ہے۔(ایضا)

قاہرہ کے عربی روزنامہ الجمھوریہ (۹۳۔۲۔۲) نے ایران اور اسرائیل کے درمیان تعاون و روابط کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ ایرانی حکمرانوں کے بیانات اور عملی کارگزاریوں میں ہمیشہ تضاد ہوتا ہے لیکن ان کا یہ طرز عمل حقیقت اور موجودہ اصلیت کو نہیں بدل سکتا۔

اخبار نے مذید لکھا کہ ایران اسرائیل کے خلاف کوئی مضبوط موقف اس لئے اختیار نہیں کر سکتا کہ دونوں کے درمیان انتہائی قریبی اور گہرا تعاون ہے ان کی دلچسپیاں اور ان کے باہمی مفادات عام تصور سے کہیں زیادہ مشترک اور ہم آہنگ ہیں۔

اخبار نے آگے چل کر لکھا کہ یہ بالکل اسی طرح ہے کہ جہاں ایرانی حکمران واشنگٹن کو بظاہر برا بھلا کہتے ہیں لیکن امریکہ

کے ساتھ ان کے روابط نہ صرف خفیہ طور پر جاری اور مضبوط ہوئے ہیں بلکہ دن بدن مضبوط ہو رہے ہیں۔ یہ بات کافی دلچسپ ہے کہ ایرانی آیت اللہ امریکی پارچہ جات، خورد و نوش کی اشیاء اور امریکی فلموں کو ترجیح دیتے ہیں اور ڈھکے چھپے طور پر امریکی فلمیں اپنی مخصوص خوابگاہوں میں ملاحظہ کرتے ہیں۔ (ایضا رص ۲۶۵)

۲۸ فروری ۱۹۹۳ کو ایران میں یہودیوں کی تنظیم نے ایک اخباری بیان جاری کیا جس میں مغربی ذرائع ابلاغ کی ایران میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے خلاف منفی پروپیگنڈا کی شدید مذمت کی۔ بیان میں کہا گیا کہ ایران میں مذہبی اقلیتیں پرامن اور باعزت زندگی گزار رہی ہیں۔

یہودی تنظیم نے کہا کہ ایران میں ''اسلامی انقلاب'' کی برکت سے یہودیوں نے اپنے مذہبی فرائض کی ادائیگی میں زیادہ دلچسپی لینا شروع کر دی ہے جس کی وجہ سے ان کے سائناگوگس (یہودی عبادت گاہیں) کی رونق بڑھ گئی ہے۔ (ایضا رص ۲۶۶)

قاہرہ کے عربی روزنامہ اخبار الیوم نے (۹۳-۳-۲۸) کو اطلاع دی کہ ایک بحری جہاز ۱۵۰ ملین ڈالر کا قیمتی (دس ملین بیرل سے زیادہ) ایرانی تیل لے کر اسرائیل کی بندرگاہ ایلات پر پہنچ چکا ہے۔

اخبار نے یہ بات پیٹرولیم ارگوس میگزین کے حوالے سے بتائی، اس میگزین نے اسرائیل اور ایران کے درمیان تعلقات کا بھی ذکر کیا اور لکھا کہ کچھ عرصہ پہلے دونوں ملکوں کے درمیان ایرانی تیل کے بدلے اسرائیل اسلحہ کی سپلائی کا معاہدہ ہوا تھا۔

عرب کے سفارتی نمائندوں نے اخبار الیوم کے نامہ نگار محمود صالح کو بتایا کہ ایران نے اپنے اس کاروبار کو دنیا کی نگاہ سے ہمیشہ پوشیدہ رکھا تاکہ اسرائیل کے ساتھ اس کے خفیہ مراسم اس کی فلسطین کے معاملے میں فریب کاری پر اثر انداز نہ ہوسکیں۔ (ایضا رص ۲۶۷)

قاہرہ کے عربی روزنامہ الاخبار (۹۳-۹-۷) نے اپنے تبصرے میں ایرانی حکمرانوں کے اس رویے کی شدید مذمت کی جس میں انہوں نے اسرائیل اور فلسطین کے درمیان معاہدے کی مخالفت کی تھی۔

اخبار نے لکھا کہ ایرانی حکمرانوں کا یہ رویہ سمجھ سے بالاتر ہے جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ خود ایران اسرائیل کے ساتھ مختلف شعبوں میں اپنا گہرا تعاون جاری رکھے ہوئے ہے۔

(ایران افکار و عزائم رص ۲۶۸)

''ایران اور امریکہ''

۱۹۷۰ کے آخری عشرے میں جب ایران کے حکمران رضا شاہ نے امریکہ کو آنکھیں دکھانا شروع کر دیں تو امریکہ نے اس کو معزول کرنے اور اس کے قائم مقام کی تلاش کے سلسلے میں ضروری کارروائی شروع کر دی۔

اس دوران امریکی سی آئی اے نے اپنی ایک خفیہ رپورٹ میں سفارش کی کہ خمینی جو کہ ایک با اثر شیعہ ملا ہے امریکہ کی عین توقعات کے مطابق شاہ کا متبادل ہوسکتا ہے اور اس خطہ میں امریکہ کے اسلام دشمن عزائم کی تکمیل کیلئے بہت مددگار و معاون ثابت ہوسکتا ہے۔

چنانچہ جوں ہی آیت اللہ خمینی عراق سے ملک بدر ہو کر فرانس پہنچے، صدر کارٹر نے اپنے ایک چوٹی کے آفیسر رمزے کلارک کو پیرس بھیجا۔ رمزے کلارک سے خمینی کی کئی خفیہ ملاقاتیں ہوئیں۔ اس نے خمینی کو امریکہ کی مکمل حمایت کا یقین دلاتے ہوئے معلوم کیا کہ فی الوقف ان کی کیا مدد کی جاسکتی ہے۔

آیت اللہ خمینی نے واضح کیا کہ ایرانی عوام کی شاہ سے دشمنی اور اس کے خلاف انقلاب کی اصل بنیاد امریکہ سے سخت نفرت ہے۔ لہٰذا ان حالات میں امریکہ سے کسی قسم کے کھلے روابط کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اگر امریکہ چاہے تو درپردہ دونوں فریق ایک دوسرے کے خلاف دشنام تراشی اور مخالفت کا تاثر دیتے رہیں۔ ساتھ ہی امریکہ اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے شاہ کو جتنی جلدی ممکن ہو ایران چھوڑنے پر مجبور کر دے اور یقینی بنائے کہ اس کو کسی صورت کسی ملک میں بھی پناہ نہ ملے۔

باہمی مفاہمت کے اس خفیہ معاہدہ کے بعد امریکی انتظامیہ نے شاہ پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا کہ وہ ایک غیر فوجی حکومت تشکیل دے کر عارضی طور پر ایران سے چلا جائے اس لئے کہ اس کی موجودگی میں ملک میں حالات بہتر ہونے کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔ حالات سازگار ہونے پر وہ واپس آسکے گا۔

چنانچہ ۷ فروری ۱۹۷۹ کو امریکہ کے ایک اعلیٰ آفیسر ایئر فورس جنرل روبرٹ ہائسر اپنے ساتھ صدر کارٹر کا ذاتی پیغام لے کر تہران پہنچے اور شاہ کو عارضی طور پر ملک چھوڑنے کیلئے راضی کر لیا۔

شاہ کے ملک چھوڑتے ہی خمینی کیلئے ایران واپس آنے اور انقلاب برپا کرنے کیلئے راہ ہموار ہوگئی۔ امریکہ نے خمینی کی انقلابی حکومت کو ۲۴ گھنٹے کے اندر تسلیم کر لیا جبکہ شاہ نے اپنی سلطنت کے سقوط کا ذمہ دار کارٹر کو ٹھہرایا۔

انقلاب کے بعد امریکی سفارت خانے پر انقلابیوں کے حملے اور اس کے عملے کو یرغمال بنانا امریکی حکومت کیلئے غیر متوقع

نہ تھا، یہ امر باعث حیرت ہے کہ انقلاب کے وقت سینکڑوں امریکی شاہ کی حکومت کے مختلف اداروں خصوصاً وزارت جنگ میں بطور مشیر تعینات تھے لیکن اس دوران جہاں دوسرے ایرانی ہزاروں کی تعداد میں مارے گئے وہاں ایک امریکی کو بھی گزند نہ پہنچا۔ بلکہ سب کو بحفاظت ملک بدر کر دیا گیا۔ یہ سارے واقعات دراصل امریکہ اور خمینی کے درمیان طے پانے والے خفیہ سمجھوتے پر عمل کا حصہ تھے تاکہ ایرانی عوام کو دھوکے میں رکھا جا سکے۔

انقلاب کے دوران ایران کے ہوائی اڈے ہر قسم کی آمدورفت کیلئے بند کر دیئے گئے تھے لیکن ان ہوائی اڈوں پر خصوصاً تہران میں امریکی ہوائی جہازوں کی آمدورفت اور امریکی باشندوں کو لے جانے کا سلسلہ بغیر کسی روک ٹوک کے انقلاب کے بعد تک بھی جاری رہا۔

۱۹۷۹ کے اواخر میں ایک ایرانی اخبار نے اطلاع دی کہ چند امریکی ہیلی کاپٹر اپنے یرغمالیوں کو رہا کروانے کیلئے ایک خفیہ مشن پر ایک رات تہران پہنچے لیکن ان کا یہ مشن بری طرح ناکام رہا۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ ایک من گھڑت کہانی تھی اور اس کا واحد مقصد خمینی کی نام نہاد روحانی قوت کی تشہیر تھی۔

انقلاب سے لے کر آج تک ایرانی عوام کو فریب دینے اور دنیا کو گمراہ کرنے کیلئے دونوں ملکوں کے حکمران ایک دوسرے کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ خمینی امریکہ کو شیطان بزرگ کہتا تھا اور امریکہ ایران کو بین الاقوامی دہشت گرد کے نام سے نوازتا ہے لیکن یہ سب کچھ دونوں کی حکمت عملی کے عین مطابق ہے

ہمارے وطن کے پڑھے لکھے لوگ یہاں تک کہ ہمارے اخبار نویس بھی اس پرفریب پروپیگنڈے سے اس حد تک گمراہ اور متاثر ہو چکے ہیں کہ پاکستان میں کثیر تعداد میں شائع ہونے والے اخبار بھی امریکہ کی دھمکیوں کے خلاف ایران کی حمایت اور ہمدردی میں لمبے چھوڑے تبصرے لکھتے رہتے ہیں۔ شاید ان کو یہ معلوم نہیں کہ یہ سب کچھ ان کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ایک عیارانہ چال ہے جو زبانی جمع خرچ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔

گو دونوں ملکوں کے سیاسی تعلقات اب تک منقطع ہیں اور ایرانی ذرائع ابلاغ اور مذہبی رہنما اس صورت حال کو بظاہر قائم رکھنے کا تاثر دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود دونوں ملکوں میں اعلیٰ سطح پر روابط اور گہرا خفیہ تعاون جاری ہے۔

اپریل ۱۹۹۱ میں لندن میں ایک عربی اخبار نے خبر دی کہ ایران اور امریکہ کے اعلیٰ افسران بیروت میں خفیہ مذاکرات میں مصروف ہیں اور یہ کہ اس ملاقات کی رازداری کو یقینی بنانے کیلئے یہ بات چیت ایک مشہور لبنانی شخصیت کے گھر میں ہو رہی ہے۔ خبر میں بتایا گیا کہ یہ بات چیت لبنان میں ایران کی پروردہ ملیشیا حزب اللہ کے قبضے میں امریکی یرغمالیوں

کی رہائی کیلئے ہو رہی ہے اس رہائی کے بدلے میں ایران کو کئی سو ملین ڈالر حاصل ہوں گے۔

دی نیوز راولپنڈی (۹۱۔۱۱۔۸) کے مطابق ۱۹۸۰ کے عشرے میں ایران عراق جنگ کے دوران امریکہ نے کروڑوں ڈالر کا قیمتی اسلحہ بھیجنے کیلئے پاکستان سرزمین کو استعمال کیا اور ترسیل اسلحہ کی یہ کارروائی خفیہ طور پر پشاور سے کی جاتی رہی اور تین سال تک جاری رہی۔

رپورٹ میں پاکستانی اور اسرائیلی خفیہ اداروں کے حوالے سے بتایا گیا کہ یہ ترسیل اسلحہ کی کارروائی کرنے والی والی جماعت پاکستانی حکومت کی معاونت سے پشاور میں کئی سال تک مقیم رہی۔

اطلاعات میں بتایا گیا کہ اس کارروائی کی تمام تر تفصیلات ایک یہودی افسر اے ڈی مناشے کی رپورٹ سے لی گئی ہیں۔ یہ افسر اسرائیل کی وزارت دفاع میں ۱۰ سال تک اس کمیٹی کا رکن رہا ہے جس کے ذمہ ایران کو امریکن اسلحہ کی باقاعدہ لیکن خفیہ ترسیل کا کام سپرد تھا وہ پاکستان میں ایران کو امریکی اسلحہ بھیجنے کی کارروائی کی نگرانی کے سلسلے ۱۹۸۵ میں پشاور آیا تھا۔ (ایران افکار و عزائم، صفحہ ۲۵۲ تا ۵۵۲)

"عراق پر مسلط جنگ اور ایرانی کردار"

عراق سنی اکثریتی آبادی کا وہ ملک ہے جہاں صدیوں سے اسلامی حکومت چلی آ رہی ہے مگر سازشوں نے یہاں بھی ہاتھوں کی صفائی دکھائی اور بالآخر عراق کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی، ایران نے عراق سے اپنی آٹھ سالہ جنگ کا بدلہ بھی لے لیا مسلمانوں کے خوشی والے دن یعنی عید والے دن صدام کو شیعہ مقتولوں کا بدلہ قرار دے کر تختہ دار پر بھی چڑھا دیا اور سنی ملک عراق کو اس کے سنی ہونے کی سزا بھی دے دی مگر اہل اسلام پھر بھی خواب غفلت سے نہ تو بیدار ہوئے اور نہ ہی حقائق معلوم کرنے کی طرف متوجہ ہوئے یہ اسلامی ملک کیسے تباہ ہوا؟ ذرا چند حقائق ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ عراق کے مجتہد اعظیم آیت اللہ سیستانی نے فتوی جاری کیا کہ امریکہ واتحادی افواج کا ساتھ دیا جائے اور صدام کے خلاف ان کی کامیابی کو آخری کنارے تک پہنچایا جائے جس پر عراقی شیعوں نے کمال حد تک نہ صرف عمل کیا بلکہ وہ امریکہ واتحادی افواج کے ہراول دستہ اور رضا کار بن گئے عراق کے کونہ کونہ سے اس فتویٰ کی صدائے بازگشت سنی گئی۔

عامر طاہری امریکہ کے معروف اخبار وال سٹریٹ جرنل کے معروف صحافی ہیں اس صحافی نے ۲۰۰۳ء میں آیت اللہ سیستانی کا انٹرویو لیا آیت اللہ سیستانی نے کہا کہ انہوں نے مؤمنوں کو ترغیب دی ہے کہ آزادی کی قوتوں میں رکاوٹ نہ

بنیں اوراس جابر کے خلاف جنگ کو کامیابی کی آخری حدتک پہچائیں۔

۲۔کائنات شیعیت میں آیت اللہ خوئی خمینی کیلئے بھی باپ کا درجہ رکھتا ہے عراق پر یلغار کے وقت وہ تو دنیا میں موجود نہ تھا البتہ اس کے بیٹے نے باپ کی نیابت کا صحیح حق ادا کیا خوئی کے بیٹے نے امریکہ واتحادی افواج کی بھرپور حمایت کی اور جب عراق تباہ ہوگیا تو اس نے اس تباہی کا نام آزادی رکھا اور کہا کہ جنہوں نے ہمیں اور عراق کو یہ آزادی دلائی ہے ان کی اس دوستی اور محبت کو زندگی بھر یاد رکھا جائے گا۔

مذید کہا کہ امریکی اور اتحادیوں نے جو ہمارے اوپر احسان کیا ہے ہم اس کو کبھی نہیں بھول سکتے ،خوئی کے بیٹے کی ان باتوں کو عامر طاہری صحافی نے بیان کیا ہے۔(وال سٹریٹ جرنل ۲۰۰۳ء)

۳۔طہ حامد الدلیمی ایک عراقی عالم ہیں عراق میں ملت اسلامیہ پر گزرے احوال کا آنکھوں دیکھا حال عراقیوں سے زیادہ کس کو معلوم ہوگا؟

انہوں نے ایک واقعہ اپنی کتاب میں درج کیا ہے جو عبرت حاصل کرنے والوں کیلئے کافی ہے، کہتے ہیں

حدثنی احد اصدقائی الثفات. کان معتقلاً لدی (الحرس الوطنی) فی قضاء محمودیه ثم خرج و اغتیل بعد ذالک، ان احد الحرس صرخ یوما داخل المعتقل و باعلیٰ صوته غضبا علی الله سیدخل جورج بوش الجنته کیف لاوهوالذی جلب لنا هذا الخیر کله؟ ثم جئی لی بعد اکثر من سنته بشریط صوتی لاحد المحاضرین الشیعه یقول فیه یریدون منا اخراج الامریکان؟ کیف؟ نخرج هولاء الذین اذلوا صدام حسین الوهابیه، جورج بوش رضی الله عن ایته الله جورج بوش هذا لوکان شیعیا لبایعته مرجعاً من المراجع و اخر یترحم علی اللعین فیروز ابولوءه قاتل عمر بن الخطاب ؓ ثم یطلب من القطعان الذین حوله ان یؤمنوا علی دعاءه بان یحشرهم الله مع (العبد الصالح الولی ابولولوة) (التشیع عقیدہ نفسیہ لاعقیدیہ دینیہ ص ۱۱۵ تحت الھامش)

(ترجمہ) مجھے ایک قابل اعتماد شخص نے بتایا کہ وہ محمودیہ عدالت کے ایک مقدمہ کی وجہ سے نیشنل گارڈ کے پاس زیر حراست تھا وہ بعد میں وہاں سے بری ہوگیا پھر اسے قتل کردیا گیا اس نے بتایا کہ ایک دن ایک پولیس والا بلند آواز سے بولتا ہوا قیدیوں کے پاس آیا اور اللہ پر زبردستی کرتے ہوئے کہنے لگا کہ جارج بش عنقریب جنت میں داخل ہوگا اور وہ (جنت میں بھلا) کیسے داخل نہ ہوگا کہ یہ جو آج ہمیں خیر (حکومت واقتدار) حاصل ہوئی یہ اسی کی وجہ سے ہی تو ملی ہے

(ان شیعوں کے جو لیکچر ہوتے تھے) ان کی آواز ایک لوہے کے سوراخ سے ہم ایک سال سے زیادہ عرصہ تک سنتے رہے کہ وہ اپنے لیکچر میں کہتے تھے کہ (ہم سے عراقی عوام یہ مطالبہ کرتی ہے کہ) ہم امریکہ کو عراق سے نکال دیں، ہم بھلا ان (امریکیوں کو) کیسے عراق سے نکال دیں جنہوں نے صدام حسین وہابی کو ذلیل کیا ہے جارج بش رضی اللہ، ایۃً اللہ جارج بش۔ اگر وہ شیعہ ہوتا تو ہم مرجع (تقلید) بنا کر اسکے ہاتھ پر بیعت کر لیتے پھر آخر میں وہ حضرت عمرؓ کے قاتل ابولولو فیروز (مجوسی) پر صلوات پڑھتے اور انکا لیکچرار اپنے ساتھ والوں کو کہتا کہ میری دعا پر تم امین کہو اور (وہ دعا کرتا) اللہ تعالیٰ ان کا حشر نیک بندے، ولی ابولوہ کے ساتھ کرے۔

عراق میں اہل اسلام پر جو قیامت برپا ہے اس کی ایک جھلک ''غربان الخراب'' نامی کتاب میں دیکھی جاسکتی ہے جو عراقی عالم دین طہ حسین الدلیمی کی لکھی ہوئی ہے سات سو صفحات کی اس کتاب میں ہر خبر ہی زخمی اور مجروح ہے ظلم کی یہ بارش کون برسا رہے ہیں؟ وہ بتاتے ہیں ۲۰۰۴ء میں ایرانی فوج کے نائب سربراہ نے لندن کے دورہ پر کہا کہ ایران عراق کی تعمیر و ترقی میں اپنا کردار ادا کریگا عراق کے ساتھ ہمارا رشتہ کئی بنیادوں پر قائم ہے اور ایران کی قومی سلامتی کیلئے بھی عراق کا امن اور ترقی یافتہ ہونا بہت اہم ہے۔

گیارہ اپریل ۲۰۰۴ء کو ایرانی ریڈیو نے نجف میں (مکتب مساعدۃ فقرا العراق الشیعہ) کے نام سے اپنا دفتر کھولا جس میں ستر ہزار نوجوان جنوب عراق سے بھرتی کئے گئے تاکہ وہ ایران کا دفاع کرنے والی ملیشاؤں میں وہ شامل ہوں ایران ان کو ماہانہ ایک ہزار ڈالر تنخواہ دیتا ہے جبکہ پہلے مہینہ فی کس دو ہزار ڈالر دیئے گئے (آگے مصنف نے ٹائم ۲۰۰۵ء کی رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا ہے کہ ایران کس طرح اپنے فوجی مراکز الکوت اور العمارہ میں قائم کر رہا ہے)

(غربان الخراب فی وادی الرافدین ص۵۲۹ ص۵۳۰)

امریکہ اسرائیل نے مل کر عراق و افغانستان پر جنگ مسلط کی، اس موقعہ پر ایران نے مسلمانوں کو تباہ کرنے کیلئے جو ظالمانہ کردار ادا کیا وہ اب کوئی ڈھکا چھپا نہیں رہا ہر کوئی جانتا ہے کہ ان دونوں اسلامی ریاستوں کو تباہ و برباد کرنے کے بعد اب وہ شام پر چڑھ دوڑا ہے شام میں جو مسلمانوں پر ظلم و ستم اور سفاکیت کا بازار گرم رکھا ہوا ہے ہر باشعور انسان اس سے واقف ہے ان حالات کا جائزہ لینے کے بعد ایک بار اللہ جل شانہ کے قرآن پاک میں نازل فرمائے ہوئے اس حکم کو بھی ملاحظہ فرمالینا چاہیے جس میں امت اسلام کو ان بدترین دشمنان اسلام کے چہرے دکھا دیئے ہیں، کاش امت اسلام بیدار ہوتی تو گولیوں کی برسات میں مرتے مظلوموں، آگ میں جلتے بے گناہ بچوں، بارود میں سلگتی

عورتوں، بموں اور دھماکوں میں اجڑتے بے گناہ شہریوں کے تڑپتے لاشے نہ دیکھنا پڑتے، ایمان کا جھوٹا دعوی کرنے والوں کی امت اسلام پر جارحیت کی یہ کوئی پہلی واردات نہیں امت اسلام کی پوری عمر اور گزری عمر کا ہر دوران ہی ایمان کا جھوٹا دعوی کر کے مسلمانوں کی صفوں میں گھسنے والوں کے تابڑتوڑ حملوں، سازشوں اور تخریبی کاروائیوں سے بھرا ہوا ہے ان ہی کے ہاتھوں ہر زمانے میں کہیں کربلا کا معرکہ گرم ہوتا ہے تو کہیں سقوط بغداد کی کاری ضرب، اور ہم ہیں کہ دل زخم زخم لوگو! کوئی ہے کیسے دکھائیں؟ یہ کہہ کر بس صبر کر جاتے ہیں۔

باب نمبر ۱۱

نویں علامت: ہدایت کے بدلے گمراہی کے خریدار

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ (البقرہ/١٦)''

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے خریدا پس ان کی تجارت نفع بخش نہیں ہوئی نہ وہ ہدایت پانے والے ہوئے۔

اسکی تفسیر میں اہل علم کا فرمان ہے کہ گمراہی کو ہدایت کے بدلے خریدنے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے کفر کو لے لیا ایمان کے بدلے میں

۔۔۔۔۔۔۔۔عن ابن عباس ''أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ''۔ای الکفر بالایمان

(ابن جریر طبری/بقرہ/١٦/١/٣١٢)۔(ابن کثیر/بقرہ/١٦/١/١٨٥)۔(ایسر التفاسیر/بقرہ/١٧٥/١/١٥٠)۔(الصحیح المسند من التفسیر بالماثور/بقرہ/١٦/١/١١٢)۔(اوضح التفاسیر/بقرہ/١٦/١/٥)

حضرت عبداللہ بن مسعود عبداللہ ابن عباس اور سدی اِس کی تفسیر میں فرماتے ہیں

''اولئک الذین اشترو الضلالته بالهدی'' اخذو الضلالته و ترکوا الهدی

یعنی انہوں نے گمراہی کو لے لیا اور ہدایت کو چھوڑ دیا

(فتح القدیر/شوکانی/بقرہ/١٦/١/٥٤)۔(تفسیر الوسیط/ایضا/١/٤٣)۔(طبری/بقرہ/١٦/١/٣٢٥)۔(ابن ابی حاتم/١/٥٠)۔(الکشف والبیان الثعلبی/بقرہ/١٦/١/١٥٩)۔(تفسیر الوسیط للواحدی/ایضا/١/٩٢)۔(المحرر الوجیز لابن عطیہ/ایضا/١/٩٨)۔(توفیق الرحمان/ایضا/١/١٠٤)۔(المنیر للزحیلی/١/٨٧)۔(الموسوعہ قرآنیہ/٩/٥٨)۔(الھدایۃ الی بلوغ النھایہ/١٦٩)۔(الوسیط طنطاوی/١/٦٢)۔(قرطبی/١/٢١٠)

حاصل یہ ہے کہ انہوں نے گمراہی وضلالت کو ہدایت کے بدلے خرید لیا۔

یا انہوں نے ضلالتہ وگمراہی کو لے لیا اور ہدایت کو چھوڑ دیا، پس نہ تو ان کی یہ تجارت اُن کیلئے فائدہ مند ثابت ہوئی اور نہ وہ دولت ہدایت ہی حاصل کر سکے۔قرآن کی بتائی ہوئی اس علامت کا مطلب معلوم کر لینے کے بعد اب ذرا معمولی سا غور فرمائیے۔

اللہ جل شانہ نے خود کو مؤمن کہنے والوں کے بارے میں خبر دی ہے کہ وہ خود کو مؤمن بھی کہتے ہیں اور ہدایت کو بیچ کر اس کی جگہ گمراہی وضلالت کو خریدتے ہیں وہ گمراہی وضلالت کے خریدار کون ہیں؟ ظاہر ہے کوئی شخص بھی یہ کہنے کو بالکل تیار نہیں کہ وہ ضلالت کو خریدنے والا اور ہدایت کی جگہ گمراہی کو حاصل کرنے والا ہے لہٰذا تلاش کرنے کیلئے ضرور کچھ جستجو کرنا پڑے گی ذیل کی چند گزارشات ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔اللہ جل شانہ نے قرآن پاک کو کتاب ہدایت بنا کر نازل فرمایا آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے تو کچھ ایسے لوگ جو خود کو مؤمن بھی کہتے ہیں انہوں نے یہ عقیدہ بنالیا کہ قرآن دو طرح کے بن گئے ایک قرآن تو وہ تھا جو حضرت علیؓ نے جمع کیا اور چھ ماہ صرف یہی کام گھر میں بیٹھ کر کرتے رہے پھر وہ قرآن حضرت ابوبکرؓ کو لا کر دیا کہ یہ قرآن میں نے جمع کر دیا ہے اس کو ملک میں رائج کرو، جب وہ قرآن حضرت عمرؓ نے کھول کر دیکھا تو پہلے ہی صفحے پر ۷۰ قریش سرداروں کی برائیاں تھیں تو انہوں نے وہ قرآن واپس حضرت علیؓ کو دے دیا کہ لے جاؤ جناب ہمیں اس کی حاجت نہیں حضرت علیؓ نے وہاں پر مختصر سی تقریر کی اور اس قرآن کو چھپا دیا دوسرا قرآن وہ ہے کہ جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جمع کروایا، اب حضرت علیؓ والا قرآن تو دنیا میں نہیں بلکہ وہ تو ایک غار میں تیرہ سے زیادہ صدیوں سے موجود ہے قیامت کے قریب وہ ظاہر ہوگا اس سے پہلے اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا، اب کوئی سمجھ دار شخص یہ بات کیسے کہہ سکتا ہے کہ جو گروہ حضرت علیؓ کو معصوم اور ہر بلند مرتبے کا مالک مانتا ہے وہ حضرت علیؓ کو سب کچھ مانے مگر حضرت علیؓ کا جمع کیا ہوا قرآن نہ مانے۔

اسی کے ساتھ دوسری شق یہ بھی ہے کہ دوسرا قرآن وہ ہے جس کی نشر واشاعت حضرت عثمانؓ نے فرمائی خود کو مؤمن کہنے والا وہ گروہ جو حضرت علیؓ کو اعلم مانتا ہے وہ حضرت عثمان کو (العیاذ باللہ) کافر، منافق، ظالم، طاغوت ہی نہیں بلکہ شیطان سے بھی بڑا دوزخی اور جہنمی قرار دیتا ہے کیا وہ اس کا جمع کیا ہوا قرآن مان لے گا جس کے بارے میں وہ یہ مذکورہ کفریات بولتا ہے؟ کوئی معمولی سے معمولی عقل رکھنے والا بھی اس بات کو تسلیم نہیں کرسکتا اور اگر تقیہ کی مہربانی نہ ہوتی تو زیر تقیہ دو ہزار سے زائد روایات رگڑے نہ کھاتیں، اب آپ فرمائیں ایک قرآن تو وہ ہے جو عالم کو ہدایت کی راہ دکھا رہا ہے اور ایک قرآن صرف سامرا کی غار کو جنت کی راہ دکھاتا ہے اور اس غار کی خاک و در و دیوار کو رات دن اپنا اعجاز دکھاتا ہے، فرمائیے اس قرآن کے بدلے کہ جس کو آٹھ سال کے کم عمر بچہ سے لے کر معمر بوڑھے تک ہر عمر کے لوگ حفظ کرکے رات دن اس کی تلاوت سے آنکھوں کا نور پاتے ہیں اس کے بدلے میں ایک خود کو مؤمن کہنے والے گروہ نے جو وہ قرآن وضع کیا جس کا سارا فائدہ صدیوں سے صرف غار ہی کو نصیب ہو رہا ہے اور دنیا جہاں والوں کو اس سے محروم

رکھا ہوا ہے تو اس نے اس قرآن کے بدلے کیا حاصل کیا؟ اور اس کی تجارت کہاں تک سود مند ہوئی؟ ''**قد بروا یا اولی الالباب**''۔

۲۔حدیث پاک کا تمام سرمایہ جو نبی ﷺ نے امت کو عنایت فرمایا اور عملی زندگی کی عملی تعلیم جو امت کو عطاء فرمائی اس کے دو حصے ہیں ایک تو مردوں اور مذکر لوگوں کیساتھ معاملات و معاشرت، جو پوری انسانی ضروریات پر حاوی ہے، دوسرا حصہ ازواجی اور گھریلو معاملات و معاشرت کا ہے جس میں خواتین کے متعلق تعلیم و تربیت کا سرمایہ مہیا کیا گیا ہے، کچھ ''امنا'' کہنے والوں کا کہنا ہے کہ جو گھریلو زندگی کا اکثر تعلیمی و عملی سرمایہ امت کو دینے والی امت کی ماں ہے (العیاذ باللہ) وہ کافرہ، منافقہ تھیں لہٰذا دین کا یہ حاصل شدہ سرمایہ تو ناقابل اعتماد ہو گیا، رہا مردوں کے متعلق نظام تعلیم تو جو کچھ صحابہ کرام کے متعلق ان کے نظریات ہیں وہ بھی کسی حد تک اوپر معلوم ہو چکے اب دین کا عملی سرمایہ کہاں سے حاصل کیا جائے؟ جواب ملا کہ دیکھو دین تو بہت بڑی امانت ہے لہٰذا یہ عظیم تر امانت تو اللہ کے نبی کسی معصوم ہستی کے حوالے ہی فرما سکتے ہیں پس آپ ﷺ کے بعد پورے ۱۲ معصوم ہیں لہٰذا اب دین صرف اُن سے حاصل کیا جائے گا۔

چلو ٹھیک ہے حضرت علی المرتضیٰ ؓ سے دین حاصل کرتے ہیں انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو خلیفہ رسول مانتے ہوئے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ لہٰذا یہ ایمان رکھنا چاہیے، ''**اشھدان امیر المؤمنین و امام المتقین ابا بکرن الصدیق ولی اللہ و خلیفتہ بلا فصل**'' تو اُن ''امنا'' کہنے والوں کا جواب آتا ہے نہیں جناب یہ عقیدہ تو سراسر کفر ہے باقی جو بیعت والی بات ہے بیعت تو کی تھی مگر تقیہ کر کے کی تھی، اچھا نماز تو ایمان کے بعد اہم فرض اور عظیم ترین عبادت ہے، لہٰذا یہ حضرت علی ؓ سے سیکھتے ہیں کیا رحمت عالم ﷺ کے بعد وہ خود مسجد نبوی میں امام بن کر نماز پڑھاتے تھے؟ ہر طرف سے جواب نفی میں ہے تو پھر انہوں نے کس کو امام بنانا؟ معلوم ہوا حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو، تو حضرت علی المرتضیٰ ؓ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے بعد از نبی صدیق اکبر ؓ کو امام اول مان لیں؟ ۔۔۔۔۔ امامیہ دین والوں کا جواب ہے کہ نہیں جی یہ بات بھی حضرت علی ؓ کی نہیں مانتی کیوں کہ انہوں نے تقیہ کر کے نماز پڑھی تھی۔

اچھا یہ جو باغ فدک تھا جو کہ بعد از نبی بنتِ رسول سے ایسے غصب کیا گیا کہ وہ اکلوتی بیٹی روتی ہوئی دربار خلافت سے نکلی اور ناراض ایسی ہوئی کہ دنیا سے تشریف لے گئیں مگر راضی نہ ہوئیں یہ باغ کیا حضرت علی ؓ نے اپنے دور خلافت میں سیدۃ فاطمۃ الزھرا کی اولاد کو عنایت فرما دیا تھا؟ جواب ملتا ہے نہیں انہوں نے بھی نہیں دیا تھا۔ تو پھر نبی کی تعلیم بقول

آپ کے ان معصوم امام سے لیتے ہیں اگر یہ فدک کا معاملہ ویسا ہی ہوتا تو حضرت علی جو دین کے وارث ہیں ان کو دین پر عمل کرتے ہوئے فدک حق داروں کو دے دینا لازم تھا اور اگر نہیں دیا تو پھر وہ بھی ویسے غاصب وظالم شمار ہو جائیں گے جیسے پہلے والے: مگر یہاں بھی زبان تقیہ یہی کہتی ہے کہ نہیں جناب: ٹھیک ہے پہلوں کی طرح علی نے بھی فدک کا معاملہ جوں کا توں رکھا مگر ہم اس بنا پر علی کو کچھ نہ کہیں گے۔

بلکہ امامیہ دین بتاتا ہے کہ فدک کا معاملہ صدیقی دور میں جیسا تھا حیدری دور میں بھی ویسا ہی تھا نہ وہ باغ صدیق نے بنتِ رسول کو دیا اور نہ علی نے دیا مگر اس ایک ہی طرح کے معاملے کے باوجود انجام دونوں کا بلکل الگ تھلگ ہے صدیق اکبرؓ نے نہ دیا تو غاصب اور نا معلوم کیا سے کیا کہلائے اور حضرت علیؓ نے نہ دیا تو وہ تقیہ کا اجر عظیم پا گئے۔ گویا یہاں بھی حضرت علیؓ سے محبت تو بہت ہے مگر ہم اس موقعہ پر دین ان سے نہیں لے سکتے کیوں کہ یہ کام تو انہوں نے تقیہ کر کے کیا تھا، مذید حضرت علیؓ کی زبانی جو کچھ امامیہ دین نقل کرتا ہے وہ اس دین کی اول درجہ میں سمجھی جانے والی کتاب الکافی کے حصہ روضہ میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے طویل روایت ہے کہ ایک روز حضرت علیؓ کے پاس صرف ان کے اہل بیت اور خاص لوگ تھے وہاں پر انہوں نے فرمایا:

یعنی: مجھ سے پہلے حکام نے کچھ ایسے کام کئے ہیں جن میں اللہ کے رسول ﷺ کی جان بوجھ کر مخالفت کی ہے اور سنت کو بدل ڈالا ہے اگر میں لوگوں کو ان کاموں کے چھوڑ دینے کا حکم کروں اور ان کاموں کو ان کے اس اصلی حال کی طرف لوٹا دوں جو رسول اللہ ﷺ کے دور میں تھی تو میرا لشکر مجھ سے علیحدہ ہو جائے گا، آگے مذید کچھ کاموں کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے کہا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

اگر میں فدک فاطمہ کے وارثوں کو دے دوں اور جو معافیاں رسول ﷺ نے بعض لوگوں کو دی تھیں جو انکو نہیں دی گئیں نہ ان کا نفاذ ہوا وہ ان کو دے دوں اور جو ظلم کے فیصلے کئے گئے ہیں ان کو رد کر دوں اور کچھ عورتیں جو بعض مردوں کے تصرف میں ناجائز طور پر ہیں ان کو نکال کر ان کے شوہروں کے حوالے کر دوں اور لوگوں کو احکام قرآنی پر عمل کرنے کا حکم دے دوں اور وظیفوں کا رجسٹر منسوخ کر دوں اور جس طرح رسول ﷺ لوگوں کو برابر برابر دیتے تھے اسی طرح دوں اور موزوں پر مسح کرنے کو حرام کر دوں تو یقیناً لوگ مجھ سے جدا ہو جائیں گے اللہ کی قسم میں نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ رمضان میں سوا فرض کے اور کسی نماز میں جماعت نہ کریں اور ان کو آگاہ کیا کہ نوافل میں جماعت کرنا (یعنی تراویح میں) بدعت ہے تو میرے ہی لشکر کے بعض لوگ جو میرے ساتھ ہو کر لڑتے ہیں پکارنے لگے کہ اے اہل اسلام عمر کی

سنت بدل دی گئی یہ شخص ہمیں ماہ رمضان میں نفل پڑھنے سے روکتا ہے (روضۃ الکافی از محمد بن یعقوب کلبنی)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت علیؓ کے دور خلافت میں بڑے بڑے حرام کام ہوتے رہے، جو دین پر عمل کیا ہے وہ سب ٹھیک اللہ کا حکم نہ تھا بلکہ وہ ناجائز اور بے دینی کے کام تھے مگر چونکہ وہ حضرات تقیہ کرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ پاتے تھے لہٰذا انہوں نے تقیہ کرلیا، اب اس بات کی ضرورت پیش آ گئی کہ معلوم کیا جائے کہ مکتب اہل بیت کے بانی جو عمل کر گئے ان میں سے کون کون سے کام تقیہ کے تھے اور کون کون سے اصلی؟ کیا اس فرق کو گزرے ہوئے گیارہ اور موجودہ غائب ہوئے جانے والے نبی کی مثل امام نے اس بارے میں کوچھ وضاحت کی ہے؟ چنانچہ جب تلاش کیا جاتا ہے تو از اول تا آخر کوئی معصوم امام کا قول اس بات کی تفریق نہیں کرتا، اس دین کی کتابوں میں جو درج ہے وہ یہ ہے کہ کسی صاحب نے امام سے پوچھ لیا کہا حضور ایسی بستی میں ہوں جہاں کوئی آیۃ اللہ، مجتہد نہیں رہتا جس سے مسئلہ پوچھ کر اس پر عمل کروں لہٰذا آپ بتاؤ ایسی جگہ پر رہتے ہوئے میں اپنے دین پر کیسے عمل کروں؟ جواب آیا کہ سنی عالم سے جا کر مسئلہ معلوم کرو جو وہ بتائے اس کے خلاف پر عمل کرلو کیونکہ "**دع ماوافق القوم فان الرشد فی خلافه**" (قوم) مسلمانوں (اہل سنت) کی موافقت کرنے سے اجتناب کرو کیونکہ سیدھا راستہ تو سنیوں کی مخالفت کرنے میں ہے۔

اب اس ساری بحث کا جائزہ لیں، حضور اکرم ﷺ سے دین حاصل کرنے والے صحابہ تو (العیاذ باللہ) مرتد، منافق ہو گئے، گھریلو زندگی بتانے والی زوجہ رسول حضرت عائشہؓ وغیرہ بھی منافقہ ہوگئیں باقی رہ گئے آل رسول کے کچھ لوگ، مگر وہ بھی تقیہ کر کے غاصبوں ظالموں وغیرہ کے ہاتھوں پر بیعت کرتے رہے ان کی اقتدا میں کھڑے ہو کر نمازیں ادا کرتے رہے پھر جب اللہ تعالیٰ نے خلافت واقتدار عطا فرما دیا تب تو تقیہ کی صورت حال پہلے سے بھی زیادہ خطرناک ہوگئی جیسا کہ گزرا، چلو یہ سب کچھ مجبور ہو کر کرلیا گیا اب جو دین اس دوسری جماعت سے ملا اس میں کچھ تو تقیہ ہے اور کچھ تقیہ کے بغیر ہوگا، گویا امامیہ دین نے خود اس دین کو خلط ملط کر دیا، یہی وجہ ہے کہ اصول اربعہ میں نبی کی چار بیٹیاں بھی ہیں اور ایک بھی، خلفاء کی تعریف بھی ہے اور تنقید بھی، فروعات میں ہر مسئلہ پر ۲،۲ طرح کی روایات تو عام معمول کی بات ہے لہٰذا "**تهذيب الاحكام**" اور "**من لا يحضره الفقيه**" ایک ہی قلم کار کی تصانیف ہیں جس میں وہ خود امام بن کر امام کی دو متضاد باتوں میں بیٹھ کر فیصلہ کرتا ہے کہ یہ روایت تقیہ ہے اور یہ اصل، اب جب صورت حال یہ ہو تو خود ہی بتایئے یہ دین قابل اعتماد رہے گا؟

اس صورت حال کو سامنے رکھ کر قرآن ملاحظہ فرمائیں، انشاء اللہ مطلع صاف ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اولئک الذین اشترو الضلاتہ بالھدی" کہ انہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو خرید لیا ہے۔

۳۔ اللہ جل شانہ نے قرآن پاک میں بہت سارے مقامات پر اپنی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم فرمایا ہے جس کا عام فہم مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے اپنی اطاعت اور رسول کی اطاعت کے حکم کو جوڑا، عقائد ہوں یا عبادات اللہ کا فرمان اور رسول اللہ کا فرمان ہدایت کا چراغ اور راہ دکھانے والا ہے کیا اس ہدایت کو ایمانی دعویٰ کرنے والے تمام گروہوں نے قبول کر لیا؟ امر واقعہ یہ ہے کہ قرآن پاک کی تفسیر ہو یا حدیث پاک کا ذخیرہ، کچھ ایمان کا دعویٰ کرتے ہوئے "امنا باللہ و بالیوم الآخر" کہنے والوں نے اس کے متوازی تفسیر وحدیث وغیرہ کا ایک وسیع و عریض ذخیرہ بنایا ہوا ہے جہاں پر نبوت کی جگہ امامت معیار ہدایت کہلاتا ہے اور قال الرسول کی جگہ قال ابوعبداللہؒ کا سکہ چلتا ہے جنت کو پانے کیلئے اپنے آپ کو نبوت سے جوڑنے کی بجائے امامت سے جوڑنا ضروری ہے امت کا رشتہ ہادی برحق ختمی مرتبت سے کاٹ کر پورے بارہ متوازی حضرات، جو کہ ان کے ہاں معصوم، منصوص، مفترض الطاعۃ امام ہیں اُن سے جوڑا جانا ان کے ہاں (لابدی) لازمی امر ہے کہ اس کے بغیر نجات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، پس آپ کو نماز سیکھنی ہے تو قال رسول ﷺ نہیں قال ابوعبداللہ ﷺ یا دیگر ۱۰ گیارہ نام کا قال چلے گا، روزہ ہو یا زکوٰۃ، حج ہو یا دیگر عبادات، معاملات ہو معاشرت قال رسول اللہ کی بجائے وہاں پر قال باقر وغیرہ سے راہِ نجات ملے گی تاکہ اِن گیارہ بارہ قال کے ذریعے قال الرسول کا سکہ موقوف کر دیا جائے یوں امت کا رشتہ اس عظیم عطیہ خداوندی سے کٹ جائے۔ یہ وہ نظریہ ہے جو اس دین کی اساس ہے اس دین کی خشت اول اسی نظریہ پر رکھی گئی ہے باقی تمام نظریات اسی ایک نظریہ کے گرد گھومتے ہیں یہ اصل الاصول باقی سارے دین کیلئے ریڑھ کی ہڈی ہے۔

یہاں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ ۱۲ کے عدد سے جو نظریہ ایجاد کیا گیا اس بارے میں وہ جن کا نام لیتے ہیں وہ ہی غلط ہے جس کی تفصیل انشاء اللہ الگ کتابچہ میں عرض کی جائے گی دوسرا یہ کہ خود اس دین کے گھر سے یہ شہادات و گواھیاں ملتی ہیں کہ اُن نفوس قدسیہ کے اوپر بے حد جھوٹ بولے گئے اور جب وہ اپنے اوپر باندھے گئے بہتان اور منسوب کیئے گئے جھوٹ سنتے تو اُن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔

لہٰذا جو کچھ اس طرح کی خرافات اُن کے نام سے جاری کی گئی ہیں ان خرافات کا اُن نفوس قدسیہ کے ساتھ ذرا تعلق بھی نہیں

بھلا جو امت کو اپنے نانا سے جوڑنے میں زندگیاں قربان کر گئے وہ کیسے امت کا رشتہ ان کے اپنے حبیب سے توڑیں گے اور قال الرسول کے چشمہ ہدایت کو موقوف کر کے اس کی جگہ کوئی دوسرا قال کھڑا کرنے کو درست سمجھیں گے؟ اس وضاحت کے بعد ہر ذی عقل خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ جنہوں نے امت کا اُن کے نبی سے رشتہ قطع کرنے کی غرض سے قال الرسول کی جگہ کئی دیگر قال وضع کیئے انہوں نے قال الرسول کے بدلے کیا خریدا، نبی سے رشتہ و براہ راست نسبت کو بیچ کر اس کے بدلے کسی دوسری طرف اپنی نسبتوں کے ٹانکے لگائے تو بدلے میں کیا ملا، ضلالت یا ہدیت؟؟؟ اور ان کی یہ تجارت سود مند ہوئی یا غیر نفع بخش ہوئی؟؟؟

۴۔صحابہ کرام وہ جماعت ہے جن کو ایمان کے بارے میں معیار بنایا گیا ہے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُواْ كَمَا آمَنَ النَّاس (البقرہ ۱۳)

یہی لوگ ہیں جو رسول اکرم ﷺ پر اترے قرآن کے ناقل بھی ہیں اور راوی بھی، عینی شاہد بھی ہیں اور کاتب بھی، نیز قرآن پاک کا عملی نمونہ حضرت نبی کریم ﷺ کی حیات مبارک کے شاہد و ناظر بھی ہے اور مطیع و فرمانبردار بھی، وہ راوی حدیث رسول بھی ہیں اور امت کے استاد بھی، اِن راویان حدیث رسول ﷺ کو بعضوں نے قبول نہیں کیا بلکہ پوری صحابہ کرامؓ کی جماعت میں سے صرف چند حضرات کا نام قبول کیا تو سہی مگر اُن سے رسول ﷺ کی ۱۰ روایات بھی نقل نہ کیں جس کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام کو قبول نہ کرنے کی اصل وجہ اُن کا اس سرمایہ نبوی کی حفاظت کرنا ہے، جو امت کو گمراہی کی ذلت سے نکال کر ہدایت کی شارع پر گامزن کرنے والا ہے چنانچہ اِن روایانِ حدیث کی جگہ پر جن کو اس دین نے قبول کیا ذرا ان کا معمولی سا نقشہ تو دیکھ لیں

حماد کہتا ہے کہ ایک مرتبہ ابو بصیر امام جعفر صادق کے دروازے پر بیٹھا اندر جانے کی اجازت طلب کر رہا تھا جب اجازت نہ ملی تو کہنے لگا "لو كان معنا طبق لاذن" اگر ہمارے پاس بھی بھرا ہوا (ہدیہ وغیرہ) کا طبق ہوتا تو ہمیں بھی ضرور اجازت مل جاتی، راوی کا کہنا ہے کہ اتنی دیر میں کتا آیا اور اس نے ابو بصیر کے منہ پر پیشاب کر دیا (چونکہ اس کو نظر کم آتا تھا ویسے بھی نیند کا غلبہ تھا لہٰذا اس کو پتہ نہ چلا کہ یہ پانی کیسا ہے لہٰذا) قال اُف اُف ماھذا"، یعنی کہنے لگا اُف اُف یہ کیا ہوا؟ تو ساتھ والے نے جواب دیا "ھذا کلب شغر فی وجھک" یہ کتا تھا جس نے تیرے منہ میں پیشاب کر دیا ہے (رجال کشی صفحہ ۱۰۱ تحت احوال ابو بصیر)۔

ان راویوں میں ایک مایہ ناز اوراس دین کا دنیائے روایت میں اقتاب نصف النھار زراہ بھی ہے جس کے بارے میں تاجدار فقہ جعفری امام جعفر صادق کا لعنتوں کی برسات کرنا رجال کشی کے صفحہ ۱۳۵ پر موجود ہے، ایک مرتبہ نہیں بار بار ایک نہیں متعدد روایات تو وہ ہیں جو صرف رجال کشی میں اس مقام یعنی احوال زراہ کے تحت موجود ہیں۔

نیز اس دین کے ایک مایہ ناز راوی محمد بن مسلم بھی ہیں اس کے بارے میں امام جعفر کیا فرماتے ہیں؟ ملاحظہ ہو:

اللہ تعالیٰ محمد بن مسلمہ پر لعنت کرے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کے ہونے سے پہلے اس کا علم نہیں ہوتا (تنقیح المقال جلد ۳ صفحہ ۱۸۶)

ان میں ایک راوی اسماعیل جعفی بھی ہے:

امام جعفر فرماتے ہیں اے ابوالصباح اپنے دین کے بارے میں شک کرنے والے ہلاک ہوگئے ان شک کرنے والوں میں زرارہ محمد بن مسلمہ اور اسماعیل جعفی ہیں (رجال کشی صفحہ ۱۵۱ تحت احوال محمد بن مسلمہ)

صحابہ کرامؓ سے تعلق کو نہ صرف توڑ کر بلکہ اس جماعت سے دشمنی وعداوت رکھ کر اور اُن پر تبرا کر کے جو کچھ بدلے میں لیا اس کی معمولی سی جھلک اوپر آپ نے ملاحظہ فرمالی، اب آپ ہی غور فرمائیں کہ ان نفوس قدسیہ کے بدلے میں جو کچھ انہوں نے حاصل کیا وہ کیا ہے؟ ہدایت یا گمراہی۔ اوران کی یہ تجارت سود مند ہوئی یا باعث خسران!

باب نمبر ۱۲

”وہ جو گونگے، بہرے اور اندھے ہو گئے“

دسویں علامت: محروم الھدایت گروہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لاَ يَرْجِعُونَ (البقرہ/۱۸)

کہ وہ بہرے، گونگے، اندھے ہیں پس وہ لوٹیں گے نہیں

اس سے قبل ۱۴ نمبر کی آیت میں اللہ جل شانہ نے ان کی نویں علامت یہ ارشاد فرمائی تھی کہ وہ ہدایت کے بدلے گمراہی کے خریدار ہیں اس علامت کو بیان کرنے کے بعد یہ دسویں علامت ہے جو یہ بتا رہی ہے کہ آپ جتنے مرضی روشن دلائل اور واضح حقائق ان کو سمجھا دیں وہ ہدایت کی طرف لوٹنے والے نہیں ہیں، اس علامت کی وضاحت سے قبل حضرات مفسرین کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں

اہل علم اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں

قال ابو جعفر و هذا خبر من الله جل ثناء ہ عن المنافقين انهم باشترائهم الضلالته بالهدى لم يكونو اللهدىٰ و الحق مهتدين بل هم صم عنهما فلا يسمعونها لغلبته خزلانِ الله عليهم بكم عن القيل بهما فلا ينطقون بهما و البكم الخرس و هو جماع ابكم ، عمى عن ان يبصروهما فيعقلوهما لان الله قد طبع على قلوبهم بنفاقهم فلا يهتدون

ابو جعفر کہتے ہیں کہ یہ اللہ جل ثناء ہ کی طرف سے منافقین کے بارے میں خبر دی گئی ہے کہ انہوں نے ہدایت کے بدلے میں گمراہی کو خرید لیا ہے ہدایت اور حق کو حاصل کرنے والے نہیں ہوئے بلکہ (ہدایت وحق) ان دونوں چیزوں کے بارے میں وہ بہرے ہیں کہ ان دونوں کو سنتے نہیں اس غلبہ دھوکہ کی وجہ سے (جو ان کے اعمال بد کے سبب) اللہ تعالیٰ نے ان پر ڈال دیا، گونگے ہیں ان دونوں (ہدایت وحق) کے بولنے سے پس وہ ان دونوں کو بولتے نہیں اور ”البکم“ کے معنی الخرس بھی ہے اور وہ تمہارے پاس کا جماع کرنا ہے اور وہ اندھے ہیں ان دونوں کو دیکھنے سے کہ وہ ان دونوں کو سوچیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے ان کے نفاق کی وجہ سے پس وہ ہدایت حاصل نہیں کریں گے (ابن جریر طبری/بقرہ/۱۸/۱/۳۳۰)

عن ابن عباس، صم بکم عمی عن الخیر....... عن ابن عباس صم بکم عمی یقول لا یسمعون الھدیٰ ولا یبصرونه ولا یعقلونه ..... عن قتادہ قوله صم بکم عمی، صم عن الحق فلا یسمعونه عمی عن الحق فلا یبصرونه بکم عن الحق فلا ینطقون به

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ بہرے، گونگے، اندھے ہیں خیر سے (روایت نمبر ۳۹۸) حضرت ابن عباس "صم بکم عمی" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ ہدایت کو نہیں سنتے اور نہ اس کو دیکھتے ہیں اور نہ اس کو سوچتے ہیں (ایضا/۳۹۹) حضرت قتادہ "صم بکم عمی" کے بارے میں فرماتے ہیں حق سے بہرے ہیں پس وہ اس کو سنتے نہیں اور حق سے اندھے ہیں اس کو دیکھتے نہیں اور حق سے بہرے ہیں اس کو بولتے نہیں (ایضا/۴۰۱)

عن ابن عباس صم بکم عمی عن الخیر

خیر سے بہرے، گونگے، اندھے ہیں (الصحیح المسبور عن التفسیر الماثور/البقرہ/۱۸/۱/۱۱۳)۔(درمنثور/بقرہ/۱۸/۱/۸۲)

صُمٌّ عن سماع دواعی الحق بآذان قلوبھم، بکم عن مناجاہ الحق بالسنته اسرار ھم عمی عن شھود جریان المقادیر بعیون بصائرھم ..... و یقال صُمٌّ عن السماع بالحق بُکْمٌ عن النطق بالحق عُمْی عن مطالعته الخلق باالحق

بہرے ہیں اپنے دل کے کانوں کے ساتھ دواعی حق کو سننے سے، گونگے ہیں مناجات حق کو زبان کے اسرار کے ساتھ بولنے سے اندھے ہیں قدرت کے مظاہر کو عبرت کی آنکھوں کے ساتھ دیکھنے سے۔۔۔۔۔۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ (اسکا مطلب یہ ہے کہ) حق کو سننے سے بہرے، حق کو بولنے سے گونگے حق کے ساتھ مخلوق کا مطالعہ کرنے سے اندھے ہیں۔(تفسیر القشیری الطائف الاشارات/ازعبدالکریم بن ہوازن القشیری متوفی/۴۶۵ھجہ/البقرہ/۱۸/۱/۶۶)

الصم: انسداد منافذ السمع وھو اشد من الطرش: وفی البکم ثلاثته اقوال، احدھا انه الخرس: قاله مقاتل و ابوعبید و ابن فارس (زادالمسیر/بقرہ/۱۸/۱/۳۷)

"الصم" کانوں کی کھڑکیاں ختم ہو جانا ہے اور یہ بہرا پن سے زیادہ سخت ہے اور "البکم" کے معنی میں ۳ اقوال ہیں، ایک یہ کہ اس کا معنیٰ "الخرس" ہے، مقاتل، ابوعبید اور ابن فارس اسی کے قائل ہیں۔

ابی طلحه عن ابن عباس: صُمٌّ بُکْمٌ عُمْی یقول، لا یسمعون الھدی ولایبصرونه ولا یعقلونه

ابوطلحہ ابن عباس سے "صم بکم عمی" کے بارے میں نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ وہ ہدایت کو نہیں سنتے اور نہ

اسکو دیکھتے ہیں نہ ہی اس کو سوچتے ہیں (تفسیر ابن ابی حاتم / بقرہ ۱۸/۱/۵۳)

(صُمٌّ) ترکھم قبول مایسمعون (بُکْمٌ) ترکھم القول بالخیر (عُمْی) ترکھم ما یبصرون من الھدایتہ

بہرے ہیں انہوں نے چھوڑ دیا قبول کرنا جس کو وہ سنتے ہیں (بکم) گونگے ہیں انہوں نے خیر کو بولنا ترک کر دیا ہے، اندھے ہیں انہوں نے ہدایت کی طرف دیکھنا ترک کر دیا ہے (الوجیز للواحدی / البقرہ ۱۸/۱/۹۴)

صُمٌّ ، اصل الصم، الانسداد قناة صماء ای غیر مجوفتہ و صممت القارور سددتھا فالاصم المسند خروق السامع: (بُکْمٌ) البکم آفتہ فی اللسان تمنع معھا اعتمادہ علی مواضع الحروف او الابکم الذی یولداخرس، اوالمسلوب الفواد الذی لا یعیی شیاء ولایفھمہ او الذی جمع الخرس وذھاب الفوادصموا عن سماع الحق فلم یتکلموابہ ولم یبصروہ

"صُم" کی اصل آلات سماعت کا انسداد کرنا ہے یعنی بغیر کھوکھلا پن کے اور روک دیا ذرائع سماعت کو پس "صُم" (زیادہ بہرا) سامع کے متضاد کو کہتے ہیں "بکم" یہ زبان میں پائی جانے والی وہ بیماری ہے جو حروف کو اپنے مخارج سے ادا کرنے میں رکاوٹ بن جاتی ہے یا تمہارا والد جو اخرس کو پیدا کرتا ہے یا جس کا دل سلب ہو گیا ہو جو کسی چیز کو نہ سمجھ سکتا ہو اور نہ کوئی شے اس میں آتی ہے اور وہ جو خرس کو جمع کرتا ہے اور اس کا دل جاتا رہتا ہے وہ بہرے ہیں حق کو سننے سے پس نہ حق بولتے ہیں اور نہ اس کو دیکھتے ہیں (تفسیر العزبن سلام / البقرہ ۱۸/۱/۱۰۷)

فَھُمْ لاَ یَرْجِعُوْنَ (البقرہ/۱۸)

پس وہ لوٹیں گے نہیں۔

اہل علم اس کا مطلب بیان فرماتے ہیں

فَھُمْ لاَ یَرْجِعُوْنَ: الی الاسلام

پس وہ اسلام کی طرف نہیں لوٹیں گے۔ (تفسیر العزبن اسلام / البقرہ ۱۹/۱/۱۰۷)

ابن مسعود و عن ناس من اصحاب النبی ﷺ (فَھُمْ لاَ یَرْجِعُوْنَ) فَھُمْ لاَ یَرْجِعُوْنَ الی الاسلام

ابن مسعودؓ اور کئی اصحاب نبی ﷺ (فرماتے ہیں) پس وہ اسلام کی طرف نہیں لوٹیں گے (ابن جریر طبری / البقرہ ۱۸/

روایت نمبر۴۰۳رج۱رص۳۳۲)۔(تفسیر ابن ابی حاتم ربقرہ ۱۸ر روایت نمبر ۱۷۸ر باب الوجہ الثانی رج۱ر۵۳)۔
(ایجاز البیان عن معانی القرآن تحت الحاشیہ رالبقرہ ۱۸ر۱ر۴۲)۔(زادالمسیر فی علم التفسیر رالبقرہ ۱۸ر۱ر
۱۳۷)۔(البحر المحیط فی التفسیر رالبقرہ ۱۸ر۱ر۱۳۴)۔(تفسیر ابن کثیر رایضا ر۱ر۱۸۹)۔(الدر المنثور فی التفسیر الماثور ر
ایضا ر۱ر۸۱)۔(فتح القدیر للشوکانی رایضا ر۱ر۵۶)

حضرت قتادہ فرماتے ہیں

ای لا یتوبون ولا یذکرون

یعنی نہ تو وہ توبہ کریں گے اور نہ ہی غور وفکر کریں گے۔(ابن جریر طبری رالبقرہ ۱۸ر۱ر۳۳۲)۔(الصحیح المسبور من التفسیر
بالماثور رالبقرہ ۱۸ر۱ر۱۱۳)۔(تفسیر ابن ابی حاتم رالبقرہ ۱۸ر باب الوجہ الثانی ج۱رص ۱۱۳)

حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں

ای فلا یرجعون الی الھدی ولا الی خیر فلا یصیبون نجاتاً ماکانوا علی ماھم علیه (ابن جریر طبری ر
البقرہ ۱۸ر۱ر۳۳۲)

یعنی وہ ہدایت کی طرف نہیں لوٹیں گے اور نہ خیر کی طرف لوٹیں گے پس وہ نجات حاصل نہیں کر سکیں گے اس چیز سے
جس پر وہ جمے ہوئے ہیں

ڈاکٹر حکمت بن بشیر بن یاسین نے بھی اپنی تفسیر الصحیح المسبور من التفسیر بالماثور میں سورۃ البقرہ ۱۸ کے تحت یہ روایت ج
۱،ص ۱۱۳ پر نقل کی ہے۔

الشیخ ابوالحسن علی الواحدی نیشاپوری اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں

فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ: عن الجهل و العمى الى الاسلام (الوجیز للواحدی رالبقرہ ۱۸ر۱ر۹۴)

یعنی وہ اپنی جہالت اور اندھے پن سے اسلام کی طرف نہیں لوٹیں گے

فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ الی الھدیه

یعنی وہ ہدایت کی طرف نہیں لوٹیں گے۔(بحر العلوم سمرقندی ربقرہ ۱۸ر۱ر۳۱)

اِن چند ارشادات سے آیت کا کسی حد تک مطلب واضح ہو گیا ہوگا، اب غور طلب امر یہ ہے کہ ایسا گروہ جو "**امنا بالله و
بالیوم الآخر**" کہہ کر مؤمن ہونے کا دعویدار بھی ہو اور حق بات کے سننے سے بہرا، حق بولنے سے گونگا اور حق کو دیکھنے

سے اندھا بھی ہو۔ ایسا کہ ہدایت، اپنے جرم عظیم سے توبہ، اور اسلام کی طرف لوٹنے والا نہ ہو آخروہ کون سا گروہ ہوسکتا ہے، آیت کا سادہ سا مطلب سامنے آجانے سے یہ اندازہ ہوجاتا ہے کہ جس گروہ کا اس آیت میں تعارف کروایا گیا ہے یہ ایسا گروہ ہے جس سے اللہ جل شانہ نے ہدایت کی توفیق ہی سلب کر لی ہے اب اس گروہ کو ہدایت حاصل ہونا بہت بعید ہے پس یہ وہی لوگ ہوں گے جن کو اللہ جل شانہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ (البقرہ/۷) کے خطاب سے بیان فرماتا ہے اب ذرا سنجیدگی کے ساتھ تلاش فرمایئے کہ آخروہ کون لوگ ہیں؟

ا۔قرآن پاک میں اللہ جل شانہ نے شروع سورۃ بقرہ ہی میں قرآن کو ھادی بتایا ہے کہ یہ راستہ دکھانے والا ہے

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ (البقرہ/۲)

(یہ کتاب) تقوی والوں کو راہ دکھاتی ہے

هُدًى لِّلنَّاس (البقرہ/)

(یہ کتاب) تمام لوگوں کو راہ دکھاتی ہے

مگر اپنے مؤمن ہونے کے دعویداروں نے متوازی دین کی خشت اول ''امامت'' کے نام سے وضع کی، جس کو ثابت کرنے والا ایک چھوٹا سا حرف بھی پورے قرآن میں موجود نہیں، پس جب شک وشبہ سے پاک قرآن کو عقیدہ کیلئے معیار بنایا جائے اور کہا جائے کہ عقیدہ ظنی دلیل سے نہیں یقینی خبر سے بنتا ہے اور یقین کا فائدہ قرآن پاک کی قطعی الدلالۃ خبر سے حاصل ہوتا ہے اور اس طرح کی خبر قرآن مجید میں سرے سے موجود ہی نہیں جس کا اعتراف کرنے پر تو تم بھی مجبور ہو (دیکھو کشف اسرار از امام خمینی تحت گفتار دوم) جب یہ سوال کیا جائے تو آپ دیکھیں گے کہ امامیہ دین کے یہاں ''صُمٌّ بُكْمٌ عُمْیٌ'' کا عملی نقشہ نظر آنے لگے گا۔

۲۔قرآن مجید میں اللہ جل شانہ نے اعلان فرمایا ہے۔

فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا (البقرہ/)

آمِنُواْ كَمَا آمَنَ النَّاسُ (البقرہ/۱۳)

یہ اور اس طرح کی متعدد آیات ایمان کا ایک معیار پیش کر رہی ہیں اور وہ ختمی مرتبت ﷺ کی مبارک جماعت ہے کہ اگر تو تم صحابہ کی طرح سے ایمان لے آؤ گے پھر تو ہدیات تمہارا مقدر ہوگی ورنہ ایمان کی دولت نصیب نہ ہوسکے گی جب ہادی برحق پر نازل ہونے والا کلام ہدایت حاصل کرنے کا قیمتی نسخہ بیان فرماتا ہے کہ آپ بھی اُن (صحابہ) کی طرح

سے ایمان لے آؤ اور قصر گمراہی میں رسوا ہونے سے خود کو بچاؤ تو یقین جانیئے قرآن کے صاف اور واضح ارشاد کے آگے صحابہ کرام کے دشمن ''صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ'' کا عملی نمونہ بنے نظر آئیں گے۔

۳۔ایک مقام پر رب ذوالجلال کا اعلان ہے۔

والسابقون الاولون من المهاجرين و الانصار.... (التوبہ)

ایمان میں سبقت کرنے والے مہاجرین اور انصار اور وہ لوگ جنہوں نے احسان بھلائی کے کام میں اُن کی تابیعداری کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔

اس آیت میں اللہ جل شانہ نے صحابہ کرام کی ۲ جماعتوں کا باقاعدہ نام لیا ایک مہاجرین ، جو دین کی وجہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تھے۔

دوسرے انصار کہ جنہوں نے اِن دین والوں کی نصرت کی تھی ان کو اصل اور بنیاد بنا کر بعد میں آنے والے وہ لوگ جو اِن مہاجرین وانصار کے پیچھے چلے اور بھلائی کے کاموں میں ان کی اتباع کی ان سے اللہ تعالیٰ اپنی خوشنودی ورضا کا اعلان کر رہا ہے، قرآن کا یہ انداز کلام صاف بتا رہا ہے کہ مہاجرین وانصار احسان میں اصل معیار اور اولین بنیاد ہیں باقی تو ان کے تابع اور ان کے طفیلی ہیں اِن دونوں مہاجرین وانصار کو ایمان واحسان میں اصل اور معیار بنا کر اُن سے اپنی رضا کا اعلان فرمایا اور جو ان کا تابیعدار بن جائے وہ بھی ان کے تابع رہ کر اس نعمت عظمیٰ کا حق دار بن گیا اسی بنا پر دینی امور میں مہاجرین وانصار کو بنیادی اور اصل کی حیثیت حاصل تھی جب حضرت علیؓ نے اپنی خلافت کا درست ہونا بیان فرمایا تب انہوں نے بھی انہی مہاجرین وانصار کے طریقہ کو بطور دلیل وسند کے بیان فرمایا (نہج البلاغہ وغیرہ) لہٰذا دین کا مسئلہ خلافت ہو یا دیگر دینی امور، قرآن پاک کی اتباع کرتے ہوئے اُن سابقین اولین کی اتباع کرو، کہ خود حضرت علیؓ کا آپ کی کتب میں بیان کیا ہوا معیار یہی ہے صرف یہی نہیں بلکہ حضرت علیؓ کا اپنے سابقہ حضرات کے ہاتھ پر بیعت کرنا ان کا قاضی بن کر فیصلے کرنا مشوروں میں شریک ہونا، ان کی اقتدا میں نماز ادا کرنا وغیرہ جیسے اموراس کا عملی ثبوت ہے لہٰذا ان کی تابیعداری کا دعویٰ سچا ہے تو اس پر عمل کرو، تو آپ دیکھیں گے کہ قرآنی حکم کے سننے، بولنے اور دیکھنے میں تو یہ لوگ ''صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ'' کی عملی تفسیر ہوں گے رہا اتباع ہدایت تو قرآن نے کیسا بہترین نشان ارشاد فرما دیا ''فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ'' کہ وہ حق کی طرف نہیں لوٹیں گے'' کیا اب بھی وہ لوگ نہ پہچانے جاسکیں گے جن کو خلاق عالم نے ''وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ'' سے متعارف کروایا ہے؟

۴۔اذ یقول لصاحبہ لا تحزن

اس آیت میں اللہ جل شانہ نے آپ ﷺ کی ہجرت کا وہ واقعہ نقل کیا ہے جو اسلامی تاریخ کے انتہائی نازک موڑ پر واقع ہے آپ ﷺ پر کافروں نے آپس کے مشورے کے بعد ایسے طور پر حملہ کر دیا کہ قبائل کے جوان جمع ہو کر رات کے وقت مکان کا محاصرہ کر کے کھڑے ہو گئے کہ جوں ہی آپ باہر تشریف لائیں گے تو وہ حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیں گے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حالات سے آگاہ فرمانے کے ساتھ ہجرت کا حکم فرمادیا آپ ﷺ صدیق اکبرؓ کو ساتھ لے کر غار میں تشریف لے گئے جہاں ۳ یوم قیام کیا اس موقعہ پر آپ ﷺ نے اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو آرام کرنے کیلئے فرمایا اور خود صدیق کی معیت میں غار میں تشریف لے گئے اب حب علی کا دعوی کرنے والوں نے حضرت علی المرتضیٰ کی کمال قربانی کا خوب خوب تذکرہ کیا کیونکہ یہ بہت نازک وقت ہے بستر پر سونا کوئی معمولی کام نہ تھا سیدھی سادی جان کی قربانی تھی کیونکہ یہ بستر جو اس ذات کا تھا جس کو العیاذ باللہ شہید کرنے کا کفار فیصلہ کر چکے تھے پس آپ کے بستر پر سونا جان کی بازی لگانے کے مترادف تھا اور جس نے یہ قربانی دی وہ آپ کا بڑا ہی جانثار اور وفادار تھا لہٰذا ان لوگوں نے خوب مصالحہ سازی کر کے اس واقعہ کو نقل کیا ہے مگر جب اُن سے کہا جائے کہ بستر پر سونا بہت بڑی وفا ہے تو بستر والے کے ساتھ غار تک اور غار سے مزار تک کا سفر کرنا اور پہرہ دینا، اس سے بھی بڑی وفا و قربانی ہے بلکہ یہیں سے تو مراتب کا فرق سمجھ آتا ہے گویا صدیق و حیدر میں فرق مراتب کی وہی صورت ہے جو بستر اور بستر والے میں فرق ہے ایک کو اللہ تعالیٰ نے بستر دیا کہ وہ وہاں آرام کرے دوسرے کو اللہ نے بستر والا دیا کہ وہ آرام قربان کر کے پہرے داری کرے، دونوں کو خدائے واحد نے بھلائی کی اعلیٰ میراث عطاء فرمائی جس کو بستر ملا وہ اس سے فیض یاب ہوتا رہا اور جو صاحب بستر ختمی مرتب کے ساتھ غار تک پہنچا وہ ان کی ذات اطہر سے فیض یاب ہوا اور گود میں سر اقدس لے کر راحت جان کا نظارا کرتا رہا پس جب بستر کی نعمت پانے والے داماد نبی سے جن کو محبت کا دعویٰ ہے ان سے کہا جاتا ہے کہ ہجرت نبوت میں نوازے جانے والے یہ دو صاحب ہیں ایک کو بستر ملا ہے اور ایک کو نبی خاتم النبین قرآن نے بستر پر سونے والا تو نہیں بتایا مگر بستر والے کو غار میں ساتھ لے جانے والا ضرور بتایا ہے لہٰذا ان دونوں کو مان لو تو اور ان دونوں کی محبت و عقیدت کا اظہار کرو تو یہاں بھی صدیق اکبرؓ کا اسم گرامی آتے ہی ''صم بکم عمی'' کا نظارا آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے، گویا قرآن کا بتایا ہوا رفیق غار تو لمحہ بھر کیلئے بھی گوارا نہیں بلکہ نام سنتے ہی زبان تبرا دراز ہو جاتی ہے۔

حالانکہ قرآن تو اس یار غار کو ''لصاحبہ'' کا اعزاز ''لاتحزن'' کا عطیہ ''ان اللہ معنا'' میں معیت کی ایسی دستار عطاء

فرمارہاہے کہ قرآن پاک سے واقف ہرمؤمن فرطِ ایمان سے جھوم اٹھے یہ نہیں فرمایا ”ان اللہ معی و معک“ بلکہ فرمایا”ان اللہ معنا“ معیت خدامیں اِن دونوں یارِغاروں کوجوایک طرح سے جوڑ دیایہ ہے اعزاز کی بلندی جوکسی ایمان والے کوصدیق اکبرؓ کی محبت سے سرشار کرنے کیلئے کافی ہے۔

۵۔ایک مقام پرارشادربانی ہے۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْأَرْضِ (النور/۵۵)

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ایمان والوں کے ساتھ اورعمل صالح والوں کے ساتھ کہ البتہ ضروروہ تم کوزمین کے اندرخلیفہ بنائے گا

آیت میں استخلاف (زمین پر رسول ﷺ کی جماعت کوخلافت عطاء کرنے) کا تفصیلی ذکراوراس کی واضح علامات موجود ہیں جن کے بیان کا یہ موقع نہیں۔آیت سے صاف صاف معلوم ہورہا ہے کہ اللہ جل شانہ نے اُن مخاطب اہل ایمان کوخلافت دینے کا وعدہ فرمایا ہے جن کے عمل کووہ پسند فرمالے گا،مزید فرمایا کہ ”ان اللہ یخلف المیعاد“ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا،یعنی ایسانہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایااوراس کوپورانہ کرے قرآن پاک کے سادہ اور بہت عام فہم الفاظ ہیں”وَعَدَ اللّٰہُ“جس کا مطلب ہرکسی کوسمجھ میں آجاتا ہے کہ اس لفظ میں اللہ تعالیٰ وعدہ فرمارہے ہیں آگے ایمان اورعمل صالح کا حاصل یہ ہے کہ یہ وعدہ ان لوگوں سے فرمایا جواس آیت کے نازل ہونے سے پہلے ایمان لاچکے تھےاوروہ اس کے مخاطب تھے۔

”لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم“ میں خلاف کامعنی عام لوگوں کوبھی سمجھ آجاتا ہے پھردوبارہ”کم“ ضمیرمخاطب کی لاکروضاحت کی کہ اللہ تعالیٰ کاتمہارے ساتھ وعدہ یہ ہے کہ وہ تمہیں زمین میں خلافت عطاءفرمائے گا۔

بہرحال اللہ تعالیٰ نے جووعدہ فرمایا وہ وعدہ وفا ہوا کیونکہ اللہ کریم اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا یہ ایک عام فہم اور سادہ بات ہے جوعام وخاص سب کوسمجھ آسکتی ہے اب جب ان کوکہا جائے کہ اللہ جل شانہ نے جووعدہ فرمایا تھااس کو پورافرمادیالہٰذاتم بھی اللہ کریم کے اس فرمان کے سامنے جھک جاؤاوران خلفائے رسول کومان کراللہ تعالیٰ کے فرمان کی پاس داری کروتویقین فرمائیں کہ ان کی وہ حالت صاف صاف دیکھی جاسکے گی جواللہ کریم نے ”صُمٌّ بُكْمٌ عُمْیٌ“ میں ارشادفرمائی ہے۔

”یہ دین غلط فہمی کی بنا پر نہیں بنا“

اسلام کے مقابل صف آرا لوگ عام طور پر دو قسم کے رہے ہیں ایک تو وہ تھے جو اپنے دین کو صحیح مذہب اور اسلام کو غلط سمجھتے تھے اس کے علاوہ اسلام سے دشمنی رکھنے کا کوئی دوسرا سبب، بغض، عناد، حسد وغیرہ نہ تھا بلکہ صاف دل کے ساتھ اپنے دین کے ساتھ محض اس وجہ سے جڑے ہوئے تھے کہ ان کے خیال میں انکا دین اسلام سے بہتر تھا بلکہ اسلام کے بارے میں ان کی معلومات کا زیادہ تر حصہ محض الزامات اور معاند دشمنوں کی طرف سے پھیلائی ہوئی غلط باتیں تھیں، چنانچہ امر واقعہ ہے کہ اس طرح کے لوگ جب بھی اسلام کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے تو اسلام کے بارے میں ان کا رویہ بدل گیا۔

دوسری قسم کے وہ معاند اور حاسد دشمن ہیں جن کے نزدیک اسلام کے ساتھ مقابلہ کرنا قرار پا چکا ہے اسلام کی ساری خوبیاں اور اپنے یا کفریہ مذاہب کی بے شمار خامیاں ان کے خیالات کو نہیں بدل سکتیں، غلط فہمی کا علاج تو ہو سکتا ہے لیکن جن کو کوئی غلط فہمی ہی نہ ہو بلکہ وہ نبوی معجزات اور قرآنی اعجاز کو اولاد کی طرح یقینی طور پر پہچان چکے ہوں تو ایسے لوگوں کے عداوت اسلام پر مبنی خیالات کون بدل سکتا ہے؟ اسی دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جن کا بیان ان آیات میں ہے کہ وہ لوگ چونکہ دین اسلام کا کسی غلط فہمی کی وجہ سے انکار نہیں کرتے بلکہ طے شدہ پالیسی کے تحت تخریب اسلام کی تحریک چلا رہے ہیں اسلام کی کسی خوبی اور کلمہ حق کے کسی جملہ کو سننے پر وہ آمادہ نہیں لہٰذا وہ حق کی طرف نہیں لوٹیں گے کیونکہ ان کی یہ ساری تحریک کسی غلط فہمی کا نتیجہ نہیں۔ چنانچہ اسلام کے مقابلے میں باقاعدہ ایک پورا دین جو وضع کیا گیا ہے جس میں باقاعدہ عقائد کے مقابلے میں عقائد نماز کے مقابلے میں نماز، روزہ کے مقابلے میں روزہ اور عبادات و مسائل کے مقابلے میں مسائل، احادیث کے مقابلے میں احادیث، فقہ کے مقابلہ فقہ وغیرہ تیار کئے گئے گویا ہر چیز میں اسلام کا مقابلہ کرتے ہوئے اس کا متبادل تیار کیا گیا یہ سب اسی طے شدہ پالیسی کا حصہ ہے، اس سلسلہ میں چند گزارشات ملاحظہ فرمائیں

گزارش نمبر ۱

ضرار والوں کا رویہ

مدینہ منورہ میں جو در پردہ اسلام دشمن تحریک چل رہی تھی اس تحریک والوں نے اسلام کے مقابلے میں اسلام کا روپ

دھارا اور پھر اسلام کے روپ میں ہی ایک ایسا اسلام تیار کرنے کی کوششوں میں تھے جو قرآن پاک کے ارشاد فرمائے ہوئے الفاظ میں

۱. ضرارا (ضرر رسانی کیلئے)

۲. کفرا (کفر پھیلانے کیلئے)

۳. تفریقاً بین المؤمنین (مؤمنین کے درمیان تفریق پیدا کرنے کیلئے)

۴. ارصاد الله لمن حارب الله و رسوله (اللہ اور اسکے رسول سے جنگ کرنیوالے کو کمین گاہ مہیاء کرنے کیلئے)

جیسی بنیادوں پر تیار کیا جائے ان کوششوں کی پہلی کامیاب کارروائی وہ ہے جو سورۃ توبہ کی ۱۰۷ میں بتائی گئی ہے، اس وقت تو نزول وحی نے ان کی اس کوشش کو پوری طرح پامال کر دیا مگر کچھ صدیوں بعد انہوں نے انہی خطوط پر ایک دین تیار کیا جو پوری احتیاط سے تقیہ خانہ میں پھیلتا پھولتا رہا اور تقیہ کی وجہ سے امت اسلام اس دین اور اس کے مقاصد سے بلکل اسی طرح بے خبر رہی جس طرح نبی رحمت نزول وحی سے قبل ضرار خانے سے بے خبر تھے، تفصیلات کا یہ موقع نہیں بس یہ عرض کرنا ہے کہ جب حقیقت کھل گئی اور ضرار خانہ نذر آتش کروا دیا گیا تو آپ ﷺ نے ان بانیوں کو بلایا اور پوچھا کہ یہ تم نے کیا کیا؟ جواب میں انہوں نے ابھی کچھ کہا نہیں تھا کہ اللہ جل شانہ نے پہلے اپنے نبی کو آگاہ فرما دیا کہ وہ کیا جواب دیں گے؟ اللہ پاک بتاتے ہیں:

"ولحلفن ان اردنا الاالحسنی"

اور ضرور وہ قسمیں کھا جائیں گے کہ ہماری نیت تو (اس عمارت کے بنانے سے) صرف اور صرف بھلائی ہی کی ہے۔

علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں

وہ لوگ جنہوں نے اس مسجد کو بنایا وہ قسمیں کھا کر کہہ رہے تھے کہ ہم نے تو نیک ارادے سے اس کی بنیاد ڈالی ہے ہمارے پیش نظر تو لوگوں کی خیر خواہی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "واللہ یشھد انھم لکاذبون" اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔۔۔۔ محض اس مقصد سے مسجد بنائی ہے کہ مسجد قباء والوں کو ضرر پہنچائیں اور کفر کی اشاعت کریں، مسلمانوں میں تفریق ڈال دیں، اللہ سے اور رسول سے لڑنے کی خاطر کمین گاہ بنائے رکھیں (تفسیر ابن کثیر مترجم، جلد۲، ص۳۹۲)

اس سے کم سے کم یہ تین باتیں تو صاف صاف معلوم ہو رہی ہیں

ا۔ضرر، کفر، تفریق، بین المومنین وغیرہ جیسے انتہائی شیطانی کام جس لیبل کے تحت سرانجام دینے کی جسارت کی گئی ہے وہ مسجد جیسا مبارک ومقدس نام ہے تاکہ بالفرض کسی کو ان گھنونے کاموں کا پتہ چل بھی جائے اور وہ ان ابلیسی کاموں پر اعتراض کرے تو اعتراض کرنے والے کے اعتراض کو مسجد پر اعتراض قرار دے کر ایسا بدنام کیا جائے کہ وہ منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہے۔

یہی حال اس دین کا ہے جس کو پہلی دفعہ وحی کی وجہ سے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تو اگلی بار انہی مقاصد کو مسجد کی بجائے حب آل رسول کے لبادے میں پیش کیا گیا، یہ تجربہ کامیاب رہا، اب ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں، وحی کا دروازہ بند ہے اور دلوں کا حال اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا جو یہ بتا سکے کہ حب آل رسول کے لبادے میں جو ''**امنا باللہ و بالیوم الآخر**'' ہے یہ تو محض دھوکہ وتقیہ ہے ورنہ حقیقت میں تو یہاں ''**وما ھم بمؤمنین**'' ہے، باقی رہا چودہ صدیاں قبل اترا ہوا قرآن تو قرآن کی روشنی میں اہم راہنمائی فرمانے والوں کیلئے تو تقیہ کی ایک خوراک ہی کافی ہے، ورنہ قرآن پاک تو امت کو بتا رہا ہے کہ جتنا بڑا کفر ہوگا اتنا ہی عمدہ اور خوب تر لیبل لگا کر پیش کیا جائے گا۔

''جھوٹوں کا اعلان ''ان اردنی الاالحسنی''

۲۔دوسری یہ بات صاف طور پر معلوم ہو رہی ہے کہ وہ تقیہ کرنے اور جھوٹ بولنے میں اتنے مشاق ہیں کہ سارا جھوٹ کھل جانے کے بعد بھی اپنے جھوٹ کو قسموں کے ساتھ ایسا سچ ثابت کرتے ہیں کہ زمانے میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی اللہ کے نبی کو اللہ نے جبرئیل بھیج کر سب کچھ بتا دیا کہ مسجد کے خوبصورت لیبل میں جو اصلی مقاصد ہیں وہ یہ ہیں، مگر جب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تو پھر بھی وہ ڈٹے رہے اور قسمیں کھا کھا کر کہنے لگے کہ اس مسجد ضرار کے بنانے سے ہمارا ارادہ سوا بھلائی کے تو اور کچھ تھا ہی نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ تو فرما رہا ہے کہ مسجد کا لیبل لگا کر جو مقاصد یہ پورا کرنا چاہتے ہیں وہ کفر وغیرہ کی نشر واشاعت ہے مگر ان کا جواب یہی ہے کہ نہیں جناب بلکل نہیں بلکہ ''**ان اردنی الاالحسنی**'' قرآن پاک کی اس آیت پر اچھی طرح غور کرنے سے تقیہ کے استعمال کا صحیح اور حقیقی طریقہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔ مذید تسلی کیلئے ''**یخادعون اللہ**'' کے تحت تفسیر حسن عسکری کے وہ حوالے ملاحظہ فرمائیں جس میں مسلمانوں کو دھوکہ دینے کو عجیب وغریب گر اور اس پر حاصل ہونے والا اجر وثواب بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ضرار کو مسجد کے نام سے تعمیر کرنے والوں کے کیا مقاصد بتائے اور اس راز کے کھل جانے پر انہوں نے کیا جواب دیا؟ یہ دونوں باتیں اس آیت میں صاف موجود ہیں ان کو پڑھ لینے کے بعد اب ذرا امام خمینی کا تبرا اور اس کے نائب خامنی کا تقیہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

خمینی لکھتا ہے

۱۔ اگر بالفرض قرآن میں رسول اللہ ﷺ کے بعد کیلئے امام (حضرت علیؓ) کا نام ذکر کر بھی دیا جاتا تو یہ کہاں سے سمجھ لیا گیا کہ اس کے بعد امامت وخلافت کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف نہ ہوتا جنہوں نے حکومت کی طمع ہی میں برسہا برس سے اپنے کو دین پیغمبر سے جوڑ رکھا اور چپکا یا ہوا تھا اور جو اسی مقصد کیلئے سازش اور پارٹی بندی کرتے رہتے تھے ان سے ممکن نہیں تھا کہ قرآن کے حکم کو تسلیم کر لیتے، جس حیلے اور پینترے سے بھی ان کو اقتدار حاصل ہوتا وہ اس کو استعمال کرتے اور ہر قیمت اپنا منصوبہ پورا کرتے۔ (کشف اسرار ص ۱۱۳)

۲۔ (وہ آیت) قرآن میں موجود ہوتی جس میں علی بن ابی طالب کی امامت کی صراحت کی گئی ہوتی تب بھی یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ امامت وخلافت کے مسئلہ میں وہ اختلاف نہ ہوتا جو ہوا کیونکہ جو پارٹی صرف حکومت واقتدار کی طالب تھی اور اسی امید وطمع میں انہوں نے خود کو اسلام سے چپکا یا ہوا تھا، یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ اس آیت قرآن کی وجہ سے اپنا مقصد چھوڑ دیتے۔ (کشف اسرار ص ۱۱۴)

۳۔ ایک عنوان ان الفاظ سے قائم ہے: مخالفتھائے ابوبکر بانص القرآن ابوبکر کا نص قرآن کی مخالفت کرتا۔ (ایضا ص ۱۱۵)

۴۔ آگے عنوان ہے مخالفت عمر با قرآن خدا۔ (ایضا)

۵۔ حضرت عمر کیلئے خمینی نے کشف اسرار کے ص ۱۱۹ پر فارسی کا یہ جملہ بھی لکھا ہے۔

این کلام یا وہ کہ از اصل کفروز ندقہ ظاہر شدہ

یاوہ کے اس جملہ سے عمر کا اصلی کفر وزندقہ ظاہر ہو گیا

۶۔ اس وقت کے مسلمانوں کا حال یہ تھا کہ یا تو وہ ان کی پارٹی میں شامل اور حکومت واقتدار طلبی میں ان کے ساتھ شریک تھے یا یہ حالت تھی کہ وہ جفا کار اور طاقتور منافقین کے خلاف ایک حرف زبان سے نکالنے سے ڈرتے تھے۔ (ایضا ص ۱۲۰)

۷۔(ہم ایسے خدا کو نہیں مانتے جو) یزید و معاویہ اور عثمان جیسے ظالموں بدقماشوں کو امارت اور حکومت سپرد کر دے۔
(ایضاً ص ۱۰۷)

خمینی کی صرف ایک کتاب سے یہ چند مختصر باتیں ملاحظہ کرنے کے بعد اب ایران کے موجودہ روحانی پیشوا اور حاکم اعلیٰ آیت اللہ خامنہ ای کا بیان بھی ملاحظہ فرمائیں۔ جو انہوں نے امام خمینی کا نائب ہونے کی حیثیت سے جاری کیا۔

۱۱ جون ۲۰۱۶ کو امام خامنہ ای نے فتویٰ دیا کہ اہل سنت کے مقدسات کی توہین کرنا حرام ہے از جملہ زوجہ پیغمبر اسلام (حضرت عائشہ) پر تہمت لگانا حرام ہے اس موضوع میں جملہ ازواج انبیاء بالخصوص سید الانبیاء پیغمبر اعظم حضرت محمد ﷺ شامل ہیں۔

۳۔ زیر نظر آیت سے تیسری بات اس سوال و جواب کی شکل میں معلوم ہوتی ہے کہ ضرار کو مسجد کے نام سے بنانے کے جو اصلی مقاصد تھے ان کے کھل جانے کے بعد بھی آخر انہوں نے اعتراف جرم کیوں نہ کیا حالانکہ اس اصل صورت حال معلوم ہونے کا ذریعہ وحی تھا جو یقینی ذریعہ علم ہے اس کے بعد آپ ﷺ نے اسکو منہدم کروا دیا اس کے باوجود اللہ کی اس خبر پر ایمان لانے کی بجائے قسمیں اٹھا اٹھا کر انکار ہی کرتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ ہمارا ارادہ تو نیک ہی تھا، تب پھر اللہ تعالیٰ ان کے جھوٹے ہونے پر خود گواہ بن گیا۔

آخر ایسا کیوں؟؟؟

قرآن پاک کی روشنی میں اسکا جواب تلاش کریں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ گروہ جو مسجد کے مقابلے میں مسجد بنا کر اسلام کے مقابلے میں ایک دوسرا متوازی اسلام ایجاد کرنے کی کوشش میں تھا تو یہ کسی غلط فہمی کی بنا پر نہیں بلکہ ایک منصوبہ کے تحت تھا جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے زیر نظر آیت میں ان اصل مقاصد کا ذکر کیا ہے ورنہ اسلام کی سچائی کے تو ہزاروں شواہد وہ دیکھ چکے تھے خود مسجد ضرار کے بارے میں اصل راز کی بات کھل جانا اس کی واضح علامت تھی کہ اللہ عالم الغیب نے ہی یہ خبر دی ہے اور رسول اللہ ﷺ دعویٰ نبوت میں سچے ہیں مگر وہ نہ مانے، یہ اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ اسلام کے مقابلے میں وضع کئے جانے والے دین کی بنیاد کوئی غلط فہمی نہ تھی۔

اب جن لوگوں نے اسلام سے مقابلے کیلئے جان بوجھ کر ایک دوسرا دین بنایا وہ اس مقابلہ بازی میں کسی غلط فہمی کا شکار ہی نہیں بلکہ وہ تو یہ کام باقاعدہ سوچ سمجھ کر کر رہے ہیں تو جن کو غلط فہمی ہی نہیں آخر ان کو کیسے سمجھایا جا سکتا ہے؟ اسی چیز کو

اللہ کریم نے بطور علامت اور نشانی کے بیان فرمایا ہے کہ **"صم بکم عمی فھم لا یرجعون"** وہ بہرے، گونگے، اندھے ہیں اسلام کی طرف نہیں لوٹیں گے، یعنی فساد کو اصلاح اور اصلاح کو فساد اور خوبیوں کو خامیوں کو خوبیاں قرار دینے کی مشق میں اس طرح مگن ہیں کہ اسلام وہدایت کی خوبیوں سے اندھے، بہرے اور گونگے ہو چکے ہیں، چونکہ ان کی یہ ساری کاروائی کسی غلط فہمی کی بنا پر نہیں بلکہ جان بوجھ کر ہے، لہٰذا اسلام اور ہدایت کی طرف لوٹ کر آنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔

گزارش نمبر ۲

تخریب اسلام کیلئے کسی غلط فہمی کی وجہ سے نہیں بلکہ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت جو طریقے اپنائے گئے ہیں ان میں ایک وہ طریقہ بھی ہے جس کا ذکر سورۃ آل عمران کی آیت نمبر۷۲ میں کیا گیا ہے کہ

وقالت طائفتہ من اھل الکتاب امنوا بالذی انزل علی الذین امنوا وجہ النھار والکفروا اخرہ لعلھم یرجعون (آل عمران/۷۲)

اہل کتاب کے ایک گروہ نے (دوسروں کو) کہا کہ دن کے اول حصہ میں ایمان لے آؤ اور دن کے آخری حصہ میں انکار کردو شائد کہ وہ لوٹ جائیں، آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں

بہکانے کی جو صورتیں گھڑتے ہیں ان میں سے ایک کا بیان ہو رہا ہے کہ آپس میں مشورہ کرتے ہیں کہ صبح جا کر ایمان لے آؤ مسلمانوں کے ساتھ نمازیں پڑھو اور شام کو پھر مرتد بن جاؤ تا کہ جاہل لوگوں کے دل میں بھی خیال گزرے کہ آخر یہ لوگ جو پلٹ گئے تو ظاہر ہے کہ انہوں نے اس دین میں نقصان یا برائی ہی دیکھی ہوگی تو کیا عجب کہ ان میں سے کوئی ہماری طرف لوٹ آئے یہ ایک حیلہ جوئی تھی کہ شائد اس سے کمزور ایمان والا لوٹ جائے کہ یہ جاننے بوجھنے والے لوگ جب اس دین میں آئے نمازیں پڑھیں پھر جو اسے چھوڑ دیا تو ضرور یہاں کوئی خرابی یا نقصان دیکھا، یہ لوگ کہتے تھے کہ بھروسہ اپنے والوں ہی پر کرو مسلمانوں پر نہ کرو نہ اپنے بھید ان پر ظاہر ہونے دو نہ اپنی کتاب کی باتیں ان پر کھولو۔ (تفسیر ابن کثیر مترجم/ج۱/ص۴۰۳۔۴۰۴)

گویا انکا کافر ہونے کے باوجود مسلمانوں میں شامل ہونا اور ایمان لانے کا دعویٰ کرنا بھی کسی غلط فہمی کی بنا پر نہیں تھا اور مسلمانوں میں شامل ہونے کے بعد مسلمانوں کو مرتد کرنے کی کوشش کرنا بھی کسی غلط فہمی کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ سوچی سمجھی

منصوبہ بندی کے تحت وہ مسلمانوں سے اپنے اصلی عقائد کو چھپاتے اور اصل عقیدہ کے خلاف زبان سے اظہار کرتے کہ یہ سب کچھ ان کی بنائی ہوئی پالیسی کا حصہ تھا۔

یہاں یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ اس آیت میں بتائی سازش کا عملی مظاہرہ کرنے والے لوگ نہ تو یہودی ہیں نہ عیسائی اور نہ سکھ وغیرہ۔غور فرمائیں کہ کیا کسی یہودی عیسائی وغیرہ نے کتاب لکھ کر کبھی یہ اعلان نشر کیا کہ میں نے اسلام تو قبول کیا تھا مگر فلاں فلاں خامی دیکھ کر اسلام سے پھر گیا ہوں؟ نہیں بلکہ حب آل رسول کے نام سے جو دین ایجاد ہوا اس میں ایسے بیسیوں لوگ پھرتے ہیں جو کتابیں لکھ لکھ کر بتاتے ہیں کہ ہم مسلمان تھے مگر جب ہم نے غور کیا تو پتہ چلا کہ وصال نبوی کے بعد تو صحابہ مرتد ہو گئے،علی سے خلافت ہی غصب کر لی وغیرہ وغیرہ تو ہم نے اس دین کو چھوڑ دیا اس طرح دین اسلام میں شک وریب پیدا کرنے کی کوشش میں جو لوگ مصروف ہیں وہ امامیہ دین کے پیروکار ہیں، پس ایک گھناؤنی سازش کے تحت اللہ کے دین میں شک پیدا کرنے والوں کے چہرے سے اس آیت نے صفائی کے ساتھ نقاب الٹا دیا۔

گزارش نمبر ۳

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا اس دین نے اسلام دشمنی کیلئے جو لیبل منتخب کیا وہ بہت ہی عمدہ اور اچھا تھا مگر اس لیبل کے سائبان میں چھپا کر جو مقاصد پورا کرنا چاہتے تھے وہ انتہائی خطرناک تھے چنانچہ دوسری کوشش میں بھی لیبل کا انتخاب پہلی مرتبہ کی طرح اعلیٰ درجہ کا چنا گیا یعنی ''حب آل رسول'' اب لیبل دیکھ کر اس دین کے بارے میں رائے قائم کرنے والوں کا خیال ونظریہ ان حضرات سے انتہائی مختلف ہوتا ہے جن حضرات نے اس لیبل کو کراس کر کے اس دین والوں کے اندر کا جہاں دیکھا ہو چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ جن حضرات نے اس دین کے بنیادی ماخذات اور اصل کتابوں کو بغور پڑھا ہے وہ اس دین کی خطرناکی،اسلام دشمنی، دوغلہ پالیسی اور مکاری کو دیکھ کر تڑپ اٹھے ہیں کہ اس حد تک دین اسلام سے ان کی عداوت اور پھر اس پر اسلام اور حب آل کا ایسا لیبل پھر اس عداوت اسلام پر تقیہ کے ایسے گہرے پردے،اور زیر تقیہ سازشوں کے اتنے جال؟؟؟

ان سب پر گراں یہ بات کہ امت اسلام ان سب چالوں سے پوری طرح بے خبر ہے اس صورت حال نے بیماریوں سے زار نزار وجود اور عمر کے ۸۰ سال گزار کر بڑھاپے میں بہت آگے تک کا سفر فرما جانے والے حضرت مولانا منظور احمد

نعمانی نور اللہ مرقدہ کو حیران کر دیا۔

چنانچہ جسمانی کمزوریوں کے باوجود پوری گہرائی کے ساتھ انہوں نے اس دین کا مطالعہ فرمایا جس کے نتیجہ میں ایرانی انقلاب وغیرہ جیسی قیمتی کتب معرض وجود میں آئیں حضرت نعمانی قدس سرہ العزیز اس دین کا پوری گہرائی کے ساتھ جائزہ لینے کے بعد جو نتیجہ بیان فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ

قریباً ایک سال تک صرف یہ مطالعہ کیا گیا اس مطالعہ سے یہ چند حقیقتیں پورے یقین کے ساتھ آنکھوں کے سامنے آ گئیں۔

ایک یہ کہ شیعہ مذہب مسلمانوں کے بہت سے دوسرے فرقوں کے مذاہب کی طرح اسلام کی شاخ نہیں ہے بلکہ وہ سیدنا محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین حق اسلام کے بالکل متوازی اور متصادم ایک دین ہے۔

دوسرے یہ کہ جس طرح مسلمانوں کے بہت سے گمراہ فرقے خوارج مرجئہ، مجسمہ وغیرہ غلط فہمی سے پیدا ہوئے شیعہ مذہب اس طرح پیدا نہیں ہوا بلکہ عبداللہ ابن سبا، یہودی اور اس کے خاص رفقاء نے اپنے سوچے سمجھے منصوبہ کے مطابق اسلام کی تخریب وتحریف اور مسلمانوں میں افتراق وتفریق اور خانہ جنگی برپا کرانے کیلئے اس کو وضع کیا تھا۔

(خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، ص ٦)

امید ہے اوپر عرض کی گئی چند گزارشات کے بعد آیت کریمہ کا مطلب اچھی طرح واضح ہو گیا ہو گا

(وما علینا الا البلاغ)

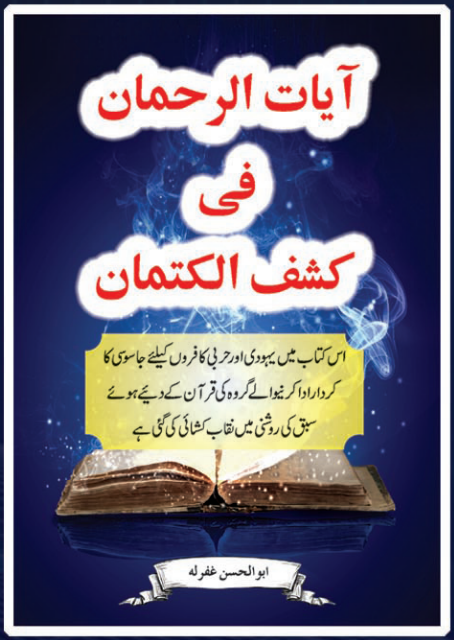
آیات الرحمان
فی
کشف الکتمان
اس کتاب میں یہودی اور حربی کافروں کیلئے جاسوسی کا
کردار ادا کرنیوالے گروہ کی قرآن کے دیئے ہوئے
سبق کی روشنی میں نقاب کشائی کی گئی ہے
ابوالحسن غفرلہ